از تحقیقات و تعلیقات
الشیخ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ
الشیخ المحدث شعیب ارنؤوط حفظہ اللہ
الشیخ عبد الرزاق مہدی حفظہ اللہ
الشیخ مصطفیٰ السید محمد حفظہ اللہ
الشیخ محمد فضل عجماوی حفظہ اللہ
الشیخ حسن عباس قطب حفظہ اللہ
الشیخ محمد السید رشاد حفظہ اللہ
الشیخ علی احمد الباقی حفظہ اللہ
الشیخ زبیر علی زئی حفظہ اللہ
الشیخ مبشر احمد ربانی حفظہ اللہ

جدید محقق ایڈیشن

عصر حاضر کی تقریباً تمام تحقیقات سے استفادہ شدہ

تفسیر ابن کثیر

1 2 3 4 5 6



تالیف
حافظ عماد الدین ابن کثیر الدمشقی رحمہ اللہ

ترجمہ
مولانا محمد جوناگڑھی رحمہ اللہ

اہتمام تخریج و تحقیق
حافظ عمران ایوب لاہوری حفظہ اللہ

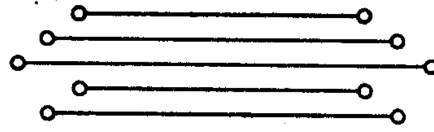


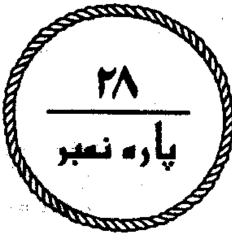
ناشر
فقہ الحدیث پبلیکیشنز
0300-4206199
Fiqh-ul-Hadith Publications Lahore Pakistan
E-mail: editor@fiqhulhadith.com, Website: www.fiqhulhadith.com



ڈسٹری بیوٹر
نعمانی کتب خانہ
042-7321865, 0334-4229127
Nomani Kutab Khana Lahore Pakistan
E-mail: nomania2000@hotmail.com, Web: www.nomanibooks.com

تفسیر ابن کثیر





چند اہم مضامین کی فہرست

لیکن عصر کے وقت یہ بھی کام سے ہٹ گئے اور کہہ دیا کہ اب ہم سے نہیں ہو سکتا ہمیں آپ کی اجرت نہیں چاہیئے اس نے انہیں بھی سمجھایا کہ دیکھو اب دن باقی ہی کیا رہ گیا ہے تم کام پورا کرو اور اجرت لے جاؤ لیکن یہ نہ مانے اور چلے گئے' اس نے پھر اوروں کو بلایا اور کہا لو تم مغرب تک کام کرو اور دن بھر کی مزدوری لے جاؤ۔ چنانچہ انہوں نے مغرب تک کام کیا اور ان دونوں جماعتوں کی اجرت بھی یہ لے گئے' پس یہ ہے ان کی مثال اور اس نور کی مثال جسے انہوں نے قبول کیا۔ [1] پھر فرماتا ہے یہ اس لئے کہ اہل کتاب یقین کر لیں کہ اللہ جسے دے یہ اس کے لوٹانے کی اور جسے نہ دے اسے دینے کی کچھ بھی قدرت نہیں رکھتے اور اس بات کو بھی وہ جان لیں کہ فضل و کرم کا مالک صرف وہی پروردگار ہے' اس کے فضل کا کوئی اندازہ اور حساب نہیں لگا سکتا۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں "لِئَلَّا يَعْلَمَ" کا معنی "لِيَعْلَمَ" ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرائت میں "لِكَيْ يَعْلَمَ" ہے' اسی طرح حضرت حطان بن عبداللہ رحمہ اللہ اور حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے بھی یہی قرأت مروی ہے۔ غرض یہ ہے کہ کلام عرب میں لا صلہ کیلئے آتا ہے جو کلام کے اول آخر میں آ جاتا ہے' اور وہاں انکار مراد نہیں ہوتا' جیسے ﴿مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ﴾ [2] میں اور ﴿وَمَا يُشْعِرُكُمْ اَنَّهَآ اِذَا جَآءَتْ لَا يُؤْمِنُوْنَ﴾ [3] میں اور ﴿وَحَرٰمٌ عَلٰى قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَآ اَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ﴾ [4] میں۔ الحمد للہ سورۂ حدید کی تفسیر ختم ہوئی۔

اللہ تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ ستائیسویں پارے کی تفسیر بھی ختم ہوئی۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور ہمیں اپنے پاک کلام کی صحیح سمجھ دے اور اس پر عمل کی توفیق دے۔ میرے مہربان اللہ! میرے عاجز ہاتھوں سے اس پاک تفسیر کو پورا کر' اسے مکمل مطبوع مجھے دکھا دے۔ اے دلوں کے بھید سے آگاہ اللہ! میری عاجزانہ التماس ہے کہ میرے نامہ اعمال میں اسے ثبت فرما اور میرے گناہوں کا کفارہ اسے کر دے اور اس کے پڑھنے والوں پر رحم فرما اور ان کے دل میں ڈال کہ وہ میرے لئے بھی رحم کی دعا کریں۔ یا رب! اپنے سچے دین کی اور اپنے غلاموں کی تائید کر اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کو سب کے کلاموں پر غالب رکھ۔ آمین!



---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الاجارۃ: باب الاجارۃ من العصر الی اللیل (۲۲۷۱)، (۵۵۸)]

[2] [الاعراف: ۱۲]

[3] [الانعام: ۱۰۹]

[4] [الانبیاء: ۹۵]

تفسیر سورۃ المجادلہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

قَدۡ سَمِعَ اللّٰہُ قَوۡلَ الَّتِیۡ تُجَادِلُکَ فِیۡ زَوۡجِہَا وَ تَشۡتَکِیۡۤ اِلَی اللّٰہِ ٭ۖ وَ اللّٰہُ یَسۡمَعُ تَحَاوُرَکُمَا ؕ اِنَّ اللّٰہَ سَمِیۡعٌۢ بَصِیۡرٌ ﴿۱﴾

سچے معبود بڑے رحم وکرم والے اللہ کے نام سے شروع

یقیناً اللہ تعالیٰ نے اس عورت کی بات سنی جو تجھ سے اپنے شوہر کے بارے میں گفتگو کر رہی تھی اور اللہ کے آگے شکایت کر رہی تھی اور اللہ تعالیٰ تم دونوں کے سوال وجواب سن رہا تھا بے شک اللہ تعالیٰ سننے دیکھنے والا ہے ○

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں اللہ تعالیٰ کی ذات حمد وثنا کے لائق ہے جس کے سننے نے تمام آوازوں کو گھیر رکھا ہے' یہ شکایت کرنے والی خاتون آکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس طرح چپکے چپکے باتیں کر رہی تھی کہ باوجود اسی گھر میں موجود ہونے کے مطلقاً میں نہ سن سکی کہ وہ کیا کہہ رہی ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے اس پوشیدہ آواز کو بھی سن لیا اور یہ آیت اتری (بخاری ومسند وغیرہ) [1] اور روایت میں آپ کا یہ فرمان اس طرح منقول ہے کہ بابرکت ہے وہ اللہ جو ہر اونچی نیچی آواز کو سنتا ہے' یہ شکایت کرنے والی بی بی صاحبہ حضرت خولہ بنت ثعلبہ رضی اللہ عنہا تھیں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں تو اس طرح سرگوشیاں کر رہی تھیں کہ کوئی لفظ تو کان تک پہنچ جاتا تھا ورنہ اکثر باتیں باوجود گھر میں موجود ہونے کے میرے کانوں تک نہ پہنچتی تھیں' اپنے میاں کی شکایت کرتے ہوئے فرمایا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری جوانی تو ان کے ساتھ کٹی بچے ان سے ہوئے اب جبکہ میں بڑھیا ہو چکی بچے پیدا کرنے کے قابل نہ رہی تو میرے میاں نے مجھ سے ظہار کر لیا' اے اللہ! میں تیرے سامنے اپنے اس دکھڑے کا رونا روتی ہوں' ابھی یہ بی بی صاحبہ گھر سے باہر نہیں نکلی تھیں کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام یہ آیت لے کر اترے' ان کے خاوند کا نام حضرت اوس بن صامت رضی اللہ عنہ تھا (ابن ابی حاتم) [2]

انہیں کبھی کبھی جنون سا ہو جاتا تھا اس حالت میں اپنی بیوی صاحبہ سے ظہار کر لیتے پھر جب اچھے ہو جاتے تو گویا کچھ کہا ہی نہ تھا' یہ بی بی صاحبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے فتویٰ پوچھنے اور اللہ کے سامنے التجا بیان کرنے کو آئی تھیں جس پر یہ آیت اتری۔ [3] حضرت ابو یزید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنی خلافت کے زمانے میں اور لوگوں

---

[1] [صحیح : مسند احمد (٦/٤٦) صحیح بخاری : کتاب التوحید : باب قوله الله تعالی و کان الله سميعا بصيرا (٧٣٨٦) تعليقا ، ابن ماجه : کتاب السنة : باب فيما انكرت الجهمية (١٨٨) نسائی : کتاب الطلاق : باب باب الظهار (٣٤٩٠)] شیخ البانی رحمہ اللہ اسے صحیح کہتے ہیں۔[صحیح ابن ماجه]

[2] [تفسير ابن جرير الطبری (٣٣٧٢٧) مستدرك حاكم (٢/٤٨١)] امام حاکم رحمہ اللہ اور امام ذہبی رحمہ اللہ نے مسلم کی شرط پر اسے صحیح کہا ہے۔]

[3] [صحیح : ابوداؤد : کتاب الطلاق : باب فی الظهار (٢٢١٩)] شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ابوداود]

کے ساتھ جا رہے تھے کہ ایک عورت نے آواز دے کر ٹھہرا لیا' حضرت عمر رضی اللہ عنہ فوراً ٹھہر گئے اور ان کے پاس جا کر توجہ اور ادب سے سر جھکائے ان کی باتیں سننے لگے' جب وہ اپنی فرمائش کی تعمیل کرا چکیں اور خود لوٹ گئیں تب امیر المومنین رضی اللہ عنہ واپس ہمارے پاس آئے' ایک شخص نے کہا امیر المومنین رضی اللہ عنہ ایک بڑھیا کے کہنے پر آپ رک گئے اور اتنے آدمیوں کو آپ کی وجہ سے اب تک رکنا پڑا' آپ نے فرمایا افسوس! جانتے بھی ہو یہ کون تھیں؟ اس نے کہا نہیں' فرمایا یہ وہ عورت ہیں جن کی شکایت اللہ تعالیٰ نے ساتویں آسمان پر سنی یہ حضرت خولہ بنت ثعلبہ رضی اللہ عنہا ہیں اگر یہ آج صبح سے شام چھوڑ رات کر دیتیں اور مجھ سے کچھ فرماتی رہتیں تو بھی میں ان کی خدمت سے نہ ٹلتا ہاں نماز کے وقت نماز ادا کر لیتا اور پھر کمر بستہ خدمت کیلئے حاضر ہو جاتا (ابن ابی حاتم) اس کی سند منقطع ہے' اور دوسرے طریق سے بھی مروی ہے' ایک روایت میں ہے کہ یہ خولہ بنت صامت رضی اللہ عنہا تھیں اور ان کی والدہ کا نام معاذہ رضی اللہ عنہا تھا جن کے بارے میں آیت ﴿وَلَا تُكْرِهُوا فَتَيَاتِكُمْ﴾ [1] الخ نازل ہوئی تھی' لیکن ٹھیک بات یہ ہے کہ حضرت خولہ رضی اللہ عنہا اوس بن صامت رضی اللہ عنہ کی بیوی تھیں' اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو۔

الَّذِينَ يُظٰهِرُونَ مِنْكُمْ مِّنْ نِّسَآئِهِمْ مَّا هُنَّ أُمَّهٰتِهِمْ ۖ إِنْ أُمَّهٰتُهُمْ إِلَّا الّٰٓئِي وَلَدْنَهُمْ ۚ
وَإِنَّهُمْ لَيَقُولُونَ مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَزُورًا ۚ وَإِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُورٌ ﴿٢﴾ وَالَّذِينَ
يُظٰهِرُونَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ ثُمَّ يَعُودُونَ لِمَا قَالُوا فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مِّنْ قَبْلِ أَنْ
يَّتَمَآسَّا ۚ ذٰلِكُمْ تُوعَظُونَ بِهٖ ۚ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ﴿٣﴾ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ
شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَّتَمَآسَّا ۖ فَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَإِطْعَامُ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا ۚ ذٰلِكَ
لِتُؤْمِنُوا بِاللّٰهِ وَرَسُولِهٖ ۚ وَتِلْكَ حُدُودُ اللّٰهِ ۗ وَلِلْكٰفِرِينَ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٤﴾

تم میں سے جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کرتے ہیں (یعنی انہیں ماں کہہ بیٹھتے ہیں) وہ دراصل ان کی مائیں نہیں بن جاتیں ان کی اصلی مائیں تو وہی ہیں جن کے بطن سے وہ پیدا ہوئے' یقیناً یہ لوگ نامعقول اور جھوٹی بات کہتے ہیں' بیشک اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا اور بخشنے والا ہے ○ جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کریں پھر اپنی کہی ہوئی بات سے رجوع کریں تو ان کے ذمہ ایک دوسرے کو ہاتھ لگانے سے پہلے ایک غلام آزاد کرنا ہے' تمہیں اس کی نصیحت کی جاتی ہے' اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے باخبر ہے ○ ہاں جو شخص نہ پائے اس کے ذمہ دو مہینوں کے لگاتار روزے ہیں اس سے پہلے کہ ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں اور جس کو یہ طاقت بھی نہ ہو اس پر ساٹھ مسکینوں کا کھلانا ہے۔ یہ اس لئے ہے کہ تم اللہ کی اور اس کے رسول کی حکم برداری کرو' یہ اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدیں ہیں' اور کفار کیلئے دکھ کی مار ہے ○

مسئلہ ظہار اور اس کا شان نزول: حضرت خویلہ بنت ثعلبہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اللہ کی قسم میرے خاوند اوس بن صامت رضی اللہ عنہ کے بارے میں اس سورۂ مجادلہ کی شروع کی چار آیتیں اتری ہیں' میں ان کے گھر میں تھی یہ بوڑھے اور

---

[1] [سورۃ النور: آیت ۳۳]

بڑے عمر کے تھے اور کچھ اخلاق کے بھی اچھے نہ تھے' ایک دن باتوں ہی باتوں میں میں نے ان کی کسی بات کے خلاف کہا اور انہیں کچھ جواب دیا' جس پر وہ بڑے غضب ناک ہوئے اور غصے میں فرمانے لگے تو مجھ پر میری ماں کی پیٹھ کی طرح ہے پھر گھر سے چلے گئے اور قومی مجلس میں کچھ دیر بیٹھے رہے پھر واپس آئے اور مجھ سے خاص بات چیت کرنی چاہی' میں نے کہا اللہ کی قسم جس کے ہاتھ میں خولہ کی جان ہے تمہارے اس کہنے کے بعد اب یہ بات ناممکن ہے یہاں تک کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا فیصلہ ہمارے بارے میں نہ ہو' لیکن وہ نہ مانے اور زبردستی کرنے لگے مگر چونکہ کمزور تھے میں ان پر غالب آ گئی اور وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکے' میں اپنی پڑوسن کے ہاں گئی اور اس سے کپڑا مانگ کر رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچی' اس واقعہ کو بیان کیا اور بھی اپنی مصیبتیں اور تکلیفیں بیان کرنی شروع کر دیں' آپ یہی فرماتے جاتے تھے خویلہ اپنے خاوند کے بارے میں اللہ سے ڈرو وہ بوڑھے بڑے ہیں' ابھی یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ آنحضرت ﷺ پر وحی کی کیفیت طاری ہوئی' جب وحی اتر چکی تو آپ نے فرمایا اے خویلہ! تیرے اور تیرے خاوند کے بارے میں قرآن کریم کی آیتیں نازل ہوئی ہیں' پھر آپ نے ﴿قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ﴾ سے ﴿عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ تک پڑھ سنایا اور فرمایا: جاؤ اپنے میاں سے کہو کہ ایک غلام آزاد کریں میں نے کہا: حضور ﷺ ان کے پاس غلام کہاں؟ وہ تو بہت مسکین شخص ہیں' آپ نے فرمایا اچھا تو وہ دو مہینے کے لگاتار روزے رکھ لیں' میں نے کہا حضور ﷺ وہ بڑی عمر کے بوڑھے ناتواں کمزور ہیں انہیں دو ماہ کے روزوں کی بھی طاقت نہیں' آپ نے فرمایا ساٹھ مسکینوں کو ایک وسق (تقریباً چار من پختہ) کھجوریں دے دیں' میں نے کہا حضور ﷺ اس مسکین کے پاس یہ بھی نہیں' آپ نے فرمایا اچھا آدھا وسق کھجوریں میں اپنے پاس سے انہیں دے دوں گا میں نے کہا بہتر آدھا وسق میں انہیں دے دوں گی آپ نے فرمایا یہ تم نے بہت اچھا کیا اور خوب کام کیا' جاؤ یہ ادا کر دو اور اپنے خاوند کے ساتھ جو تمہارے چچا کے لڑکے ہیں محبت' پیار' خیر خواہی اور فرمانبرداری سے گزارا کرو (مسند احمد و ابوداود)[1] ان کا نام بعض روایتوں میں خویلہ کے بجائے خولہ بھی آیا ہے اور بنت ثعلبہ کے بدلے بنت مالک بن ثعلبہ بھی آیا ہے' ان اقوال میں کوئی ایسا اختلاف نہیں جو ایک دوسرے کے خلاف ہو' واللہ اعلم۔ اس سورت کی ان شروع کی آیتوں کا صحیح شان نزول یہی ہے۔

حضرت سلمہ بن صخر رضی اللہ عنہ کا واقعہ جواب آ رہا ہے وہ اس کے اترنے کا باعث نہیں ہوا ہاں البتہ جو حکم ظہار ان آیتوں میں تھا انہیں بھی دیا گیا یعنی غلام آزاد کرنا یا روزے رکھنا یا کھانا دینا' حضرت سلمہ بن صخر انصاری رضی اللہ عنہ کا واقعہ خود ان کی زبانی یہ ہے کہ مجھے جماع کی طاقت اوروں سے بہت زیادہ تھی' رمضان میں اس خوف سے کہ کہیں ایسا نہ ہو دن میں روزے کے وقت میں بچ نہ سکوں میں نے رمضان بھر کیلئے اپنی بیوی سے ظہار کر لیا' ایک رات جبکہ وہ میری خدمت میں مصروف تھی بدن کے کسی حصہ سے کپڑا ہٹ گیا پھر تاب کہاں تھی؟ اس سے بات چیت کر

---

[1] [حسن: ابو داؤد: کتاب الطلاق: باب فی الظهار (٢٢١٤) مسند احمد (٦/ ١٤٠) طبرانی کبیر (٢٤/ ٢٤٧)] شیخ البانیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔ [صحیح ابو داود (١٩٣٤)]

بیٹھا صبح اپنی قوم کے پاس آ کر میں نے کہا رات ایسا واقعہ ہو گیا ہے تم مجھے لے کر رسول اللہ ﷺ کے پاس لے چلو اور آپ سے پوچھو کہ اس گناہ کا بدلہ کیا ہے؟ سب نے انکار کیا اور کہا کہ ہم تو تیرے ساتھ نہیں جائیں گے ایسا نہ ہو کہ قرآن کریم میں اس کی بابت کوئی آیت اترے یا حضور ﷺ کوئی ایسی بات فرما دیں کہ ہمیشہ کیلئے ہم پر عار باقی رہ جائے' تو جانے تیرا کام' تو نے ایسا کیوں کیا؟ ہم تیرے ساتھی نہیں' میں نے کہا جی ہاں اچھا پھر اکیلا جاتا ہوں۔ چنانچہ میں گیا اور حضور ﷺ سے تمام واقعہ بیان کیا' آپ نے فرمایا تم نے ایسا کیا؟ میں نے کہا جی ہاں حضور مجھ سے ایسا ہو گیا ہے۔ آپ نے پھر فرمایا تم نے ایسا کیا؟ میں نے پھر یہی عرض کیا کہ حضور ﷺ مجھ سے یہ خطا ہو گئی' آپ نے تیسری دفعہ بھی یہی فرمایا میں نے اقرار کیا اور کہا کہ حضور ﷺ میں موجود ہوں جو سزا میرے لئے تجویز کی جائے میں اسے صبر سے برداشت کروں گا آپ حکم دیجئے' آپ نے فرمایا جاؤ ایک غلام آزاد کرو' میں نے اپنی گردن پر ہاتھ رکھ کر کہا حضور ﷺ میں تو صرف اس کا مالک ہوں اللہ کی قسم مجھے غلام آزاد کرنے کی طاقت نہیں' آپ نے فرمایا پھر دو مہینے کے پے در پے روزے رکھو' میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ روزوں ہی کی وجہ سے تو یہ ہوا' آپ نے فرمایا پھر جاؤ صدقہ کرو میں نے کہا اللہ کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے میرے پاس کچھ نہیں بلکہ آج کی شب سب گھر والوں نے فاقہ کیا ہے' پھر فرمایا اچھا بنو زریق کے قبیلے کے صدقے والے کے پاس جاؤ اور اس سے کہو کہ وہ صدقے کا مال تمہیں دے دیں تم اس میں سے ایک وسق کھجور ساٹھ مسکینوں کو دے دو اور باقی آپ اپنے اور اپنے بچوں کے کام میں لاؤ' میں خوش خوش واپس لوٹا اور اپنی قوم کے پاس آیا اور ان سے کہا تمہارے پاس تو میں نے تنگی اور برائی پائی اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے پاس میں نے کشادگی اور برکت پائی' حضور کا حکم ہے کہ اپنے صدقے تم مجھے دے دو چنانچہ انہوں نے مجھے دے دیئے (مسند احمد' ابوداؤد وغیرہ) [1] بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ حضرت اوس بن صامت رضی اللہ عنہ اور ان کی بیوی صاحبہ حضرت خویلہ بنت ثعلبہ رضی اللہ عنہا کے واقعہ کے بعد کا ہے' چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا فرمان ہے کہ ظہار کا پہلا واقعہ حضرت اوس بن صامت رضی اللہ عنہ کا ہے جو حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے بھائی تھے' ان کی بیوی صاحبہ کا نام خولہ بنت ثعلبہ بن مالک رضی اللہ عنہا تھا' اس واقعہ سے حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کو ڈر تھا کہ شاید طلاق ہو گئی انہوں نے آ کر حضور ﷺ سے کہا کہ میرے میاں نے مجھ سے ظہار کر لیا ہے اور اگر ہم علیحدہ علیحدہ ہو گئے تو دونوں برباد ہو جائیں گے میں اس لائق بھی نہیں رہی کہ مجھے اولاد ہو ہمارے اس تعلق کو بھی زمانہ گزر چکا اور بھی اس طرح کی باتیں کہتی جاتی تھیں اور روتی جاتی تھیں' اب تک ظہار کا حکم اسلام میں نہ تھا اس پر یہ آیتیں شروع سورت سے ﴿اَلِیۡمٌ﴾ تک اتریں۔ حضور ﷺ نے اوس رضی اللہ عنہ کو بلوایا اور پوچھا کیا تم غلام آزاد کر سکتے ہو؟ انہوں نے قسم کھا کر انکار کیا حضور ﷺ نے ان کیلئے رقم جمع کی انہوں نے اس

---

[1] [حسن: ابو داؤد: كتاب الطلاق: باب في الظهار (٢٢١٣) ترمذی: كتاب التفسير: باب و من سورة المجادلة (٣٢٩٩)، (١٢٠٠) ابن ماجه: كتاب الطلاق: باب الظهار (٢٠٦٢) مستدرك حاكم (٢٠٣/٢)] شیخ البانیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔ [صحیح ابوداود]

سے غلام خرید کر آزاد کیا اور اپنی بیوی صاحبہ سے رجوع کیا (ابن جریر) [1] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے علاوہ اور بھی بہت سے بزرگوں کا یہی فرمان ہے کہ یہ آیتیں انہی کے بارے میں نازل ہوئی ہیں' واللہ اعلم۔ لفظ ظہار ظہر سے مشتق ہے چونکہ اہل جاہلیت اپنی بیوی سے ظہار کرتے وقت یوں کہتے تھے کہ "اَنْتِ عَلَيَّ كَظَهْرِ اُمِّيْ" تو مجھ پر ایسی ہے جیسے میری ماں کی پیٹھ' شریعت میں حکم یہ ہے کہ اس طرح خواہ کسی عضو کا نام لے ظہار ہو جائے گا' ظہار جاہلیت کے زمانے میں طلاق سمجھا جاتا تھا اللہ تعالیٰ نے اس امت کیلئے اس میں کفارہ مقرر کر دیا اور اسے طلاق شمار نہیں کیا جیسے کہ جاہلیت کا دستور تھا۔ سلف میں سے اکثر حضرات نے یہی فرمایا ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما جاہلیت کے دستور کا ذکر کر کے فرماتے ہیں اسلام میں جب حضرت خویلہ رضی اللہ عنہا والا واقعہ پیش آیا اور دونوں میاں بیوی پچھتانے لگے تو حضرت اوس رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی صاحبہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا یہ جب آئیں تو دیکھا کہ آپ کنگھی کر رہے ہیں' آپ نے واقعہ سن کر فرمایا ہمارے پاس اس کا کوئی حکم نہیں اتنے میں یہ آیتیں اتریں اور آپ نے حضرت خویلہ رضی اللہ عنہا کو اس کی خوشخبری دی اور پڑھ کر سنائیں' جب غلام کو آزاد کرنے کا ذکر کیا تو عذر کیا ہمارے پاس غلام نہیں' پھر روزوں کا ذکر سن کر کہا کہ اگر ہم روز تین مرتبہ پانی نہ پئیں تو بوجہ اپنے بڑھاپے کے فوت ہو جائیں' جب کھانا کھلانے کا ذکر آیا تو کہا چند لقموں پر تو دن گزرتا ہے تو اوروں کو دینا کہاں؟ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آدھا وسق تیس صاع منگوا کر انہیں دیئے اور فرمایا اسے صدقہ کر دو اور اپنی بیوی سے رجوع کر لو (ابن جریر) [2] اس کی سند قوی اور پختہ ہے' لیکن ادائیگی غرابت سے خالی نہیں۔ حضرت ابو العالیہ رحمہ اللہ سے بھی اسی طرح مروی ہے' فرماتے ہیں خولہ بنت دلیج ایک انصاری کی بیوی تھیں جو کم نگاہ والے اور کج خلق تھے' کسی دن کسی بات پر میاں بیوی میں جھگڑا ہو گیا تو جاہلیت کی رسم کے مطابق ظہار کر لیا جو ان کی طلاق تھی۔ یہ بیوی صاحبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچیں اس وقت آپ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں تھے اور ام المومنین رضی اللہ عنہا آپ کا سر دھو رہی تھیں' جا کر سارا واقعہ بیان کیا' آپ نے فرمایا اب کیا ہو سکتا ہے؟ میرے علم میں تو تو اس پر حرام ہو گئی یہ سن کر کہنے لگیں اللہ میری عرض تجھ سے ہے' اب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ کا سر مبارک کا ایک حصہ دھو کر گھوم کر دوسری جانب آئیں اور ادھر کا حصہ دھونے لگیں تو حضرت خولہ رضی اللہ عنہا بھی گھوم کر اس دوسری طرف آ بیٹھیں اور اپنا واقعہ دوہرایا' آپ نے پھر یہی جواب دیا' ام المومنین رضی اللہ عنہا نے دیکھا کہ آپ کا چہرہ متغیر ہو گیا ہے تو ان سے کہا دور ہٹ کر بیٹھو' یہ دور کھسک گئیں ادھر وحی نازل ہونی شروع ہوئی جب اتر چکی تو آپ نے فرمایا وہ عورت کہاں ہے؟ ام المومنین رضی اللہ عنہا نے انہیں آواز دے کر بلایا آپ نے فرمایا جاؤ اپنے خاوند کو لے آؤ' وہ دوڑتی ہوئی گئیں اور اپنے شوہر کو بلا لائیں تو واقعی وہ ایسے تھے جیسے انہوں نے کہا تھا' آپ نے ﴿اَسْتَعِيْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾ پڑھ کر اس سورت کی یہ آیتیں سنائیں' اور فرمایا کیا تم غلام آزاد کر سکتے ہو؟ انہوں نے کہا نہیں' کہا دو مہینے کے لگاتار ایک

---

[1] [تفسیر ابن جریر الطبری (۳۳۷۳۰)] اس میں عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن راوی ضعیف ہے۔]

[2] [ضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (۳۳۷۱۷)] اس کی سند میں ابوحمزہ ثمالی ضعیف ہے۔]

پیچھے ایک روزے رکھ سکتے ہو؟ انہوں نے قسم کھا کر کہا اگر دو تین مرتبہ میں نہ کھاؤں تو بینائی بالکل جاتی رہتی ہے' فرمایا کیا ساٹھ مسکینوں کو کھانا دے سکتے ہو؟ انہوں نے کہا نہیں لیکن اگر آپ میری امداد فرمائیں تو الگ بات ہے' پس حضور ﷺ نے ان کی اعانت کی اور فرمایا ساٹھ مسکینوں کو کھلا دو اور جاہلیت کی اس طلاق کی رسم کو ہٹا کر اللہ تعالیٰ نے اسے ظہار مقرر فرمایا' [1] (ابن ابی حاتم) حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں ایلاء اور ظہار جاہلیت کے زمانہ کی طلاقیں تھیں' اللہ تعالیٰ نے ایلاء میں تو چار مہینے کی مدت مقرر فرمائی اور ظہار میں کفارہ مقرر فرمایا۔ حضرت امام مالک رحمہ اللہ نے لفظ "مِنْكُمْ" سے استدلال کیا ہے کہ چونکہ یہاں خطاب مومنوں سے ہے اس لئے اس حکم میں کافر داخل نہیں جمہور کا مذہب اس کے برخلاف ہے وہ اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ یہ بہ اعتبار غلبہ کے کہہ دیا گیا ہے اس لئے بطور قید کے اس کا مفہوم مخالف مراد نہیں لے سکتے' لفظ "مِنْ نِّسَآئِهِمْ" سے جمہور نے استدلال کیا ہے کہ لونڈی سے ظہار نہیں نہ وہ اس خطاب میں داخل ہے۔ پھر فرماتا ہے اس کہنے سے کہ تو مجھ پر میری ماں کی طرح ہے یا میرے لئے تو مثل میری ماں کے ہے یا مثل میری ماں کی پیٹھ کے ہے یا اور ایسے ہی الفاظ اپنی بیوی کو کہہ دینے سے وہ سچ مچ ماں نہیں بن جاتی' حقیقی ماں تو وہی ہے جس کے بطن سے یہ تولد ہوا ہے' یہ لوگ اپنے منہ سے فحش اور باطل قول بول دیتے ہیں' اللہ تعالیٰ درگزر کرنے والا اور بخشنے والا ہے۔ اس نے جاہلیت کی اس تنگی کو تم سے دور کر دیا' اس طرح ہر وہ کلام جو ایک دم زبان سے بغیر سوچے سمجھے اور بلا قصد نکل جائے۔ چنانچہ ابوداؤد میں ہے کہ حضور ﷺ نے سنا کہ ایک شخص اپنی بیوی سے کہہ رہا ہے اے میری بہن تو آپ نے فرمایا یہ تیری بہن ہے؟ [2] غرض یہ کہنا برا لگا اسے روکا مگر اس سے حرمت نہیں کی کیونکہ دراصل اس کا مقصود یہ نہ تھا یونہی زبان سے بغیر قصد کے نکل گیا تھا ورنہ ضرور حرمت ثابت ہو جاتی' کیونکہ صحیح قول یہی ہے کہ اپنی بیوی کو جو شخص اس نام سے یاد کرے جو محرمات ابدیہ ہیں مثلاً بہن' پھوپھی یا خالہ وغیرہ تو وہ بھی حکم میں ماں کہنے کے ہیں۔ جو لوگ ظہار کریں پھر اپنے کہنے سے لوٹیں اور اس کا مطلب ایک تو یہ بیان کیا گیا ہے کہ ظہار کیا پھر مکرر اس لفظ کو کہا لیکن یہ ٹھیک نہیں' بقول حضرت امام شافعی رحمہ اللہ مطلب یہ ہے کہ ظہار کیا پھر اس عورت کو روک رکھا یہاں تک کہ اتنا زمانہ گزر گیا کہ اگر چاہتا تو اس میں باقاعدہ طلاق دے سکتا تھا لیکن طلاق نہ دی۔ امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ پھر لوٹے جماع کی طرف یا ارادہ کرے تو یہ حلال نہیں تاوقتیکہ مذکورہ کفارہ ادا نہ کرے۔ امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مراد اس سے جماع کا ارادہ یا پھر بسانے کا عزم یا جماع ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ وغیرہ کہتے ہیں مراد ظہار کی طرف لوٹنا ہے اس کی حرمت اور جاہلیت کے حکم کے اٹھ جانے کے بعد پس جو شخص اب ظہار کرے گا اس پر اس کی بیوی حرام ہو جائے گی جب تک کہ کفارہ نہ ادا کرے' حضرت سعید رحمہ اللہ فرماتے ہیں مراد یہ ہے کہ جس چیز کو اس نے اپنی جان پر حرام کر لیا

---

[1] [مرسل : تفسیر ابن جریر الطبری (٣٣٧١٤)]

[2] [ضعیف : ابو داؤد : کتاب الطلاق : باب فی الرجل یقول لا مراته یا اختی (٢٢١٠۔ ٢٢١١)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔[ضعیف ابوداود]

تھا اب پھر اس کام کو کرنا چاہے تو اس کا کفارہ ادا کرے۔ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کا قول ہے کہ مجامعت کرنا چاہے ورنہ اور طرح چھونے میں قبل کفارہ کے بھی ان کے نزدیک کوئی حرج نہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ فرماتے ہیں یہاں اس سے مراد صحبت کرنا ہے۔ [1] زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہاتھ لگانا پیار کرنا بھی کفارہ کی ادائیگی سے پہلے جائز نہیں۔ سنن میں ہے کہ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے اپنی بیوی سے ظہار کیا تھا پھر کفارہ ادا کرنے سے پہلے میں نے اس سے مل لیا آپ نے فرمایا اللہ تجھ پر رحم کرے ایسا تو نے کیوں کیا؟ کہنے لگا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چاندنی رات میں اس کے خلخال کی چمک نے مجھے بے تاب کر دیا آپ نے فرمایا اس سے قربت نہ کرنا جب تک کہ اللہ کے فرمان کے مطابق کفارہ ادا نہ کر دے [2] نسائی میں یہ حدیث مرسلاً مروی ہے اور امام نسائی رحمہ اللہ مرسل ہونے کو اولیٰ بتاتے ہیں۔ پھر کفارہ بیان ہو رہا ہے کہ ایک غلام آزاد کرے یہاں یہ قید نہیں کہ مومن ہی ہو جیسے قتل کے کفارے میں غلام کے مومن ہونے کی قید ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ تو فرماتے ہیں یہ مطلق اس مقید پر محمول ہوگی کیونکہ غلام کو آزاد کرنے کی شرط جیسی وہاں ہے ایسی ہی یہاں بھی ہے اس کی دلیل یہ بھی ہے کہ ایک سیاہ فام لونڈی کی بابت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا اسے آزاد کر دو یہ مومنہ ہے [3] اوپر واقعہ گزر چکا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ظہار کر کے پھر کفارہ سے قبل واقع ہونے والے کو آپ نے دوسرا کفارہ ادا کرنے کو نہیں فرمایا۔ پھر فرماتا ہے اس سے تمہیں نصیحت کی جاتی ہے یعنی دھمکایا جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہاری مصلحتوں سے خبردار ہے اور تمہارے احوال کا عالم ہے۔ جو غلام کو آزاد کرنے پر قادر نہ ہو وہ دو مہینے کے لگاتار روزے رکھنے کے بعد اپنی بیوی سے اس صورت میں مل سکتا ہے اور اگر اس کا بھی مقدور نہ ہو تو پھر ساٹھ مسکینوں کو کھانا دینے کے بعد پہلے حدیثیں گزر چکیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ مقدم پہلی صورت پھر دوسری صورت پھر تیسری جیسے کہ بخاری و مسلم کی اس حدیث میں بھی ہے جس میں آپ نے رمضان میں اپنی بیوی سے جماع کرنے والے کو فرمایا تھا۔ [4] ہم نے یہ احکام اس لئے مقرر کئے ہیں کہ تمہارا کامل ایمان اللہ پر اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ہو جائے۔ یہ اللہ کی مقرر کردہ حدیں ہیں اس کے محرمات ہیں خبردار

---

[1] [تفسیر ابن جریر الطبری (۲۳۱/۳۲)]

[2] [صحیح : ابو داؤد : کتاب الطلاق : باب فی الظهار (۲۲۲۱) ترمذی : کتاب الطلاق : باب ما جآء فی المظاهر یواقع قبل ان یکفر (۱۱۹۹) ابن ماجه : کتاب الطلاق : باب المظاهر یجامع قبل ان یکفر (۲۰٦٥) نسائی : کتب الطلاق : باب الظهار (۳٤۸۷) مستدرك حاکم (۲۰٤/۲)] شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ابوداود]

[3] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب المساجد و مواضع الصلاة : باب تحریم الکلام فی الصلاة ونسخ ما کان فی اباحته (۵۳۷) نسائی : کتاب السهو : باب الکلام فی الصلاة (۱۲۱۹) ابو داؤد : کتاب الصلاة : باب تشمیت العاطس فی الصلاة (۹۳۰)، (۳۲۸۲) مسند احمد (٤٤۷/۵)]

[4] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الصوم : باب اذا جآء فی رمضان ولم یکن له شیء (۱۹۳٦) صحیح مسلم : کتاب الصیام : باب تغلیظ تحریم الجماع فی نهار رمضان علی الصائم (۱۱۱۱)]

اس حرمت کو نہ توڑنا۔ جو کافر ہوں جو ایمان نہ لائیں حکم برداری نہ کریں شریعت کے احکام کی بے عزتی کریں ان سے لا پرواہی برتیں انہیں بلاؤں سے بچنے والا نہ سمجھو بلکہ ان کیلئے دنیا و آخرت میں دردناک عذاب ہیں۔

إِنَّ الَّذِينَ يُحَادُّونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ كُبِتُوا كَمَا كُبِتَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ ۚ وَقَدْ أَنزَلْنَا آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ ۚ وَلِلْكَافِرِينَ عَذَابٌ مُّهِينٌ ﴿٥﴾ يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللَّهُ جَمِيعًا فَيُنَبِّئُهُم بِمَا عَمِلُوا ۚ أَحْصَاهُ اللَّهُ وَنَسُوهُ ۚ وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ﴿٦﴾ ع أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۖ مَا يَكُونُ مِن نَّجْوَىٰ ثَلَاثَةٍ إِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ إِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَا أَدْنَىٰ مِن ذَٰلِكَ وَلَا أَكْثَرَ إِلَّا هُوَ مَعَهُمْ أَيْنَ مَا كَانُوا ۖ ثُمَّ يُنَبِّئُهُم بِمَا عَمِلُوا يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۚ إِنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿٧﴾

بیشک جو لوگ اللہ سے اور اس کے رسول سے مخالفت کرتے ہیں وہ ذلیل کئے جائیں گے جیسے ان سے پہلے کے لوگ ذلیل کئے گئے تھے اور بیشک ہم واضح آیتیں اتار چکے ہیں اور منکروں کیلئے تو ذلت کی مار ہے ہی ○ جس دن اللہ تعالیٰ ان سب کو اٹھائے گا پھر انہیں ان کے کئے ہوئے اعمال سے آگاہ کرے گا' جسے اللہ نے یاد رکھا اور جسے یہ بھول گئے تھے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز سے واقف ہے ○ کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں کی اور زمین کی ہر چیز کا علم رکھتا ہے' تین آدمیوں کا مشورہ نہیں ہوتا مگر اللہ ان کا چوتھا ہوتا ہے اور نہ پانچ کا مگر ان کا چھٹا وہ ہوتا ہے اور نہ ان سے کم کا اور نہ زیادہ کا مگر وہ ساتھ ہی ہوتا ہے جہاں بھی وہ ہوں' پھر قیامت کے دن انہیں ان کے اعمال سے آگاہ کرے گا' بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز سے واقف ہے ○

رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کرنے والوں کے لیے ذلت: فرمان ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کرنے والے اور احکام شرع سے سرتابی کرنے والے ذلت اد بار نحوست اور پھٹکار کے لائق ہیں جس طرح ان سے اگلے انہی اعمال کے باعث برباد اور رسوا کر دیئے گئے' اسی طرح یہ بھی اس سرکشی کے باعث برباد اور رسوا کر دیئے گئے' اسی طرح واضح' اس قدر ظاہر' اتنی صاف اور ایسی کھلی آیتیں بیان کر دی ہیں اور نشانیاں ظاہر کر دی ہیں کہ سوائے اس کے جس کے دل میں سرکشی ہو ان سے کوئی انکار نہیں کر سکتا اور جو ان کا انکار کرے وہ کافر ہے اور ایسے کفار کیلئے یہاں کی ذلت کے بعد وہاں کے بھی اہانت والے عذاب ہیں' یہاں ان کے تکبر نے اللہ کی طرف جھکنے سے روکا اس کے بدلے انہیں بے انتہا ذلیل کیا جائے گا' خوب روندا جائے گا' قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تمام اگلوں پچھلوں کو ایک ہی میدان میں جمع کرے گا اور جو بھلائی برائی جس کسی نے کی تھی اس سے اسے آگاہ کر دے گا۔ گو یہ بھول گئے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے تو اسے یاد رکھا تھا اس کے فرشتوں نے اسے لکھ رکھا تھا۔ نہ تو اللہ تعالیٰ پر کوئی چیز چھپ سکے نہ اللہ تعالیٰ کسی چیز کو بھولے۔ پھر بیان فرماتا ہے کہ تم جہاں ہو جس حالت میں ہو نہ تمہاری باتیں اللہ کے سننے سے رہ سکیں نہ تمہاری حالتیں اللہ کے دیکھنے سے پوشیدہ رہیں اس کے علم نے ساری دنیا کا احاطہ کر رکھا ہے اسے ہر زمان و مکان کی اطلاع ہر وقت ہے' وہ ہر زمین و آسمان کی تمام تر کائنات سے باعلم ہے' تین

شخص آپس میں مل کر نہایت پوشیدگی سے رازداری کے ساتھ اپنی باتیں ظاہر کریں انہیں وہ سنتا ہے اور وہ اپنے آپ کو تین ہی نہ سمجھیں بلکہ اپنا چوتھا اللہ کو گنیں، اور جو پانچ شخص تنہائی میں رازداریاں کر رہے ہیں وہ چھٹا اللہ کو جانیں پھر جو اس سے کم ہوں یا اس سے زیادہ ہوں، وہ بھی یقین رکھیں کہ وہ جہاں کہیں بھی ہیں ان کے ساتھ ان کا اللہ ہے یعنی ان کے حال وقال سے مطلع ہے ان کے کلام کو سن رہا ہے اور ان کی حالتوں کو دیکھ رہا ہے پھر ساتھ ہی ساتھ اس کے فرشتے بھی لکھتے جا رہے ہیں۔ جیسے اور جگہ ہے ﴿أَلَمْ يَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ سِرَّهُمْ وَنَجْوَاهُمْ وَأَنَّ اللَّهَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ﴾ [1] کیا لوگ نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ ان کی پوشیدہ باتوں کو اور ان کی سرگوشیوں کو بخوبی جانتا ہے اور اللہ تعالیٰ تمام غیوب پر اطلاع رکھنے والا ہے، اور جگہ ارشاد ہے ﴿أَمْ يَحْسَبُونَ أَنَّا لَا نَسْمَعُ سِرَّهُمْ وَنَجْوَاهُمْ بَلَى وَرُسُلُنَا لَدَيْهِمْ يَكْتُبُونَ﴾ [2] کیا ان کا یہ گمان ہے کہ ہم ان کی پوشیدہ باتوں اور خفیہ مشوروں کو سن نہیں رہے؟ برابر سن رہے ہیں اور ہمارے بھیجے ہوئے ان کے پاس موجود ہیں جو لکھتے جا رہے ہیں، اکثر بزرگوں نے اس بات پر اجماع نقل کیا ہے کہ اس آیت سے مراد معیت علمی ہے یعنی اللہ تعالیٰ کا وجود نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا علم ہر جگہ ہے، ہر تین کے مجمع میں چوتھا اس کا علم ہے تبارک وتعالیٰ۔ بے شک وشبہ اس بات پر ایمان کامل اور یقین راسخ رکھنا چاہئے کہ یہاں مراد ذات سے ہونا نہیں بلکہ علم سے ہر جگہ موجود ہونا ہے، ہاں بیشک اس کا سننا دیکھنا بھی اسی طرح اس کے علم کے ساتھ ساتھ ہے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنی تمام مخلوق پر مطلع ہے ان کا کوئی کام اس سے پوشیدہ نہیں، پھر قیامت کے دن انہیں ان کے تمام اعمال پر تنبیہ کرے گا، اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔ حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس آیت کو شروع بھی اپنے علم کے بیان سے کیا تھا اور ختم بھی اللہ کے علم کے بیان پر کیا (مطلب یہ ہے کہ درمیان میں اللہ کا ساتھ ہونا بیان کیا تھا اس سے بھی از روئے علم کے ساتھ ہونا ہے نہ کہ از روئے ذات کے۔ مترجم)

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ نُهُوا عَنِ النَّجْوَىٰ ثُمَّ يَعُودُونَ لِمَا نُهُوا عَنْهُ وَيَتَنَاجَوْنَ بِالْإِثْمِ
وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَتِ الرَّسُولِ وَإِذَا جَاءُوكَ حَيَّوْكَ بِمَا لَمْ يُحَيِّكَ بِهِ اللَّهُ وَيَقُولُونَ
فِي أَنْفُسِهِمْ لَوْلَا يُعَذِّبُنَا اللَّهُ بِمَا نَقُولُ حَسْبُهُمْ جَهَنَّمُ يَصْلَوْنَهَا فَبِئْسَ الْمَصِيرُ ﴿٨﴾
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَنَاجَيْتُمْ فَلَا تَتَنَاجَوْا بِالْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَتِ الرَّسُولِ
وَتَنَاجَوْا بِالْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ﴿٩﴾ إِنَّمَا النَّجْوَىٰ مِنَ
الشَّيْطَانِ لِيَحْزُنَ الَّذِينَ آمَنُوا وَلَيْسَ بِضَارِّهِمْ شَيْئًا إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ وَعَلَى اللَّهِ
فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ﴿١٠﴾

کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہیں کانا پھوسی سے روک دیا گیا تھا وہ پھر بھی اس روکے ہوئے کام کو دوبارہ کرتے ہیں

---

[1] [سورۃ التوبہ : آیت ۷۸] [2] [سورۃ الزخرف : آیت ۸۰]

اور آپس میں گنہگاری کی اور ظلم اور زیادتی کی اور نافرمانی پیغمبر (ﷺ) کی سرگوشیاں کرتے ہیں اور جب تیرے پاس آتے ہیں تو تجھے ان لفظوں میں سلام کرتے ہیں جن لفظوں میں اللہ تعالیٰ نے نہیں کہا اور اپنے جی میں کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ہمارے اس کہنے پر سزا کیوں نہیں دیتا' ان کیلئے جہنم کافی سزا ہے' جس میں یہ جائیں گے' سو وہ برا ٹھکانہ ہے ○ اے ایمان والو! تم جب چھپ چھپاتے باتیں کرو تو یہ سرگوشیاں اور گنہگاری اور ظلم و زیادتی اور نافرمانی پیغمبر (ﷺ) کی نہ ہوں۔ بلکہ نفع رسانی اور پرہیزگاری کی باتوں پر اس میں تبادلہ خیالات کرو' اور اس اللہ سے ڈرتے رہو جس کے پاس تم سب جمع کئے جاؤ گے ○ بری سرگوشیاں شیطانی کام ہے جس سے ایمان داروں کو رنج پہنچے گو اللہ تعالیٰ کی چاہت بغیر وہ انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا' ایمان والوں کو چاہئے کہ اللہ ہی پر بھروسہ رکھیں ○

ایک معاشرتی ادب: کانا پھوسی سے یہودیوں کو روک دیا گیا تھا اس لئے کہ ان میں اور آنحضرت ﷺ میں جب صلح و صفائی تھی تو یہ لوگ یہ حرکت کرنے لگے کہ جہاں کسی مسلمان کو دیکھا اور جہاں کوئی ان کے پاس گیا یہ ادھر ادھر جمع ہو کر چپکے چپکے اشاروں کنایوں میں اس طرح کانا پھوسی کرنے لگتے کہ اکیلا دکیلا مسلمان یہ گمان کرتا کہ شاید یہ لوگ میرے قتل کی سازشیں کر رہے ہیں یا میرے خلاف اور ایمانداروں کے خلاف کچھ منفی ترکیبیں سوچ رہے ہیں اسے ان کی طرف جاتے ہوئے بھی ڈر لگتا' جب یہ شکایتیں عام ہوئیں تو حضور ﷺ نے یہودیوں کو اس سفلی حرکت سے روک دیا' لیکن انہوں نے پھر بھی یہی کرنا شروع کیا۔ ابن ابی حاتم کی ایک حدیث میں ہے کہ ہم لوگ باری باری رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں رات کو حاضر ہوتے کہ اگر کوئی کام کاج ہو تو کریں' ایک رات کو باری والے آ گئے اور کچھ اور لوگ بھی بہ نیت ثواب آ گئے چونکہ لوگ زیادہ جمع ہو گئے تو ہم ٹولیاں ٹولیاں بنا کر ادھر ادھر بیٹھ گئے اور ہر جماعت آپس میں باتیں کرنے لگی' اتنے میں آنحضرت ﷺ تشریف لائے اور فرمایا یہ سرگوشیاں کیا ہو رہی ہیں؟ کیا تمہیں اس سے روکا نہیں گیا؟ ہم نے کہا حضور ﷺ ہماری توبہ ہم مسیح دجال کا ذکر کر رہے تھے کیونکہ اس سے کھٹکا رہتا ہے' آپ نے فرمایا سنو! میں تمہیں اس سے بھی زیادہ خوف کی چیز بتاؤں وہ پوشیدہ شرک ہے اس طرح کہ ایک شخص اٹھ کھڑا ہو اور دوسروں کو دکھانے کیلئے کوئی دینی کام کرے (یعنی ریاکاری) اس کی اسناد غریب ہے اور اس میں بعض راوی ضعیف ہیں۔ [1] پھر بیان ہوتا ہے کہ ان کی خانگی سرگوشیاں یا تو گناہ کے کاموں پر ہوتی ہیں جس میں ان کا ذاتی نقصان ہے' یا ظلم پر ہوتی ہیں جس میں دوسروں کے نقصان کی ترکیبیں سوچتے ہیں یا پیغمبر ﷺ کی مخالفت پر ایک دوسرے کو پختہ کرتے ہیں اور آپ کی نافرمانیوں کے منصوبے گانٹھتے ہیں۔ پھر ان بدکاروں کی ایک بدترین خصلت بیان ہو رہی ہے کہ سلام کے الفاظ کو بھی یہ بدل دیتے ہیں' حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ایک مرتبہ یہودی حضور ﷺ کے پاس آئے اور کہا ((اَلسَّامُ عَلَيْكَ يَا اَبَا الْقَاسِمِ)) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے رہا نہ گیا فرمایا ((وَعَلَيْكُمُ السَّامُ))۔ سام کے معنی موت کے ہیں۔ آنحضرت نے فرمایا اے عائشہ رضی اللہ عنہا اللہ تعالیٰ برے الفاظ اور سخت کلامی کو ناپسند فرماتا ہے۔ میں نے کہا کیا حضور ﷺ نے نہیں سنا۔

---

[1] [ضعیف: ابن ابی حاتم] اس کی سند میں ربیع بن عبدالرحمٰن راوی ضعیف ہے۔]

انہوں نے آپ کو السَّلَامُ نہیں کہا بلکہ السَّـــامُ کہا ہے آپ نے فرمایا کیا تم نے نہیں سنا؟ میں نے کہہ دیا ((وَعَلَيْكُمْ)) [1] اسی کا بیان یہاں ہو رہا ہے۔ دوسری روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کے جواب میں فرمایا تھا ((وَعَلَيْكُمُ السَّامُ وَالذَّامُ وَاللَّعْنَةُ)) اور آپ نے صدیقہ کو روکتے ہوئے فرمایا ہماری دعا ان کے حق میں مقبول ہے اور ان کا ہمیں سنانا مقبول ہے (ابن ابی حاتم وغیرہ) [2]

ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے مجمع میں تشریف فرما تھے کہ ایک یہودی نے آکر سلام کیا صحابہ رضی اللہ عنہم نے جواب دیا پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے پوچھا معلوم بھی ہے اس نے کیا کہا تھا؟ انہوں نے کہا حضرت سلام کیا تھا آپ نے فرمایا نہیں اس نے کہا تھا "سَامُ عَلَيْكُمْ" یعنی تمہارا دین مغلوب ہو مٹ جاؤ، پھر آپ نے حکم دیا کہ اس یہودی کو بلالاؤ، جب وہ آگیا تو آپ نے فرمایا سچ سچ بتادو کیا تو نے "سَامُ عَلَيْكُمْ" نہیں کہا تھا؟ اس نے کہا ہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں نے یہی کہا تھا آپ نے فرمایا سنو! جب کبھی کوئی اہل کتاب تم میں سے کسی کو سلام کرے تو صرف عَلَيْكَ کہہ دیا کرو یعنی جو تو نے کہا ہو وہ تجھ پر (ابن جریر وغیرہ) [3] پھر یہ لوگ اپنے اس کرتوت پر خوش ہو کر اپنے دل میں کہتے کہ اگر یہ نبی برحق ہوتا تو اللہ تعالیٰ ہماری اس چال بازی پر ہمیں دنیا میں ضرور عذاب کرتا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ تو ہمارے باطنی بیان سے بخوبی واقف ہے۔ پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے انہیں دار آخرت کا عذاب ہی کافی ہے جہاں یہ جہنم میں جائیں گے اور بری جگہ پہنچیں گے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اس آیت کا شان نزول یہودیوں کا اس طریقے کا سلام ہے [4] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ منافق اسی طرح سلام کرتے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ مومنوں کو ادب سکھاتا ہے کہ تم ان منافقوں اور یہودیوں کے سے کام نہ کرنا تم گناہ کے کاموں اور حد سے گزر جانے اور نبی کی نہ ماننے کے مشورے نہ کرنا بلکہ تمہیں ان کے برخلاف نیکی اور اپنے بچاؤ کے مشورے کرنے چاہئیں۔ تمہیں ہر وقت اللہ سے ڈرتے رہنا چاہئے جس کی طرف تمہیں جمع ہونا ہے، جو اس وقت تمہیں ہر نیکی بدی کی جزا سزا دے گا اور تمام اعمال واقوال سے متنبہ کرے گا گو تم بھول گئے لیکن اس کے پاس سب محفوظ اور موجود ہیں۔ حضرت صفوان رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا ہاتھ تھامے ہوئے تھا کہ ایک شخص آیا اور پوچھا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مومن کی جو سرگوشی قیامت کے دن اللہ

---

[1] [صحيح : صحیح مسلم : کتب السلام : باب النهی عن ابتداء اهل الکتاب بالسلام (۲۱٦٥)]

[2] [صحيح : صحیح بخاری : کتاب الادب : باب باب لم یکن النبی فاحشا ولا متفاحشا (٦٠٣٠) صحیح مسلم : کتاب السلام : باب النهی عن ابتداء اهل الکتاب بالسلام (۲۱٦٥)]

[3] [صحيح : ابن ماجه : کتاب الادب : باب رد السلام علی اهل الذمة (۳٦۹۷) ابن ابی شیبه (۸/٦۳۰) تفسیر ابن جریر الطبری (۳۳۷٦۸)] اس کی اصل صحیحین میں موجود ہے۔[صحیح بخاری (٦۲٥۸_٦۹۲٦) صحیح مسلم (۲۱٦۳)]

[4] [صحيح : مسند احمد (۲/۱۷۰) مجمع الزوائد (۱۱٤۰٥)] امام ہیثمی نے اس کی سند کو جید کہا ہے۔ شیخ شعیب ارناؤوط اسے صحیح کہتے ہیں۔[الموسوعة الحديثية (٦٥٨۹)]

تعالیٰ سے ہوگی اس کے بارے میں کیا سنا ہے؟ آپ نے فرمایا رسالت مآب ﷺ سے میں نے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ مومن کو اپنے پاس بلائے گا اور اس قدر قریب کہ اپنا بازو اس پر رکھ دے گا اور لوگوں سے اسے پردے میں کر لے گا اور اس سے اس کے گناہوں کا اقرار کرائے گا اور پوچھے گا یاد ہے؟ فلاں گناہ تم نے کیا تھا فلاں کیا تھا یہ اقرار کرتا جائے گا اور دل دھڑک رہا ہوگا کہ اب ہلاک ہوا' اتنے میں اللہ تعالیٰ فرمائے گا دیکھ دنیا میں بھی میں نے تیری پردہ پوشی کی اور آج میں نے بخشش کی' پھر اسے اس کی نیکیوں کا نامہ اعمال دیا جائے گا لیکن کافر و منافق کے بارے میں تو گواہ پکار کر کہہ دیں گے کہ یہ اللہ پر جھوٹ بولنے والے لوگ ہیں خبردار ہو جاؤ ان ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے (بخاری و مسلم) [1] پھر فرمان ہے کہ اس قسم کی سرگوشی جس سے مسلمان کو تکلیف پہنچے اور اسے بدگمانی ہو شیطان کی طرف سے ہے شیطان ان منافقوں سے یہ کام اس لئے کراتا ہے کہ مومنوں کو رنج و غم ہو لیکن حقیقت یہ ہے کہ اللہ کی اجازت کے بغیر کوئی شیطان یا کوئی اور انہیں کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتا' جسے کوئی ایسی حرکت معلوم ہو اسے چاہئے کہ اَعُوْذُ پڑھے اللہ کی پناہ لے اور اللہ پر بھروسہ رکھے ان شاء اللہ تعالیٰ اسے کوئی نقصان نہ پہنچے گا۔ ایسی کانا پھوسی جو کسی مسلمان کو ناگوار گزرے' حدیث میں بھی منع آئی ہے' مسند احمد میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جب تم تین آدمی ہو تو دو مل کر کان میں منہ ڈال کر باتیں کرنے بیٹھ جاؤ اس سے تیسرے کا دل میلا ہوگا (بخاری و مسلم) [2] اور روایت میں ہے کہ ہاں اگر اس کی اجازت ہو تو کوئی حرج نہیں۔ (مسلم) [3]

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوْا فِي الْمَجٰلِسِ فَافْسَحُوْا يَفْسَحِ اللّٰهُ لَكُمْ ۚ وَاِذَا قِيْلَ انْشُزُوْا فَانْشُزُوْا يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۙ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ⑪

اے مسلمانو! جب تم سے کہا جائے کہ مجلسوں میں ذرا کھل کر بیٹھو تو تم جگہ کشادہ کر دو اللہ تعالیٰ تمہیں کشادگی دے گا اور جب کہا جائے کہ اٹھ کھڑے ہو جاؤ تو تم اٹھ کھڑے ہو جاؤ اللہ تم میں سے ان لوگوں کے جو ایمان لائے ہیں اور علم دیئے گئے ہیں درجے بلند کر دے گا' اللہ تعالیٰ ہر اس کام سے جو تم کر رہے ہو وہ خوب خبردار ہے ○

چند آداب مجلس: یہاں ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ مجلسی آداب سکھاتا ہے۔ انہیں حکم دیتا ہے کہ نشست برخاست

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب المظالم : باب قول الله تعالی الا لعنة الله علی الظالمین (٢٤٤١)، (٤٦٨٥) صحیح مسلم : کتاب التوبه : باب فی سعة رحمة الله علی المومنین (٢٧٦٨)]

[2] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الاستیذان : باب باب اذ کانوا اکثر من ثلاثة فلا باس بالمسارة والمناجاة (٦٢٩٠) صحیح مسلم : کتاب السلام : باب تحریم مناجاة الاثنین دون الثالث (٢١٨٤) ابو داؤد : کتاب الادب (٤٨٥١) ترمذی : کتاب الادب (٢٨٢٥) ابن ماجه : کتاب الادب (٣٧٧٥) مسند احمد (٣٧٥/١) مسند حمیدی (١٠٩)]

[3] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب السلام (٢١٨٣)]

میں بھی ایک دوسرے کا خیال ولحاظ رکھو۔ تو فرماتا ہے کہ جب مجلس جمع ہو اور کوئی آئے تو ذرا ادھر ادھر ہٹ کر اسے بھی جگہ دو۔ مجلس میں کشادگی کرو۔ اس کے بدلے اللہ تعالیٰ تمہیں کشادگی دے گا۔ اس لئے کہ ہر عمل کا بدلہ اسی جیسا ہوتا ہے' چنانچہ ایک حدیث میں ہے جو شخص اللہ تعالیٰ کیلئے مسجد بنادے اللہ تعالیٰ اس کیلئے جنت میں گھر بنا دے گا۔ [1] ایک اور حدیث میں ہے کہ جو کسی سختی والے پر آسانی کرے اللہ تعالیٰ اس پر دنیا اور آخرت میں آسانی کرے گا' جو شخص اپنے کسی مسلمان بھائی کی مدد میں لگا رہے اللہ تعالیٰ خود اپنے اس بندے کی مدد پر رہتا ہے' [2] اور بھی اسی طرح کی بہت سی حدیثیں ہیں' حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ آیت مجلس ذکر کے بارے میں اتری ہے مثلاً وعظ ہو رہا ہے حضور ﷺ کچھ نصیحت کی باتیں بیان فرما رہے ہیں لوگ بیٹھے سن رہے ہیں اب جو دوسرا کوئی آیا تو کوئی اپنی جگہ سے نہیں سرکتا تاکہ اسے بھی جگہ مل جائے قرآن کریم نے حکم دیا کہ ایسا نہ کرو ادھر ادھر کھل جایا کرو تاکہ آنے والے کی جگہ ہو جائے' حضرت مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں جمعہ کے دن یہ آیت اتری' رسول اللہ ﷺ اس دن صفہ میں تھے یعنی مسجد کے ایک چھپر تلے جگہ تنگ تھی اور آپ کی عادت مبارک تھی کہ جو مہاجر اور انصاری بدر کی لڑائی میں آپ کے ساتھ تھے آپ ان کی بڑی عزت اور تکریم کیا کرتے تھے اس دن اتفاق سے چند بدری صحابہ رضی اللہ عنہم ذرا اوپر سے آئے تو آنحضرت ﷺ کے آس پاس کھڑے ہو گئے آپ سے سلام علیک ہوئی آپ نے جواب دیا پھر اور اہل مجلس کو سلام کیا انہوں نے بھی جواب دیا اب یہ اسی امید پر کھڑے رہے کہ مجلس میں ذرا کشادگی دیکھیں تو بیٹھ جائیں لیکن کوئی شخص اپنی جگہ سے نہ ہلا جو ان کیلئے جگہ ہوتی' آنحضرت ﷺ نے جب یہ دیکھا تو رہا نہ گیا نام لے کر بعض لوگوں کو ان کی جگہ کھڑا کیا اور ان بدری صحابیوں کو بیٹھنے کو فرمایا' جو لوگ کھڑے کرائے گئے تھے انہیں ذرا بھاری پڑا ادھر منافقوں کے ہاتھ میں ایک مشغلہ لگ گیا' کہنے لگے لیجئے یہ عدل کرنے کے مدعی نبی ہیں کہ جو لوگ شوق سے آئے پہلے آئے اپنے نبی کے قریب جگہ لی اطمینان سے اپنی اپنی جگہ بیٹھ گئے انہیں تو ان کی جگہ کھڑا کر دیا اور دیر سے آنے والوں کو ان کی جگہ دلوا دی کس قدر ناانصافی ہے' ادھر حضور ﷺ نے اس لئے ان کے دل میلے نہ ہوں دعا کی کہ اللہ اس پر رحم کرے جو اپنے مسلمان بھائی کیلئے مجلس میں جگہ کر دے اس حدیث کو سنتے ہی صحابہ رضی اللہ عنہم نے فوراً خود بخود اپنی جگہ ہٹنا اور آنے والوں کو جگہ دینا شروع کر دیا اور جمعہ ہی کے دن یہ آیت اتری (ابن ابی حاتم) [3] بخاری مسلم مسند وغیرہ میں حدیث ہے کہ کوئی شخص کسی دوسرے شخص کو اس کی جگہ سے ہٹا کر وہاں نہ بیٹھے بلکہ تمہیں چاہئے کہ ادھر ادھر سرک کر اس کیلئے جگہ بنا دو [4] شافعی میں ہے' تم میں سے کوئی شخص اپنے

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری: کتاب الصلاۃ (٤٥٠) صحیح مسلم : کتاب المساجد (٥٣٣)]

[2] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الذکر والدعاء : باب فضل الا جتماع علی تلاوۃ القرآن (٢٦٩٩)]

[3] [مرسل : تفسیر ابن جریر الطبری (٢٤٤/٢٣)]

[4] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الجمعۃ : باب لا یقیم الرجل اخاہ یوم الجمعۃ و یقعد مکانہ (٩١١)، (١١٤٠) صحیح مسلم : کتاب السلام : باب تحریم اقامۃ الانسان من موضعہ المباح الذی سبق الیہ (٢١٧٧) مسنداحمد (٢/١٧ـ ٢٢)]

بھائی کو جمعہ کے دن اس کی جگہ سے ہرگز نہ اٹھائے بلکہ کہہ دے کہ گنجائش کرو۔ (1) اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے کہ کسی آنے والے کیلئے کھڑے ہوجانا جائز ہے یا نہیں؟ بعض لوگ تو اجازت دیتے ہیں اور یہ حدیث پیش کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا اپنے سردار کے لئے کھڑے ہوجاؤ (2) بعض علماء منع کرتے ہیں اور یہ حدیث پیش کرتے ہیں کہ جو شخص یہ چاہے کہ لوگ اس کیلئے سیدھے کھڑے ہوں وہ جہنم میں اپنی جگہ بنالے (3) بعض بزرگ تفصیل بیان کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ سفر سے اگر کوئی آیا ہو تو حاکم کیلئے عہدہ حکمرانی کے سبب لوگوں کا کھڑے ہوجانا درست ہے' کیونکہ حضور ﷺ نے جن کیلئے کھڑا ہونے کو فرمایا تھا یہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ تھے بنو قریظہ کے آپ حاکم بنائے گئے تھے جب انہیں آتا ہوا دیکھا تو حضور ﷺ نے فرمایا تھا کہ اپنے سردار کیلئے کھڑے ہوجاؤ اور یہ (بطور تعظیم کے نہ تھا بلکہ) صرف اس لئے تھا کہ ان کے احکام کو بخوبی جاری کرائے۔ واللہ اعلم۔ ہاں اسے عادت بنالینا کہ مجلس میں جہاں کوئی بڑا آدمی آیا اور لوگ کھڑے ہوگئے یہ عجمیوں کا طریقہ ہے' سنن کی حدیث میں ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نزدیک رسول اللہ ﷺ سے زیادہ محبوب اور باعزت کوئی نہ تھا لیکن تاہم آپ کو دیکھ کر وہ کھڑے نہیں ہوا کرتے تھے' جانتے تھے کہ آپ اسے مکروہ سمجھتے ہیں۔ (4) سنن کی اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ آتے ہی مجلس کے خاتمہ پر بیٹھ جایا کرتے تھے اور جہاں آپ تشریف فرما ہوجاتے وہی جگہ صدارت کی جگہ ہوجاتی' اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے اپنے مراتب کے مطابق مجلس میں بیٹھ جاتے' حضرت الصدیق رضی اللہ عنہ آپ کے دائیں جانب فاروق رضی اللہ عنہ آپ کے بائیں اور عموماً حضرت عثمان وعلی رضی اللہ عنہما آپ کے سامنے بیٹھتے تھے کیونکہ یہ دونوں بزرگ کاتب وحی تھے آپ ان سے فرماتے اور یہ وحی لکھ لیا کرتے تھے۔ (5) صحیح مسلم میں ہے کہ حضور ﷺ کا

---

(1) [اسنادہ ضعیف ولہ شواھد: مسند شافعی (۱/۱۵۹)] اس میں ابن جریج مدلس کا عنعنہ ہے۔ تاہم اس کا صحیح شاہد موجود ہے۔ دیکھئے: صحیح مسلم (۲۱۷۸)]

(2) [صحیح: صحیح بخاری: کتاب العتق: باب باب کراھیۃ التطاول علی الرقیق (۲۵۵۰)، (۶۲۶۲) صحیح مسلم: کتاب الجھاد: باب جواز قتال من نقض العھد (۱۷۶۸) مسند احمد (۳/۲۲)]

(3) [حسن: ترمذی: کتاب الادب: باب ما جاء فی کراھیۃ قیام الرجل للرجل (۲۷۵۵) ابوداؤد: کتاب الادب: باب الرجل یقوم للرجل یعظمہ بذلك (۵۲۲۹)] شیخ البانیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔ [صحیح ترمذی] حافظ زبیر علی زئی بھی اسے حسن کہتے ہیں۔]

(4) [صحیح: ترمذی: کتاب الادب: باب ما جآء فی کراھیۃ قیام الرجل للرجل (۲۷۵٤) الادب المفرد (۹٤٦) مسند احمد (۳/۱۳۲)] امام ترمذیؒ نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔ شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔ [صحیح ترمذی]

(5) [صحیح: ترمذی: کتاب الاستیذان: باب فی الثلاثۃ الذین اقبلوا فی مجلس النبی (۲۷۲۵) ابوداؤد: کتاب الادب: باب فی التحلق (٤۸۲۵)] امام ترمذیؒ اسے حسن صحیح کہتے ہیں۔ شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ترمذی]

فرمان تھا کہ مجھ سے قریب ہو کر عقل مند، صاحب فراست لوگ بیٹھیں پھر درجہ بدرجہ [1] اور یہ انتظام اس لئے تھا کہ حضور ﷺ کے مبارک ارشادات یہ حضرات سنیں اور بخوبی سمجھیں، یہی وجہ تھی کہ صفہ والی مجلس میں جس کا ذکر ابھی ابھی گزرا ہے آپ نے اور لوگوں کو ان کی جگہ سے ہٹا کر وہ جگہ بدری صحابہ رضی اللہ عنہم کو دلوائی، گو اس کے ساتھ اور وجوہات بھی تھیں مثلاً ان لوگوں کو خود چاہیے تھا کہ ان بزرگ صحابہ رضی اللہ عنہم کا خیال کرتے اور لحاظ و مروت برت کر خود ہٹ کر انہیں جگہ دیتے جب انہوں نے ازخود ایسا نہیں کیا تو پھر حکماً ان سے ایسا کرایا گیا، اسی طرح پہلے کے لوگ حضور ﷺ کے بہت سے کلمات پوری طرح سن چکے تھے اب یہ حضرات آئے تھے تو آپ نے چاہا کہ یہ بھی بہ آرام بیٹھ کر میری حدیثیں سن لیں اور دینی تعلیم حاصل کرلیں، اسی طرح امت کو اس بات کی تعلیم بھی دینی تھی کہ وہ اپنے بڑوں اور بزرگوں کو امام کے پاس بیٹھنے دیں اور انہیں اپنے سے مقدم رکھیں۔ مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نمازوں کی صفوں کی درستی کے وقت ہمارے مونڈھے خود پکڑ پکڑ کر ٹھیک ٹھاک کرتے اور زبانی بھی فرماتے جاتے سیدھے رہو ٹیڑھے ترچھے نہ کھڑے ہوا کرو، دانائی اور عقل مندی والے مجھ سے بالکل قریب رہیں پھر درجہ بدرجہ دوسرے لوگ۔ حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ اس حدیث کو بیان فرما کر فرماتے تھے اس حکم کے باوجود افسوس کہ تم اب بڑی ٹیڑھی صفیں کرتے ہو۔ [2] مسلم، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ میں بھی یہ حدیث ہے ظاہر ہے کہ جب آپ کا یہ حکم نماز کے لئے تھا تو نماز کے سوا کسی اور وقتوں میں تو بطور اولیٰ یہی حکم رہے گا، ابوداؤد شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا صفوں کو درست کرو، مونڈھے ملائے رکھو صفوں کے درمیان خالی جگہ نہ چھوڑو اپنے بھائیوں کے ساتھ صف میں نرم بن جایا کرو، صف میں شیطان کیلئے سوراخ نہ چھوڑو صف ملانے والوں کو اللہ تعالیٰ ملاتا ہے اور صف توڑنے والے کو اللہ تعالیٰ کاٹ دیتا ہے [3] اسی لئے سید القراء حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ جب پہنچتے تو صف اول میں سے کسی ضعیف العقل شخص کو پیچھے ہٹا دیتے اور خود پہلی صف میں کھڑے ہو جاتے اور اسی حدیث کو دلیل لاتے کہ حضور ﷺ نے فرمایا مجھ سے قریب ذی رائے اور اعلیٰ عقل مند کھڑے ہوں پھر درجہ بدرجہ دوسرے لوگ۔ [4] حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھ کر اگر کوئی شخص کھڑا ہو جاتا تو آپ اس کی جگہ پر نہ بیٹھتے [5] اور اس حدیث کو پیش کرتے جو

---

[1] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الصلاة : باب تسویة الصفوف واقامتها (٤٣٢) ابو داؤد : کتاب الصلاة : باب من یستحب ان یلی الامام فی الصف و کراهیة التاخر (٦٧٤) ابن ماجه : کتاب اقامة الصلوات والسنة فیها : باب من یستحب ان یلی الامام (٩٧٦) نسائی : کتاب الامامة : باب من یلی الامام ثم الذی یلیه (٨٠٨) مسند احمد (١٢٢/٤) مسند حمیدی (٤٥٦)]

[2] [ایضا]

[3] [صحیح : ابو داؤد : کتاب الصلاة : باب تسویة الصفوف (٦٦٦) نسائی : کتاب الامامة : باب من وصل صفا (٨٢٠)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ابوداود]

[4] [صحیح : مسند احمد (١٤٠/٥) نسائی : کتاب الامامة : باب من یلی الامام ثم الذی یلیه (٨٠٨)] حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو صحیح کہتے ہیں۔]

[5] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الاستئذان : باب اذا قیل لکم تفسحوا فی المجالس فامسحوا (٦٢٨٠) صحیح مسلم : کتاب السلام : باب تحریم الاقامة الانسان من موضعه المباح (١٢٧٧)]

اوپر گزری کہ کسی کو اٹھا کر اس کی جگہ کوئی اور نہ بیٹھے' یہاں بطور نمونہ کے یہ چند مسائل اور تھوڑی حدیثیں لکھ کر ہم آگے چلتے ہیں بسط و تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں نہ یہ موقع ہے' ایک صحیح حدیث میں ہے کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ بیٹھے ہوئے تھے کہ تین شخص آئے ایک تو مجلس کے درمیان جگہ خالی دیکھ کر وہاں آ کر بیٹھ گئے دوسرے نے مجلس کے آخر میں جگہ بنالی تیسرے واپس چلے گئے' حضور ﷺ نے فرمایا لوگو! میں تمہیں تین شخصوں کی بابت خبر دوں ایک نے تو اللہ کی طرف جگہ لی اور اللہ تعالیٰ نے اسے جگہ دی' دوسرے نے شرم کی' اللہ نے بھی اس سے حیا کی۔ تیسرے نے منہ پھیر لیا تو اللہ تعالیٰ نے بھی اس سے منہ پھیر لیا۔ [1]

مسند احمد میں ہے کہ کسی کو حلال نہیں کہ دو شخصوں کے درمیان تفریق کرے' ہاں ان کی خوشنودی سے ہو تو اور بات ہے (ابوداؤد و ترمذی) [2] امام ترمذی رحمہ اللہ نے اسے حسن کہا ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما حضرت حسن بصری رحمہ اللہ وغیرہ فرماتے ہیں مجلسوں کی کشادگی کا حکم جہاد کے بارے میں ہے' اسی طرح اٹھ کھڑے ہونے کا حکم بھی جہاد کے بارے میں ہے' حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں یعنی جب تمہیں بھلائی اور کار خیر کی طرف بلایا جائے تو تم فوراً آ جاؤ۔ حضرت مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں' مطلب یہ ہے کہ جب تمہیں نماز کیلئے بلایا جائے تو اٹھ کھڑے ہو جایا کرو' حضرت عبدالرحمٰن بن زید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم جب حضور ﷺ کے ہاں آتے تو جاتے وقت ہر ایک کی چاہت یہ ہوتی کہ سب سے آخر حضور ﷺ سے جدا میں ہوں' بسا اوقات آپ کو کوئی کام کاج ہوتا تو بڑا حرج ہوتا لیکن آپ مروت سے کچھ نہ فرماتے اس پر یہ حکم ہوا کہ جب تم سے کھڑے ہونے کو کہا جائے تو کھڑے ہو جایا کرو' جیسے اور جگہ ہے ﴿وَاِنْ قِيْلَ لَكُمُ ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا﴾ [3] اگر تم سے لوٹ جانے کو کہا جائے تو لوٹ جاؤ۔ مجلسوں میں جگہ دینے کو جب کہا جائے تو جگہ دینے میں اور جب چلے جانے کو کہا جائے تو چلے جانے میں اپنی ہتک نہ سمجھو بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مرتبہ بلند کرنا اور اپنی توقیر کرانا ہے اسے اللہ ضائع نہ کرے گا بلکہ اس پر دنیا اور آخرت میں نیک بدلہ دے گا' جو شخص احکام الٰہیہ پر تواضع سے گردن جھکا دے اللہ تعالیٰ اس کی عزت بڑھاتا ہے اور اس کی شہرت نیکی کے ساتھ کرتا ہے' ایمان والوں اور صحیح علم والوں کا یہی کام ہوتا ہے کہ اللہ کے احکام کے سامنے گردن جھکا دیا کریں اور اس سے وہ بلند درجوں کے مستحق ہو جاتے ہیں' اللہ تعالیٰ کو بخوبی علم ہے کہ بلند مرتبوں کا مستحق کون ہے اور کون نہیں؟ حضرت نافع بن عبدالحارث سے امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی ملاقات

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب العلم : باب من قعد حیث ینتھی به المجلس (٦٦) صحیح مسلم : کتاب السلام : باب من اتی مجلسا فوجد فرجة فجلس فیھا (٢١٧٦) مسند احمد (٥/٢١٩)]

[2] [حسن صحیح : ابو داؤد : کتاب الادب : باب فی الرجل یجلس بین الرجلین بغیر اذنھما (٤٨٤٥) ترمذی : کتاب الادب : باب ما جآء فی کراھیة الجلوس بین الرجلین بغیر اذنھما (٢٧٥٢) مسند احمد (٢/٢١٣)] امام ترمذیؒ نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔ شیخ احمد شاکر اسے صحیح کہتے ہیں۔ [التعلیق علی المسند] شیخ البانیؒ نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔ [صحیح ابو داود]

[3] [سورة النور : آیت ٢٨]

عسفان میں ہوتی ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں مکہ شریف کا عامل بنایا تھا تو ان سے پوچھا کہ تم مکہ شریف میں اپنی جگہ کسے چھوڑ آئے ہو؟ جواب دیا کہ ابن ابزی کو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا وہ تو ہمارے مولی ہیں یعنی آزاد کردہ غلام انہیں تم اہل مکہ کا امیر بنا کر چلے آئے ہو؟ کہا ہاں اس لئے کہ وہ اللہ کی کتاب کا ماہر اور فرائض کا جاننے والا اچھا وعظ کہنے والا ہے' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس وقت فرمایا سچ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کی وجہ سے ایک قوم کو عزت پر پہنچا کر بلند مرتبہ کرے گا اور بعض کو پست و کم مرتبہ بنا دے گا۔ (مسلم) (1) علم اور علماء کی فضیلت' جو اس آیت اور دیگر آیات واحادیث سے ظاہر ہے میں نے ان سب کو بخاری شریف کی کتاب العلم کی شرح میں جمع کر دیا ہے۔ والحمد للہ۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقَةً ؕ ذٰلِكَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَ اَطْهَرُ ؕ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲﴾ ءَاَشْفَقْتُمْ اَنْ تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقٰتٍ ؕ فَاِذْ لَمْ تَفْعَلُوْا وَ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ وَ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ ؕ وَ اللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۳﴾ ع ۲

اے مسلمانو! جب تم رسول سے سرگوشی کرنی چاہو تو اپنی سرگوشی سے پہلے کچھ صدقہ دے دیا کرو یہ تمہارے حق میں بہتر اور پاکیزہ تر ہے ہاں اگر نہ پاؤ تو بیشک اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا بڑا مہربان ہے ○ کیا تم اپنی راز کی باتوں سے پہلے صدقہ نکالنے سے ڈر گئے؟ پس جب تم نے یہ نہ کیا اور اللہ تعالیٰ نے بھی تمہیں معاف فرما دیا اور اب بخوبی نمازوں کو قائم رکھو زکوۃ دیتے رہا کرو اور اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول کی تابعداری کرتے رہو تم جو کچھ کرتے ہو اس سب سے اللہ تعالیٰ خوب خبردار ہے ○

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کے لیے شرط اور اس کا نسخ: اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کو حکم دیتا ہے کہ میرے نبی سے تم کوئی راز کی بات کرنا چاہو تو اس سے پہلے میری راہ میں خیرات کیا کرو تاکہ تم پاک صاف ہو جاؤ اور اس قابل بن جاؤ کہ میرے پیغمبر سے مشورہ کر سکو ہاں اگر کوئی غریب مسکین شخص ہو تو خیر۔ اسے اللہ تعالیٰ کی بخشش اور اس کے رحم پر نظریں رکھنی چاہئیں یعنی یہ حکم انہیں ہے جو مالدار ہیں۔ پھر فرمایا شاید تمہیں اس حکم کے باقی رہ جانے کا اندیشہ تھا اور خوف تھا کہ یہ صدقہ نہ جانے کب تک واجب رہے گا۔ جب تم نے اسے ادا نہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے بھی تمہیں معاف فرما دیا اب تو اور مذکورہ بالا فرائض کا پوری طرح خیال رکھو کہا جاتا ہے کہ سرگوشی سے پہلے صدقہ نکالنے کا شرف صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حاصل ہوا ہے پھر یہ حکم ہٹ گیا' ایک دینار دے کر آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوشیدہ باتیں کیں دس مسائل پوچھے۔ پھر تو یہ حکم ہی ہٹ گیا۔ (2) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے خود بھی یہ واقعہ بتفصیل مروی ہے کہ

---

(1) [صحيح: صحيح مسلم: كتاب صلاة المسافرين: باب فضل من يقوم بالقرآن ويعلمه (٨١٧) ابن ماجه: كتاب السنة: باب في فضل من تعلم القرآن و علمه (٢١٨) مسند احمد (١/٣٥)]

(2) [مرسل: تفسير ابن جرير الطبرى (٣٣٧٨٨)]

آپ نے فرمایا مجھ سے پہلے کسی نے عمل کیا نہ میرے بعد کوئی عمل کر سکا' میرے پاس ایک دینار تھا جسے بھنا کر میں نے دس درہم لے لئے ایک درہم اللہ کے نام پر کسی مسکین کو دے دیا پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ سے سرگوشی کی پھر تو یہ حکم اٹھ گیا تو مجھ سے پہلے بھی کسی نے اس پر عمل نہیں کیا اور نہ میرے بعد کوئی اس پر عمل کر سکتا ہے۔ پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت کی۔ [1] ابن جریر میں ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کیا صدقہ کی مقدار ایک دینار مقرر کرنی چاہئے تو آپ نے فرمایا یہ تو بہت ہوئی۔ فرمایا پھر آدھا دینار کہا ہر شخص کو اس کی بھی طاقت نہیں آپ نے فرمایا اچھا تم ہی بتاؤ کس قدر؟ فرمایا ایک جو برابر سونا آپ نے فرمایا واہ واہ! تم تو بڑے ہی زاہد ہو' حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں پس میری وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس امت پر تخفیف کر دی' [2] ترمذی میں بھی یہ روایت ہے اور اسے حسن غریب کہا ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں مسلمان برابر حضور ﷺ سے راز داری کرنے سے پہلے صدقہ نکالا کرتے تھے لیکن زکوۃ کے حکم نے اسے اٹھا دیا' آپ فرماتے ہیں صحابہ رضی اللہ عنہم نے کثرت سے سوال کرنے شروع کر دیئے جو حضور ﷺ پر گراں گزرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دے کر آپ پر تخفیف کر دی کیونکہ اب لوگوں نے سوال چھوڑ دیئے' پھر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر کشادگی کر دی اور اس حکم کو منسوخ کر دیا' عکرمہ رحمہ اللہ اور حسن بصری رحمہ اللہ کا بھی یہی قول ہے کہ یہ حکم منسوخ ہے' حضرت قتادہ رحمہ اللہ اور حضرت مقاتل رحمہ اللہ بھی یہی فرماتے ہیں' حضرت قتادہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ صرف دن کی چند ساعتوں تک یہ حکم رہا حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی یہی فرماتے ہیں کہ صرف میں ہی عمل کر سکا تھا اور دن کا تھوڑا ہی حصہ اس حکم کو نازل ہوئے ہوا تھا کہ منسوخ ہو گیا۔

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ تَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِم مَّا هُم مِّنكُمْ وَلَا مِنْهُمْ وَيَحْلِفُونَ عَلَى الْكَذِبِ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ﴿١٤﴾ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا ۖ إِنَّهُمْ سَاءَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿١٥﴾ اتَّخَذُوا أَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوا عَن سَبِيلِ اللَّهِ فَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ ﴿١٦﴾ لَّن تُغْنِيَ عَنْهُمْ أَمْوَالُهُمْ وَلَا أَوْلَادُهُم مِّنَ اللَّهِ شَيْئًا ۚ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿١٧﴾ يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللَّهُ جَمِيعًا فَيَحْلِفُونَ لَهُ كَمَا يَحْلِفُونَ لَكُمْ ۖ وَيَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ عَلَىٰ شَيْءٍ ۚ أَلَا إِنَّهُمْ هُمُ الْكَاذِبُونَ ﴿١٨﴾ اسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطَانُ فَأَنسَاهُمْ ذِكْرَ اللَّهِ ۚ أُولَٰئِكَ حِزْبُ الشَّيْطَانِ ۚ أَلَا إِنَّ حِزْبَ الشَّيْطَانِ هُمُ الْخَاسِرُونَ ﴿١٩﴾

کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا؟ جنہوں نے اس قوم سے دوستی کی جن پر اللہ غضبناک ہو چکا ہے نہ یہ منافق تمہارے

---

[1] [مرسل: تفسیر ابن جریر الطبری (۳۳۷۹۰) عبدالرزاق فی التفسیر (۳۱۷۸)]

[2] [ضعیف: ترمذی: کتاب التفسیر: باب ومن سورۃ المجادلۃ (۳۳۰۰) تفسیر ابن جریر الطبری (۲۱/۱۲)] شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے ضعیف کہا ہے۔[ضعیف ترمذی (۶۵۲)]

ہی ہیں نہ ان کے' یہ باوجود علم کے پھر بھی جھوٹ پر قسمیں کھا رہے ہیں ○ اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے سخت عذاب تیار کر رکھا ہے' تحقیق جو کچھ یہ کر رہے ہیں برا کر رہے ہیں ○ ان لوگوں نے تو اپنی قسموں کو ڈھالیں بنا رکھی ہیں' اور لوگوں کو اللہ کی راہ سے روکتے ہیں ان کیلئے رسوا کرنے والا عذاب ہے ○ ان کے مال اور ان کی اولادیں انہیں اللہ کے ہاں کچھ کام نہ آئیں گی' یہ تو جہنمی ہیں' ہمیشہ ہی اس میں رہنے والے ○ جس دن اللہ تعالیٰ ان سب کو کھڑا کرے گا تو یہ جس طرح تمہارے سامنے قسمیں کھاتے ہیں اللہ تعالیٰ کے سامنے بھی قسمیں کھانے لگیں گے اور کہیں گے کہ وہ بھی کچھ ہیں' یقین مانو کہ بیشک یہ جھوٹے ہیں ○ ان پر شیطان نے غلبہ حاصل کر لیا ہے اور انہیں اللہ کا ذکر بھلا دیا ہے' یہ شیطانی لشکر ہے کوئی شک نہیں کہ شیطانی لشکر ہی خراب خستہ ہے ○

منافقین کا ذکر: منافقوں کا ذکر ہو رہا ہے کہ یہ اپنے دل میں یہود کی محبت رکھتے ہیں گو وہ اصل میں ان کے بھی حقیقی ساتھی نہیں ہیں حقیقت میں نہ ادھر کے نہ ادھر کے ہیں صاف جھوٹی قسمیں کھا جاتے ہیں' ایمانداروں کے پاس آ کر ان کی سی کہنے لگتے ہیں' رسول ﷺ کے پاس آ کر قسمیں کھا کر اپنی ایمانداری کا یقین دلاتے ہیں اور دل میں اس کے خلاف جذبات پاتے ہیں اور اپنی اس غلط گوئی کا علم رکھتے ہوئے بے دھڑک قسمیں کھا لیتے ہیں' ان کی ان بداعمالیوں کی وجہ سے انہیں سخت تر عذاب ہوں گے اس دھوکے بازی کا برابر بدلہ انہیں دیا جائے گا یہ تو اپنی قسموں کو اپنی ڈھالیں بنائے ہوئے ہیں اور اللہ کی راہ سے رک گئے ہیں' ایمان ظاہر کرتے ہیں کفر دل میں رکھتے ہیں اور قسموں سے اپنی باطنی بدی کو چھپاتے ہیں اور ناواقف لوگوں پر اپنی سچائی کا ثبوت اپنی قسموں سے پیش کر کے انہیں اپنا مداح بنا لیتے ہیں اور پھر رفتہ رفتہ انہیں بھی اپنے رنگ میں رنگ لیتے ہیں اور اللہ کی راہ سے روک دیتے ہیں' چونکہ انہوں نے جھوٹی قسموں سے اللہ تعالیٰ پر از صد ہزار تکریم نام کی بے عزتی کی تھی اس لئے انہیں ذلت و اہانت والے عذاب ہوں گے جن عذابوں کو نہ ان کے مال دفع کر سکیں نہ اس وقت ان کی اولاد انہیں کچھ کام دے سکے گی یہ تو جہنمی بن چکے اور وہاں سے ان کا نکلنا بھی کبھی نہ ہوگا۔ قیامت والے دن جب ان کا حشر ہوگا اور ایک بھی اس میدان میں آئے بغیر نہ رہے گا سب جمع ہو جائیں گے تو چونکہ زندگی میں ان کی عادت تھی کہ اپنی جھوٹ بات کو قسموں سے سچ بات کر دکھاتے تھے آج اللہ کے سامنے بھی اپنی ہدایت واستقامت پر بڑی بڑی قسمیں کھا لیں گے اور سمجھتے ہوں گے کہ یہاں بھی یہ چالاکی چل جائے گی مگر ان جھوٹوں کی بھلا اللہ کے سامنے چال بازی کہاں چل سکتی ہے؟ وہ تو ان کا جھوٹا ہونا یہاں بھی مسلمانوں سے بیان فرما چکا۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ آنحضرت ﷺ اپنے حجرے کے سائے میں تشریف فرما تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی آس پاس بیٹھے ہوئے تھے سایہ دار جگہ کم تھی بمشکل لوگ اس میں پناہ لئے بیٹھے تھے کہ آپ نے فرمایا دیکھو ابھی ایک شخص آئے گا جو شیطانی نگاہ سے دیکھتا ہے وہ آئے تو اس سے بات نہ کرنا تھوڑی دیر میں ایک کیری آنکھوں والا شخص آیا حضور ﷺ نے اسے اپنے پاس بلا کر فرمایا کیوں بھئی تو اور فلاں فلاں مجھے کیوں گالیاں دیتے ہو؟ یہ یہاں سے چلا گیا اور جن جن کا نام حضور ﷺ نے لیا تھا انہیں لے کر آیا پھر تو قسموں کا تانتا باندھ دیا کہ ہم میں سے کسی نے حضور ﷺ کی کوئی بے

ادبی نہیں کی۔ اس پر یہ آیت اتری کہ یہ جھوٹے ہیں۔ [1] یہی حال مشرکوں کا بھی دربار الٰہی میں ہوگا' قسم کھا جائیں گے کہ ہمیں اللہ کی قسم جو ہمارا رب ہے کہ ہم نے شرک نہیں کیا۔ پھر فرماتا ہے ان پر شیطان نے غلبہ پالیا ہے اور ان کے دل کو اپنی مٹھی میں کر لیا ہے یاد اللہ ذکر اللہ سے انہیں دور ڈال دیا ہے۔ ابوداؤد کی حدیث میں ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جس کسی بستی یا جنگل میں تین شخص بھی ہوں اور ان میں نماز قائم نہ کی جاتی ہو تو شیطان ان پر چھا جاتا ہے پس تو جماعت کو لازم پکڑے رہ' بھیڑیا اسی بکری کو کھاتا ہے جو ریوڑ سے الگ ہو۔ حضرت سائب رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہاں مراد جماعت سے نماز کی جماعت ہے۔ [2] پھر فرماتا ہے کہ اللہ کے ذکر کو فراموش کرنے والے اور شیطان کے قبضے میں پھنس جانے والے شیطانی جماعت کے افراد ہیں' شیطان کا یہ لشکر یقیناً نامراد اور زیاں کار ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ يُحَادُّونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ أُولَٰئِكَ فِي الْأَذَلِّينَ ﴿٢٠﴾ كَتَبَ اللَّهُ لَأَغْلِبَنَّ أَنَا وَرُسُلِي ۚ إِنَّ اللَّهَ قَوِيٌّ عَزِيزٌ ﴿٢١﴾ لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ ۚ أُولَٰئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُمْ بِرُوحٍ مِنْهُ ۖ وَيُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ۚ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ ۚ أُولَٰئِكَ حِزْبُ اللَّهِ ۚ أَلَا إِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿٢٢﴾

ع ٣

بیشک اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول کی جو لوگ مخالفت کرتے ہیں وہی لوگ سب سے زیادہ ذلیلوں میں سے ہیں ○ اللہ تعالیٰ لکھ چکا ہے کہ بیشک میں اور میرے پیغمبر غالب رہیں گے' یقیناً اللہ تعالیٰ زور آور اور غالب ہے ○ اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھنے والوں کو تو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرنے والوں سے محبت رکھتے ہوئے ہرگز نہ پائے گا' گو وہ ان کے باپ یا ان کے بیٹے یا ان کے کنبہ قبیلے کے عزیز ہی کیوں نہ ہوں' یہی لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان لکھ دیا ہے اور جن کی تائید اپنی روح سے کی ہے' اور جنہیں ان جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں جہاں یہ ہمیشہ رہیں گے' اللہ ان سے راضی ہے اور یہ اللہ سے خوش ہیں یہ اللہ کا لشکر ہے' آگاہ رہو بیشک اللہ کے گروہ والے ہی کامیاب لوگ ہیں ○

حق سے منہ موڑنے والے ذلیل ہوئے: اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ جو لوگ حق سے برگشتہ ہیں ہدایت سے دور ہیں اللہ اور اس کے رسول کے مخالف ہیں' احکام شرع کی اطاعت سے الگ ہیں یہ لوگ انتہا درجے کے ذلیل بے وقار اور خستہ حال ہیں' رحمت رب سے دور اللہ کی مہربانی بھری نظروں سے اوجھل اور دنیا و آخرت میں برباد ہیں۔

---

[1] [حسن : مسند احمد (١/٢٦٧) مستدرك حاكم (٢/٤٨٢) تفسير ابن جرير الطبرى (٣٣٨٠٨)] امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو حسن کہتے ہیں۔]

[2] [حسن : ابوداؤد : كتاب الصلاة : باب التشديد فى ترك الجماعة (٥٤٧) نسائى : كتاب الامامة : باب التشديد فى ترك الجماعة (٨٤٨) مستدرك حاكم (١/٢١١) مسند احمد (٥/١٩٦)] شیخ البانیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔ [صحيح ابو داود] حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو صحیح کہتے ہیں۔]

اللہ تعالیٰ تو فیصلہ کر چکا ہے بلکہ اپنی پہلی کتاب میں ہی لکھ چکا ہے اور مقدر کر چکا ہے جو تقدیر اور جو تحریر نہ مٹے نہ بدلے نہ اسے ہیر پھیر کرنے کی کسی میں طاقت' کہ وہ اور اس کی کتاب اور اس کے رسول اور اس کے مومن بندے دنیا اور آخرت میں غالب رہیں گے' جیسے اور جگہ ہے ﴿اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ [1] الخ' ہم اپنے رسولوں کی اور ایماندار بندوں کی ضرور ضرور مدد کریں گے دنیا میں بھی آخرت میں بھی جس دن گواہ قائم ہو جائیں گے اور جس دن گنہگاروں کو کوئی عذر و معذرت فائدہ نہ پہنچائے گی ان پر لعنت برستی ہوگی اور ان کیلئے برا گھر ہوگا۔ یہ لکھنے والا اللہ قوی ہے اور اس کا لکھا ہوا اٹل ہے وہ غالب وقہار ہے۔ اپنے دشمنوں پر ہر وقت قابو رکھنے والا ہے اس کا یہ اٹل فیصلہ اور طے شدہ امر ہے کہ دونوں جہان میں انجام کے اعتبار سے غلبہ و نصرت مومنوں کا حصہ ہے۔ پھر فرمایا کہ یہ ناممکن ہے کہ اللہ کے دوست اللہ کے دشمنوں سے محبت رکھیں' ایک اور جگہ ہے کہ مسلمانوں کو چاہیے کہ مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا دلی دوست نہ بنائیں ایسا کرنے والے اللہ کے ہاں کسی گنتی میں نہیں' ہاں ڈر خوف کے وقت عارضی دفع کیلئے تو اور بات ہے اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی گرامی ذات سے ڈرا رہا ہے' [2] اور جگہ ہے اے نبی (ﷺ) آپ اعلان کر دیجئے کہ اگر تمہارے باپ دادا' بیٹے' پوتے' بچے' کنبہ' قبیلے' مال و دولت' تجارت حرفت' گھر بار وغیرہ تمہیں اللہ تعالیٰ' اس کے رسول ﷺ کے' اس کی راہ میں جہاد کی نسبت عزیز اور محبوب ہیں تو تم اللہ کے عنقریب برس پڑنے والے عذاب کا انتظار کرو اس قسم کے فاسقوں کی رہبری بھی اللہ کی طرف سے نہیں ہوتی۔ [3] حضرت سعید بن عبدالعزیز رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ آیت حضرت ابوعبیدہ عامر بن عبداللہ بن جراح رضی اللہ عنہ کے بارے میں اتری ہے' جنگ بدر میں ان کے والد کفر کی حمایت میں مسلمانوں کے مقابلے پر آئے آپ نے انہیں قتل کر دیا۔ [4] حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے آخری وقت میں جبکہ خلافت کیلئے ایک جماعت کو مقرر کیا کہ یہ لوگ مل کر جسے چاہیں خلیفہ بنا لیں اس وقت حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی نسبت فرمایا تھا کہ اگر یہ ہوتے تو میں انہی کو خلیفہ مقرر کرتا [5] اور یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ ایک ایک صفت الگ الگ بزرگوں میں تھی' مثلاً حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے تو اپنے والد کو قتل کیا تھا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے عبدالرحمٰن کے قتل کا ارادہ کیا تھا اور حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے اپنے بھائی عبید بن عمیر کو قتل کیا تھا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ نے اپنے قریبی رشتہ داروں عتبہ شیبہ اور ولید بن عتبہ کو قتل کیا تھا۔ واللہ اعلم۔ اسی ضمن میں یہ واقعہ بھی داخل ہو سکتا ہے کہ جس وقت رسول اللہ ﷺ نے بدری قیدیوں کی نسبت مسلمانوں سے مشورہ کیا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے تو فرمایا کہ ان سے فدیہ لے لیا جائے تاکہ مسلمانوں کی مالی مشکلات دور ہو جائیں مشرکوں سے جہاد کرنے کے لئے آلات حرب جمع کر لیں اور یہ چھوڑ دیئے جائیں کیا عجب کہ اللہ ان کے دل اسلام کی

---

[1] [غافر : ٥١-٥٢]

[2] [آل عمران : ٢٨]

[3] [التوبہ : ٢٤]

[4] [مرسل : مستدرك حاكم (٣/٢٦٥)]

[5] [منقطع : مستدرك حاكم (٣/٢٦٨)]

طرف پھیر دے، آخر ہیں تو ہمارے ہی کنبے قبیلے کے۔ لیکن حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنی رائے اس کے بالکل برخلاف پیش کی کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس مسلمان کا جو رشتہ دار مشرک ہو اس کے حوالے کر دیا جائے اور اسے حکم دیا جائے کہ وہ اسے قتل کر دے، ہم اللہ کو دکھانا چاہتے ہیں کہ ہمارے دلوں میں ان مشرکوں کی کوئی محبت نہیں مجھے فلاں رشتہ دار سونپ دیجئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالے عقیل کو کر دیجئے اور فلاں صحابی کو فلاں کا فرد یجئے وغیرہ۔ [1] پھر فرماتا ہے کہ جو اپنے دل کو دشمنان اللہ کی محبت سے خالی کر دے اور مشرک رشتہ داروں سے بھی محبت چھوڑ دے وہ کامل الایمان شخص ہے جس کے دل میں ایمان نے جڑیں جمالی ہیں اور جن کی قسمت میں سعادت لکھی جا چکی ہے اور جن کی نگاہ میں ایمان کی زینت جچ گئی ہے اور ان کی تائید اللہ نے اپنے پاس کی روح سے کی ہے یعنی انہیں قوی بنا دیا ہے اور یہی بہتی ہوئی نہروں والی جنت میں جائیں گے جہاں سے کبھی نہ نکالیں جائیں گے، اللہ تعالیٰ ان سے راضی یہ اللہ سے خوش، چونکہ انہوں نے اللہ کیلئے کنبہ والوں کو ناراض کر دیا تھا اللہ تعالیٰ اس کے بدلے ان سے راضی ہو گیا اور انہیں اس قدر دیا کہ یہ بھی خوش خوش ہو گئے۔ اللہ کا لشکر یہی ہے اور کامیاب گروہ بھی یہی ہے، وہ شیطانی لشکر اور ناکام گروہ کے مقابل ہے، حضرت ابو حازم اعرج رحمہ اللہ نے حضرت زہری رحمہ اللہ کو لکھا کہ جاہ دو قسم کی ہے ایک وہ جسے اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کے ہاتھوں پر جاری کرتا ہے، جو حضرات عام لوگوں کی نگاہوں میں نہیں بچتے جن کی عام شہرت نہیں ہوتی جن کی صفت اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بیان فرمائی ہے، کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو دوست رکھتا ہے جو گمنام متقی نیکوکار رہیں اگر وہ نہ آئیں تو پوچھ گچھ نہ ہو اور جائیں تو آؤ بھگت نہ ہو ان کے دل ہدایت کے چراغ ہیں، ہر سیاہ رنگ اندھیرے والے فتنے سے نکلتے ہیں یہ ہیں وہ اولیاء جنہیں اللہ نے اپنا لشکر بنایا ہے اور جن کی کامیابی کا اعلان کیا ہے۔ (ابن ابی حاتم) نعیم بن حماد میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دعا میں فرمایا اے اللہ ! کسی فاسق فاجر کا کوئی احسان اور سلوک مجھ پر نہ رکھ کیونکہ میں نے تیری نازل کردہ وحی میں پڑھا ہے کہ ایماندار اللہ کے مخالفین کے دوست نہیں ہوتے [2] حضرت سفیان رحمہ اللہ فرماتے ہیں علمائے سلف کا بیان ہے کہ یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں اتری ہے جو بادشاہ سے خلط ملط رکھتے ہوں (ابو احمد عسکری) الحمد للہ سورۂ مجادلہ کی تفسیر ختم ہوئی۔

تفسیر سورۃ الحشر

صحیح بخاری شریف اور صحیح مسلم شریف میں ہے کہ حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا یہ سورۂ حشر ہے تو آپ نے فرمایا قبیلہ بنو نضیر کے بارے میں اتری ہے۔ بخاری شریف کی اور روایت میں ہے کہ آپ نے جواباً فرمایا یہ سورت سورۂ بنو نضیر ہے۔ [3]

---

[1] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الجهاد : باب الامداد بالملائكة فی غزوة بدر (۱۷۶۳)]

[2] [مرسل وضعیف : السلسلة الضعيفه (۲۹۷۵)]

[3] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب التفسير : تفسير سورة الحشر (۴۸۸۲) صحیح مسلم : کتاب التفسير : باب سورة براة والانفال والحشر (۳۰۳۱)]

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ① هُوَ الَّذِيْٓ اَخْرَجَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ دِيَارِهِمْ لِاَوَّلِ الْحَشْرِ ؕ مَا ظَنَنْتُمْ اَنْ يَّخْرُجُوْا وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مَّانِعَتُهُمْ حُصُوْنُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَاَتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوْا وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ يُخْرِبُوْنَ بُيُوْتَهُمْ بِاَيْدِيْهِمْ وَاَيْدِي الْمُؤْمِنِيْنَ ۗ فَاعْتَبِرُوْا يٰٓاُولِي الْاَبْصَارِ ② وَلَوْلَآ اَنْ كَتَبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمُ الْجَلَآءَ لَعَذَّبَهُمْ فِي الدُّنْيَا ؕ وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابُ النَّارِ ③ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۚ وَمَنْ يُّشَآقِّ اللّٰهَ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ④ مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَآئِمَةً عَلٰٓى اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِيُخْزِيَ الْفٰسِقِيْنَ ⑤

آسمانوں اور زمینوں کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتی ہے اور وہ غالب ہے اور باحکمت ہے ○ وہی ہے جس نے اہل کتاب کے کافروں کو ان کے گھروں سے نکال کر پہلے حشر کی زمین میں لا کھڑا کیا' تمہارا گمان بھی نہ تھا کہ وہ نکلیں گے اور وہ خود بھی سمجھ رہے تھے کہ ان کے سنگین قلعے انہیں اللہ کے عذاب سے بچالیں گے پس ان پر عذاب الٰہی اس جگہ سے آ پڑا کہ انہیں گمان بھی نہ تھا ان کے دلوں میں اللہ نے رعب ڈال دیا' اپنے گھروں کو اپنے ہی ہاتھوں برباد کرنا شروع کر دیا اور مسلمانوں کے ہاتھوں بھی برباد ہوئے پس اے آنکھوں والو عبرت حاصل کرو۔ اور اگر اللہ تعالیٰ نے ان پر جلاوطنی کو نہ مقدر کر دیا ہوتا تو یقیناً انہیں دنیا میں ہی عذاب کرتا' اور آخرت میں تو ان کیلئے آگ کا عذاب ہے ہی ○ اس لئے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول کی مخالفت کی اور جو بھی اللہ سے مخالفت کرے تو اللہ تعالیٰ بھی سخت عذاب کرنے والا ہے ○ تم نے کھجوروں کے درخت کاٹ ڈالے یا جنہیں تم نے ان کی جڑوں پر باقی رہنے دیا یہ سب اللہ تعالیٰ کے فرمان سے تھا اور اس لئے بھی کہ بدکاروں کو اللہ تعالیٰ رسوا کرے ○

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ آسمانوں اور زمین کی ہر ایک چیز اللہ تعالیٰ کی تسبیح تحمید تقدیس تمجید تکبیر توحید میں مشغول ہے' جیسے اور جگہ فرمان ہے ﴿ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ ﴾ [1] یعنی ہر چیز اللہ تعالیٰ کی پاکیزگی اور ثنا خوانی کرتی ہے' وہ غلبہ والا اور بلند جناب والا اور عالی سرکار والا ہے' اور اپنے تمام احکام و فرمان میں حکمت والا ہے۔ جس نے اہل کتاب کے کافروں یعنی قبیلہ بنو نضیر کے یہودیوں کو ان کے گھروں سے نکالا' اس کا مختصر قصہ یہ ہے کہ مدینہ میں آ کر حضور ﷺ نے ان یہودیوں سے صلح کر لی تھی کہ نہ آپ ان سے لڑیں نہ یہ آپ سے لڑیں' لیکن ان لوگوں نے اس عہد کو توڑ دیا جس کی وجہ سے اللہ کا غضب ان پر نازل ہوا' اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو ان پر

---

[1] [سورۃ الاسراء : آیت ٤٤]

غالب کیا اور آپ نے انہیں یہاں سے نکال دیا' مسلمانوں کو کبھی اس کا خیال تک نہ تھا' خود یہ یہود بھی سمجھ رہے تھے کہ ان مضبوط قلعوں کے ہوتے ہوئے کوئی ان کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتا' لیکن جب اللہ کی پکڑ آئی یہ سب چیزیں یونہی رکھی کی رکھی رہ گئیں اور اچانک اس طرح گرفت میں آ گئے کہ حیران رہ گئے' اور آپ نے انہیں مدینہ سے نکلوا دیا' بعض تو شام کی زراعتی زمینوں میں چلے گئے جو حشر و نشر کی جگہ ہے اور بعض خیبر کی طرف جا نکلے' ان سے کہہ دیا گیا تھا کہ اپنے اونٹوں پر لاد کر جو لے جا سکو اپنے ساتھ لے جاؤ' اس لئے انہوں نے اپنے گھروں کو اجاڑ دیا تو توڑ پھوڑ کر جو چیزیں لے جا سکتے تھے اپنے ساتھ اٹھا لیں' جو رہ گئیں وہ مسلمانوں کے ہاتھ لگیں' اس واقعہ کا بیان کر کے فرماتا ہے کہ اللہ کے اور اس کے رسول ﷺ کے مخالفین کا انجام دیکھو اور اس سے عبرت حاصل کرو۔ کہ کس طرح ان پر عذاب الٰہی اچانک آ پڑا اور دنیا میں بھی تباہ و برباد کئے گئے اور آخرت میں بھی ذلیل و رسوا ہو گئے اور دردناک عذاب میں جا پڑے۔ ابو داؤد میں ہے کہ ابن ابی اور اس کے مشرک ساتھیوں کو جو قبیلہ اوس و خزرج میں سے تھے کفار قریش نے خط لکھا یہ خط انہیں حضور ﷺ کے میدان بدر سے واپس لوٹنے سے پہلے مل گیا تھا اس میں تحریر تھا کہ تم نے حضور ﷺ کو اپنے شہر میں ٹھہرایا ہے پس یا تو تم ان سے لڑائی کرو اور اسے نکال کر باہر کرو یا ہم تمہیں نکال دیں گے اور اپنے لشکروں کو لے کر تم پر حملہ کریں گے اور تمہارے تمام لڑنے والوں کو ہم تہ تیغ کر دیں گے اور تمہاری عورتوں لڑکیوں کو ہم لونڈیاں بنا لیں گے اللہ کی قسم یہ ہو کر ہی رہے گا اب تم سوچ سمجھ لو' عبداللہ بن ابی اور اس کے بت پرست ساتھیوں نے اس خط کو پا کر آپس میں مشورہ کیا اور خفیہ طور پر حضور ﷺ سے لڑائی کرنے کی تجویز بالاتفاق منظور کر لی' جب حضور ﷺ کو یہ خبریں معلوم ہوئیں تو خود ان کے پاس گئے اور ان سے فرمایا مجھے معلوم ہوا ہے کہ قریشیوں کا خط کام کر گیا اور تم اپنی موت کے سامان اپنے ہاتھوں کرنے لگے ہو تم اپنی اولادوں اور اپنے بھائیوں کو اپنے ہاتھوں ذبح کرنا چاہتے ہو میں تمہیں پھر ایک مرتبہ موقعہ دیتا ہوں کہ سوچ سمجھ لو اور اپنے اس بد ارادے سے باز آ جاؤ' حضور ﷺ کے اس ارشاد نے ان پر اثر کیا اور وہ لوگ اپنی اپنی جگہ چلے گئے لیکن قریش نے بدر سے فارغ ہو کر انہیں پھر ایک خط لکھا اور اسی طرح دھمکایا انہیں ان کی قوت ان کی تعداد اور ان کے مضبوط قلعے یاد دلائے مگر یہ پھر اکڑ میں آ گئے اور بنو نضیر نے صاف طور پر بدعہدی پر کمر باندھ لی اور حضور ﷺ کے پاس ایک قاصد بھیجا کہ آپ تیس آدمی لے کر آیئے ہم میں سے بھی تیس ذی علم آدمی آتے ہیں' ہمارے تمہارے درمیان کی جگہ پر یہ ساٹھ آدمی ملیں اور آپس میں بات چیت ہو اگر یہ لوگ آپ کو سچا مان لیں اور ایمان لے آئیں تو ہم بھی آپ کے ساتھ ہیں۔ اس بدعہدی کی وجہ سے دوسرے دن صبح رسول اللہ ﷺ نے اپنے لشکر لے جا کر ان کا محاصرہ کر لیا اور ان سے فرمایا کہ اب اگر تم نئے سرے سے امن و امان کا عہد و پیمان کرو تو خیر ورنہ تمہیں امن نہیں انہوں نے صاف انکار کر دیا اور لڑنے مرنے پر تیار ہوئے' چنانچہ دن بھر لڑائی ہوتی رہی' دوسری صبح کو آپ بنو قریظہ کی طرف لشکر لے کر بڑھے اور بنو نضیر کو یونہی چھوڑا ان سے بھی یہی فرمایا کہ تم نئے سرے سے عہد و پیمان کرو انہوں نے منظور کر لیا اور معاہدہ ہو گیا' آپ وہاں سے فارغ ہو کر بنو نضیر کے پاس آئے لڑائی شروع ہوئی' آخر یہ ہارے

اور حضور ﷺ نے انہیں حکم دیا کہ تم مدینہ خالی کر دو جو اسباب لے جانا چاہو اونٹوں پر لاد کر لے جاؤ چنانچہ انہوں نے گھر بار کا اسباب یہاں تک کہ دروازے اور لکڑیاں بھی اونٹوں پر لاد دیں اور جلا وطن ہو گئے' ان کے کھجوروں کے درخت خاصۃ رسول اللہ ﷺ کے ہو گئے اللہ تعالیٰ نے یہ آپ کو ہی دلوا دیئے' جیسے آیت ﴿وَمَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰی رَسُوْلِهٖ﴾ [1] الخ میں ہے' لیکن آنحضرت ﷺ نے اکثر حصہ مہاجرین کو دے دیا ہاں انصاریوں میں سے صرف دو ہی حاجت مندوں کو حصہ دیا باقی سب مہاجرین میں تقسیم کر دیا۔ تقسیم کے بعد جو باقی رہ گیا تھا یہی وہ مال تھا جو رسول اللہ ﷺ کا صدقہ تھا اور جو بنو فاطمہ کے ہاتھ لگا۔ [2] غزوۂ بنو نضیر کا مختصر قصہ اور سبب یہ ہے کہ مشرکوں نے دھوکہ بازی سے صحابہ رضی اللہ عنہم کو بیئر معونہ میں شہید کر دیا جن کی تعداد ستر تھی ان میں سے ایک حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ بچ کر نکلے مدینہ شریف کی طرف سے آئے آتے آتے موقعہ پا کر انہوں نے بنو عامر کے دو شخصوں کو قتل کر دیا حالانکہ یہ قبیلہ رسول اللہ ﷺ سے معاہدہ کر چکا تھا اور آپ نے انہیں امن و امان دے رکھا تھا لیکن اس کی خبر حضرت عمرو رضی اللہ عنہ کو نہ تھی' جب یہ مدینہ پہنچے اور حضور ﷺ سے ذکر کیا تو آپ نے فرمایا تم نے انہیں قتل کر ڈالا اب مجھے ان کے وارثوں کو دیت یعنی جرمانہ قتل ادا کرنا پڑے گا' بنو نضیر اور بنو عامر میں بھی حلف و عقد اور آپس میں مصالحت تھی اس لئے حضور ﷺ ان کی طرف چلے تا کہ کچھ یہ دیں کچھ آپ دیں اور بنو عامر کو راضی کر لیا جائے۔ قبیلہ بنو نضیر کی گڑھی مدینہ کی مشرق کی جانب کئی میل کے فاصلے پر تھی جب آپ یہاں پہنچے تو انہوں نے کہا ہاں حضور ﷺ ہم موجود ہیں ابھی ابھی جمع کر کے اپنے حصے کے مطابق آپ کی خدمت میں حاضر کرتے ہیں ادھر آپ سے ہٹ کر یہ لوگ آپس میں مشورہ کرنے لگے کہ اس سے بہتر موقعہ کب ہاتھ لگے گا۔ اس وقت آپ قبضے میں ہیں آؤ کام تمام کر ڈالو چنانچہ یہ مشورہ ہوا کہ جس دیوار سے آپ لگے بیٹھے ہیں اس گھر پر کوئی شخص چڑھ جائے اور وہاں سے بڑا سا پتھر آپ ﷺ پر پھینک دے کہ آپ دب جائیں' عمرو بن مجاش بن کعب اس کام پر مقرر ہوا اس نے آپ کی جان لینے کا بیڑا اٹھایا اور چھت پر چڑھ گیا چاہتا تھا کہ پتھر لڑھکا دے اتنے میں اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو حضور ﷺ کے پاس بھیجا اور حکم دیا کہ آپ یہاں سے اٹھ کھڑے ہوں چنانچہ آپ فوراً ہٹ گئے اور یہ بد باطن اپنے برے ارادے میں ناکام رہے۔ آپ کے ساتھ اس وقت چند صحابہ تھے مثلاً ابو بکر' عمر فاروق' حضرت علی رضی اللہ عنہم وغیرہ آپ یہاں سے فوراً مدینہ شریف کی طرف چل پڑے' ادھر جو صحابہ رضی اللہ عنہم آپ کے ساتھ نہ تھے اور مدینہ میں آپ کے منتظر تھے انہیں دیر لگنے کے باعث خیال ہوا اور وہ آپ کو ڈھونڈنے کیلئے نکل کھڑے ہوئے لیکن ایک شخص سے معلوم ہوا کہ آپ مدینہ شریف پہنچ گئے ہیں آئے پوچھا کہ حضور کیا واقعہ ہے؟ آپ نے سارا واقعہ کہہ سنایا اور حکم دیا کہ جہاد کی تیاری کرو مجاہدین نے کمریں باندھ لیں اور اللہ کی راہ میں نکل

---

[1] [سورۃ الحشر : آیت ۷]

[2] [صحیح : ابوداؤد : کتاب الخراج والفیء : باب فی خبر النضیر (۳۰۰۴)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ابوداؤد (۲۵۹۰)]

کھڑے ہوئے۔ یہودیوں نے لشکروں کو دیکھ کر اپنے قلعہ کے پھاٹک بند کر دیئے پناہ گزین ہوگئے آپ نے محاصرہ کر لیا پھر حکم دیا کہ ان کے کھجور کے درخت جو آس پاس ہیں وہ کاٹ دیئے جائیں اور جلا دیئے جائیں' اب تو یہود چیخنے لگے کہ یہ کیا ہو رہا ہے؟ آپ تو زمین میں فساد کرنے سے اوروں کو روکتے تھے اور فسادیوں کو برا کہتے تھے پھر یہ کیا ہونے لگا؟ ادھر تو درخت کٹنے کا غم' ادھر جو کمک آنے والی تھی اس کی طرف سے مایوسی ان دونوں چیزوں نے یہودیوں کی کمر توڑ دی۔ کمک کا واقعہ یہ ہے کہ بنوعوف بن خزرج کا قبیلہ جس میں عبداللہ بن ابی بن سلول' ودیعہ بن مالک' ابن ابوقوقل اور سوید اور داعس وغیرہ تھے ان لوگوں نے بنونضیر کو کہلوا بھیجا تھا کہ تم مقابلے پر جمے رہو اور قلعہ خالی نہ کرو ہم تمہاری مدد پر ہیں تمہارا دشمن ہمارا دشمن ہے ہم تمہارے ساتھ مل کر اس سے لڑیں گے اور اگر تم نکلے تو ہم بھی نکلیں گے' لیکن اب تک ان کا یہ وعدہ پورا نہ ہوا اور انہوں نے یہودیوں کی کوئی مدد نہ کی' ادھر ان کے دل مرعوب ہوگئے تو انہوں نے درخواست کی کہ یا رسول اللہ ﷺ ہماری جان بخشی کیجئے ہم مدینہ چھوڑ جاتے ہیں لیکن ہم اپنا مال جو اونٹوں پر لاد کر لے جاسکیں وہ ہمیں دے دیا جائے آپ نے ان پر رحم کھا کر ان کی یہ درخواست قبول فرمائی یہ لوگ یہاں سے چلے گئے جاتے وقت اپنے دروازوں تک کو اکھیڑ کر لے گئے گھروں کو گرا گئے اور شام اور خیبر میں جا کر آباد ہوگئے' ان کے باقی مال خاص رسول اللہ ﷺ کے ہوگئے کہ آپ جس طرح چاہیں انہیں خرچ کریں آپ نے مہاجرین اولین کو یہ مال تقسیم کر دیا' ہاں انصار میں سے دو شخصوں کو یعنی سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ اور ابو دجانہ سماک بن خرشہ رضی اللہ عنہ کو دیا اس لئے کہ یہ دونوں حضرات مساکین تھے' بنونضیر میں سے صرف دو شخص مسلمان ہوئے جن کے مال انہی کے پاس رہے ایک تو یامین رضی اللہ عنہ بن عمیر جو عمرو بن حجاش کے چچا کے لڑکے کا لڑکا تھا یہ وہ عمرو ہے جس نے حضور ﷺ پر پتھر پھینکنے کا بیڑا اٹھایا تھا' دوسرے ابوسعد بن وہب رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ حضور ﷺ نے حضرت یامین رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اے یامین رضی اللہ عنہ! تیرے چچا زاد بھائی نے دیکھ تو میرے ساتھ کس قدر برا برتاؤ برتا اور مجھے نقصان پہنچانے کی کس بے باکی سے کوشش کی؟ حضرت یامین رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو کچھ دینار دے کر عمرو کو قتل کرا دیا' سورۂ حشر اسی واقعہ بنونضیر کے بارہ میں اتری ہے [1] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جسے اس میں شک ہو کہ محشر کی زمین شام کا ملک ہے وہ اس آیت کو پڑھ لے' ان یہودیوں سے جب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم یہاں سے نکل جاؤ تو انہوں نے کہا ہم کہاں جائیں؟ آپ نے فرمایا محشر کی زمین کی طرف نکل جاؤ [2] حضرت حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب حضور ﷺ نے بنونضیر کو جلاوطن کیا تو فرمایا یہ اول محشر ہے اور ہم بھی اس کے پیچھے ہی پیچھے ہیں۔ (ابن جریر) [3] بنونضیر کے ان قلعوں کا محاصرہ صرف چھ روز رہا تھا' محاصرین کو قلعہ کی مضبوطی' یہودیوں کی زیادتی یکجہتی' منافقین کی سازشیں اور خفیہ چالیں وغیرہ دیکھ کر ہرگز یہ یقین نہ تھا کہ اس قدر جلد

---

[1] [**مرسل**: سیرۃ ابن ھشام (۳/۱۵۱-۱۵۳)]

[2] [**ضعیف**: مسند بزار (۳۴۲۶)] اس کی سند میں ابوسعد راوی ضعیف ہے۔]

[3] [**مرسل**: تفسیر ابن جریر الطبری (۳۳۸۲۱)]

یہ قلعہ خالی کر دیں گے ادھر خود یہود بھی اپنے قلعہ کی مضبوطی پر نازاں تھے اور جانتے تھے کہ وہ ہر طرح محفوظ ہیں' لیکن امر اللہ ایسی جگہ سے آ گیا جو ان کے خیال میں بھی نہ تھی' یہی دستور اللہ کا ہے کہ مکار اپنی مکاری میں ہی رہتے ہیں اور بے خبر ان پر عذاب الٰہی آ جاتا ہے' ان کے دلوں میں رعب چھا گیا اور بھلا رعب کیوں نہ چھاتا محاصرہ کرنے والے وہ تھے جنہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے رعب دیا گیا تھا کہ دشمن مہینہ بھر کی راہ پر ہو اور وہیں اس کا دل دہلنے لگتا ہے صلوات اللہ و سلامہ علیہ یہودی اپنے ہاتھوں اپنے گھروں کو برباد کرنے لگے چھتوں کی لکڑی اور دروازے لے جانے کیلئے توڑنے پھوڑنے شروع کر دیئے مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں مسلمانوں نے بھی ان کے گھر توڑے اس طرح کہ جیسے جیسے آگے بڑھتے گئے ان کے جو مکانات وغیرہ قبضے میں آتے گئے میدان کشادہ کرنے کیلئے انہیں ڈھاتے گئے' اسی طرح خود یہود بھی اپنے مکانوں کو آگے سے تو محفوظ کرتے جاتے تھے اور پیچھے سے نقب لگا کر نکلنے کے راستے بناتے جاتے تھے' پھر فرماتا ہے' اے آنکھوں والو! عبرت حاصل کرو اور اللہ سے ڈرو جس کی لاٹھی میں آواز نہیں۔ اگر ان یہودیوں کے مقدر میں جلاوطنی نہ ہوتی تو انہیں اس سے بھی سخت عذاب دیا جاتا' یہ قتل ہوتے اور قید کر لئے جاتے وغیرہ وغیرہ' پھر آخرت کے بدترین عذاب بھی ان کیلئے تیار ہیں۔ بنو نضیر کی یہ لڑائی جنگ بدر کے چھ ماہ بعد ہوئی' مال جو اونٹوں پر لد جائیں انہیں لے جانے کی اجازت تھی مگر ہتھیار لے جانے کی اجازت نہ تھی' یہ اس قبیلے کے لوگ تھے جنہیں اس سے پہلے کبھی جلاوطنی ہوئی نہ تھی بقول حضرت عروہ بن زبیر رحمہ اللہ شروع سورت سے ﴿فَاسِقِينَ﴾ تک آیتیں اس واقعہ کے بیان میں نازل ہوئی ہیں۔ [1] ''جَلَاءَ'' کے معنی قتل و فنا کے بھی کئے گئے ہیں' حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں جلاوطنی کے وقت تین تین میں ایک ایک اونٹ اور ایک ایک مشک دی تھی' اس فیصلہ کے بعد بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو ان کے پاس بھیجا تھا اور انہیں اجازت دی تھی کہ تین دن میں اپنا سامان ٹھیک کر کے چلے جائیں' اس دنیوی عذاب کے ساتھ اخروی عذاب کا بھی بیان ہو رہا ہے کہ وہاں بھی ان کیلئے حتمی اور لازمی طور پر جہنم کی آگ ہے۔ ان کی اس درگت کی اصلی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کا اور اس کے رسول کا خلاف کیا ایک اور اعتبار سے تمام نبیوں کو جھٹلایا اس لئے کہ ہر نبی نے آپ کی بابت پیش گوئی کی تھی' یہ لوگ آپ کو پوری طرح جانتے تھے بلکہ اولاد کو ان کا باپ جس قدر پہچانتا ہے اس سے بھی زیادہ یہ لوگ نبی آخر الزماں کو جانتے تھے لیکن تاہم سرکشی اور حسد کی وجہ سے مانے نہیں' بلکہ مقابلے پر تل گئے اور یہ ظاہر بات ہے کہ اللہ تعالیٰ بھی اپنے مخالفوں پر سخت عذاب نازل فرماتا ہے۔ لِيْنَـة کہتے ہیں اچھی کھجوروں کے درختوں کو' عجوہ اور برنی جو کھجور کی قسمیں ہیں بقول بعض وہ لینہ میں داخل نہیں اور بعض کہتے ہیں صرف عجوہ نہیں اور بعض کہتے ہیں ہر قسم کی کھجوریں اس میں داخل ہیں جن میں بویرہ بھی داخل ہے' یہودیوں نے جو بطور طعنہ کہا تھا کہ کھجوروں کے درخت کٹوا کر اپنے قول کے خلاف فعل کر کے زمین میں فساد کیوں پھیلاتے ہیں؟ یہ اس کا جواب ہے کہ جو کچھ ہو رہا ہے وہ حکم رب سے ہے اور اجازت اللہ سے دشمنان اللہ کو ذلیل و ناکام کرنے اور انہیں پست و بدنصیب کرنے کیلئے

---

[1] [مرسل: دلائل النبوة للبيهقي (۳/۱۷۶)]

ہو رہا ہے جو درخت باقی رکھے جائیں وہ اجازت سے اور جو کاٹے جاتے ہیں وہ بھی مصلحت کے ساتھ' یہ بھی مروی ہے کہ بعض مہاجرین نے بعض کو ان درختوں کو کاٹنے سے منع کیا تھا کہ آخر کار تو یہ مسلمانوں کو بطور مال غنیمت ملنے والے ہیں پھر انہیں کیوں کاٹا جائے؟ جس پر یہ آیت اتری کہ روکنے والے بھی برحق ہیں ان کی نیت مسلمانوں کے نفع کی ہے اور ان کی نیت کافروں کو غیظ و غضب میں لانے اور انہیں شرارت کا مزہ چکھانے کی ہے' اور یہ بھی ارادہ ہے کہ اس سے جل کر وہ غصے میں بھر کر میدان میں آ جائیں تو پھر دو دو ہاتھ ہو جائیں اور اعداءِ دین کو کیفر کردار تک پہنچا دیا جائے' صحابہ رضی اللہ عنہم نے یہ فعل کر تو لیا پھر ڈرے کہ ایسا نہ ہو کاٹنے میں یا باقی چھوڑنے میں اللہ کی طرف سے کوئی مواخذہ ہو تو انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا اور یہ آیت نازل ہوئی۔ (1) یعنی دونوں باتوں پر اجر ہے کاٹنے پر بھی اور چھوڑنے پر بھی' بعض روایتوں میں ہے کہ کٹوائے بھی تھے اور جلوائے بھی تھے۔ (2) بنو قریظہ کے یہودیوں پر اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے احسان کیا اور ان کو مدینہ شریف میں ہی رہنے دیا لیکن بالآخر جب یہ بھی مقابلہ پر آئے اور منہ کی کھائی تو ان کے لڑنے والے مرد تو قتل ہوئے اور عورتیں' بچے اور مال مسلمانوں میں تقسیم کر دیئے گئے ہاں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور ایمان لائے وہ بچ رہے' پھر مدینہ سے تمام یہودیوں کو نکال دیا بنو قینقاع کو بھی جن میں سے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ تھے اور بنو حارثہ کو بھی اور کل یہودیوں کو جلا وطن کیا۔ (3) ان تمام واقعات کو عرب شاعروں نے اپنے اشعار میں بھی نہایت خوبی سے ادا کیا ہے' جو سیرۃ ابن اسحاق میں مروی ہیں یہ واقعہ بقول ابن اسحاق کے احد اور بیئر معونہ کے بعد کا ہے اور بقول عروہ رحمہ اللہ بدر کے چھ مہینے بعد کا ہے۔ واللہ اعلم۔

وَمَآ اَفَاۗءَ اللّٰهُ عَلٰي رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰي مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ مَآ اَفَاۗءَ اللّٰهُ عَلٰي رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ كَيْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةًۢ بَيْنَ الْاَغْنِيَاۗءِ مِنْكُمْ ۭ وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۤ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝

وقف لازم

ان کا جو مال اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کے ہاتھ لگایا ہے جس پر نہ تو تم نے اپنے گھوڑے دوڑائے ہیں نہ اونٹ بلکہ اللہ تعالیٰ

---

(1) [ضعیف : مسند ابو یعلی (۲۱۸۹) مجمع الزوائد (۱۲۲/۷)] اس میں سفیان بن وکیع ضعیف ہے۔]

(2) [صحیح : صحیح بخاری : کتاب المغازی : باب حدیث بنی النضیر و مخرج رسول اللہ فی دیة الرجلین (۴۰۳۲) صحیح مسلم : کتاب الجهاد : باب جواز قطع اشجار الکفار و تحریقها (۱۷۴۶) ترمذی : کتاب السیر : باب فی التحریق والتخریب (۱۵۵۲) ابو داؤد : کتاب الجهاد : باب فی الحرق فی بلاد العدو (۲۶۱۵) ابن ماجه : کتاب الجهاد (۲۸۴۴) مسند احمد (۵۲/۲)]

(3) [صحیح : صحیح بخاری : کتاب المغازی : باب باب حدیث بنی النضیر و مخرج رسول اللہ فی دیة ارجلین (۴۰۲۸) صحیح مسلم : کتاب الجهاد : باب اجلاء الیهود من الحجاز (۱۷۶۶)]

اپنے رسول کو جس پر چاہے غالب کر دیتا ہے' اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے ○ جو مال بستیوں والوں کا اللہ تعالیٰ تمہارے لڑے بھڑے بغیر اپنے رسول کے ہاتھ لگائے وہ اللہ ہی کا ہے اور رسول اللہ کا ہے اور قرابت والوں کا اور یتیموں مسکینوں اور مسافروں کا ہے تاکہ تمہارے دولت مندوں کے ہاتھ میں ہی یہ مال بھی دستگرداں نہ رہ جائے' تمہیں جو کچھ رسول دے لے لو اور جس سے رو کے رک جاؤ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہا کرو' البتہ اللہ تعالیٰ سخت عذاب کرنے والا ہے ○

مال فئی کا ذکر اور اطاعتِ رسول کی ترغیب: فئی کس مال کو کہتے ہیں؟ اس کی صفت کیا ہے؟ اس کا حکم کیا ہے؟ یہ سب یہاں بیان ہو رہا ہے۔ پس فئی کافروں کے اس مال کو کہتے ہیں جو دشمن سے لڑے بھڑے بغیر مسلمانوں کے قبضے میں آ جائے' جیسے بنو نضیر کا یہ مال تھا جس کا اوپر ذکر گزر چکا ہے کہ مسلمانوں نے اپنے گھوڑے یا اونٹ اس پر نہیں دوڑائے تھے یعنی ان کفار سے آمنے سامنے کوئی مقابلہ اور لڑائی نہیں ہوئی بلکہ ان کے دل اللہ نے اپنے رسول ﷺ کی ہیبت سے بھر دیئے اور وہ اپنے قلعہ خالی کر کے قبضہ میں آ گئے' اسے ''فے'' کہتے ہیں اور یہ مال حضور ﷺ کا ہو گیا' آپ جس طرح چاہیں اس میں تصرف کریں' پس آپ نے نیکی اور اصلاح کے کاموں میں اسے خرچ کیا جس کا بیان اس کے بعد والی اور دوسری آیت میں ہے۔ پس فرماتا ہے کہ بنو نضیر کا جو مال بطور فے کے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو دلوایا جس پر مسلمانوں نے اپنے گھوڑے یا اونٹ دوڑائے نہ تھے بلکہ صرف اللہ نے اپنے فضل سے اپنے رسول ﷺ کو اس پر غلبہ دے دیا تھا اور اللہ پر یہ کیا مشکل ہے؟ وہ تو ہر اک چیز پر قدرت رکھتا ہے نہ اس پر کسی کا غلبہ نہ اسے کوئی روکنے والا بلکہ سب پر غالب وہی' سب اس کے تابع فرمان۔ پھر فرمایا کہ جو شہر اس طرح فتح کئے جائیں ان کے مال کا یہی حکم ہے کہ رسول اللہ ﷺ اسے اپنے قبضہ میں کریں گے پھر انہیں دیں گے جن کا بیان اس آیت میں ہے اور اس کے بعد والی آیت میں ہے' یہ ہے فئی کے مال کا مصرف اور اس کے خرچ کا حکم۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ بنو نضیر کے مال بطور فے کے خاص رسول اللہ ﷺ کے ہو گئے تھے آپ اس میں سے اپنے گھر والوں کو سال بھر کا خرچ دیتے تھے اور جو بچ رہتا اسے آلات جنگ اور سامان حرب میں خرچ کرتے (سنن ومسند وغیرہ)۔ [1] ابوداؤد میں حضرت مالک بن اوس رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مجھے دن چڑھے بلایا میں گھر گیا تو دیکھا کہ آپ ایک چوکی جس پر کوئی کپڑا وغیرہ نہ تھا بیٹھے ہوئے ہیں' مجھے دیکھ کر فرمایا تمہاری قوم کے چند لوگ آئے ہیں میں نے انہیں کچھ دیا ہے تم اسے لے کر ان میں تقسیم کر دو میں نے کہا اچھا ہوتا اگر جناب کسی اور کو یہ کام سونپتے آپ نے فرمایا نہیں تم ہی کرو میں نے کہا بہت بہتر' اتنے میں آپ کا داروغہ یرفا آیا اور کہا اے امیر المومنین رضی اللہ عنہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ اور حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ تشریف لائے ہیں کیا انہیں اجازت ہے؟

---

[1] [**صحیح**: صحیح بخاری: کتاب الجهاد والسیر: باب المجن ومن یترس صاحبه (۲۹۰٤)، (٤۸۸٥) صحیح مسلم: کتاب الجهاد: باب حکم الفئ (۱۷٥۷) ترمذی: کتاب الجهاد: باب فی الفی (۱۷۱۹) مسند احمد (۱/۲٥)]

آپ نے فرمایا ہاں آنے دو چنانچہ یہ حضرات تشریف لائے' یرفا پھر آیا اور کہا امیر المومنین ؓ حضرت عباس ؓ
اور حضرت علی ؓ اجازت طلب کر رہے ہیں آپ نے فرمایا اجازت ہے یہ دونوں حضرات بھی تشریف لائے'
حضرت عباس ؓ نے کہا اے امیر المومنین ؓ میرا اور ان کا فیصلہ کیجئے یعنی حضرت علی ؓ کا' تو پہلے جو چاروں
بزرگ آئے تھے ان میں سے بھی بعض نے کہا ہاں امیر المومنین ان دونوں کے درمیان فیصلہ کر دیجئے اور انہیں
راحت پہنچایئے' حضرت مالک فرماتے ہیں اس وقت میرے دل میں خیال آیا کہ ان چاروں بزرگوں کو ان دونوں
حضرات نے ہی اپنے سے پہلے یہاں بھیجا ہے' حضرت عمر ؓ نے فرمایا ٹھہرو' پھر ان چاروں کی طرف متوجہ ہو کر
فرمایا تمہیں اللہ کی قسم جس کے حکم سے آسمان و زمین قائم ہیں کیا تمہیں معلوم ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہمارا
ورثہ بانٹا نہیں جاتا ہم جو کچھ چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے ان چاروں نے ان کا اقرار کیا' پھر ان دونوں کی طرف متوجہ
ہوئے اور اسی طرح قسم دے کر ان سے بھی یہی سوال کیا اور انہوں نے بھی اقرار کیا' پھر آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ
نے اپنے رسول ﷺ کیلئے ایک خاصہ کیا تھا جو اور کسی کیلئے نہ تھا پھر آپ نے یہی آیت ﴿وَمَا أَفَاءَ اللّٰهُ﴾ الخ
پڑھی اور فرمایا بنو نضیر کے مال اللہ تعالیٰ نے بطور فے کے اپنے رسول ﷺ کو دیئے تھے اللہ کی قسم نہ تو میں نے تم پر
اس میں سے کسی کو ترجیح دی اور نہ خود ہی اس میں سے کچھ لے لیا' رسول اللہ ﷺ اپنا اور اپنے اہل کا سال بھر کا خرچ
اس میں سے لے لیتے تھے اور باقی مثل بیت المال کے کر دیتے تھے پھر ان چاروں بزرگوں کو اسی طرح قسم دے کر
پوچھا کہ کیا تمہیں معلوم ہے؟ انہوں نے کہا ہاں' پھر ان دونوں سے قسم دے کر پوچھا اور انہوں نے ہاں کہی۔ پھر
فرمایا حضور ﷺ کے فوت ہونے کے بعد ابو بکر ؓ والی بنے اور تم دونوں خلیفہ رسول ﷺ کے پاس آئے' اے
عباس ؓ تم تو اپنی قرابت داری جتا کر اپنے چچا زاد بھائی کے مال سے ورثہ طلب کرتے تھے اور یہ یعنی حضرت علی
ؓ اپنا حق جتا کر اپنی بیوی یعنی حضرت فاطمہ ؓ کی طرف سے ان کے والد کے مال سے ورثہ طلب کرتے تھے۔
جس کے جواب میں تم دونوں سے حضرت ابو بکر ؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے' ہمارا ورثہ بانٹا نہیں
جاتا ہم جو چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے۔ اللہ خوب جانتا ہے کہ حضرت ابو بکر ؓ یقیناً راست گو' نیک کار' رشد و ہدایت
والے اور تابع حق تھے' چنانچہ اس مال کی ولایت حضرت الصدیق ؓ نے کی' آپ کے فوت ہو جانے کے بعد آپ
کا اور رسول اللہ ﷺ کا خلیفہ میں بنا اور وہ مال میری ولایت میں رہا' پھر آپ دونوں ایک صلاح سے میرے پاس
آئے اور مجھ سے اسے مانگا' جس کے جواب میں میں نے کہا کہ اگر تم اس شرط سے اس مال کو قبضہ میں کرو کہ جس
طرح رسول اللہ ﷺ اسے خرچ کرتے تھے تم بھی کرتے رہو گے تو میں تمہیں سونپ دیتا ہوں' تم نے اس بات کو
قبول کیا اور اللہ کو بیچ میں دے کر تم نے اس مال کی ولایت لی' پھر تم جواب آئے ہو تو کیا اس کے سوا کوئی اور
فیصلہ چاہتے ہو؟ قسم اللہ کی قیامت تک اس کے سوا اس کا کوئی فیصلہ میں نہیں کر سکتا' ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ اگر تم
اپنے وعدے کے مطابق اس مال کی نگرانی اور اس کا صرف نہیں کر سکتے تو تم اسے پھر لوٹا دو تا کہ میں آپ اسے
اسی طرح خرچ کروں جس طرح رسول اللہ ﷺ خرچ کرتے تھے جس طرح خلافت صدیقی میں اور آج تک

ہوتا رہا۔ [1] مسند احمد میں ہے کہ لوگ نبی ﷺ کو اپنے کھجوروں کے درخت وغیرہ دے دیا کرتے تھے یہاں تک کہ بنوقریظہ اور بنونضیر کے اموال آپ کے قبضے میں آئے تو اب آپ نے ان لوگوں کو ان کے دیئے ہوئے مال واپس دینے شروع کئے' حضرت انس رضی اللہ عنہ کو بھی ان کے گھر والوں نے آپ کی خدمت میں بھیجا کہ ہمارا دیا ہوا سب یا جتنا آپ چاہیں ہمیں واپس کر دیں میں نے جا کر حضور ﷺ کو یاد دلایا آپ نے وہ سب واپس لوٹانے کو فرمایا' لیکن یہ سب حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کو اپنی طرف سے دے چکے تھے انہیں جب معلوم ہوا کہ یہ سب میرے قبضے سے نکل جائے گا تو انہوں نے آ کر میری گردن میں کپڑا ڈال دیا اور مجھ سے فرمانے لگیں اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں حضرت ﷺ تجھے یہ نہیں دیں گے آپ تو مجھے یہ سب کچھ دے چکے حضور ﷺ نے فرمایا ام ایمن رضی اللہ عنہا تم نہ گھبراؤ ہم تمہیں اس کے بدلے اتنا اتنا دیں گے لیکن وہ نہ مانیں اور یہی کہے چلی گئیں' آپ نے فرمایا اچھا اور اتنا اتنا ہم تمہیں دیں گے لیکن وہ اب بھی خوش نہ ہوئیں اور وہی فرماتی رہیں' آپ نے فرمایا لو ہم تمہیں اتنا اتنا اور دیں گے یہاں تک کہ جتنا انہیں دے رکھا تھا اس سے جب تقریباً دس گناہ زیادہ دینے کا وعدہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تب آپ راضی ہو کر خاموش ہوگئیں اور ہمارا مال ہمیں مل گیا [2] یہ فے کا مال جن پانچ جگہوں میں صرف ہوگا یہی جگہیں غنیمت کے مال کے صرف کرنے کی بھی ہیں اور سورۂ انفال میں ان کی پوری تشریح و توضیح کے ساتھ کامل تفسیر الحمدللہ گزر چکی ہے اس لئے ہم یہاں بیان نہیں کرتے۔

پھر فرماتا ہے کہ مال فے کے یہ مصارف ہم نے اس لئے وضاحت کے ساتھ بیان کر دیئے کہ یہ مالداروں کے ہاتھ لگ کر کہیں ان کا لقمہ نہ بن جائے اور اپنی من مانی خواہشوں کے مطابق وہ اسے اڑائیں اور مسکینوں کے ہاتھ نہ لگے۔ پھر فرماتا ہے کہ جس کام کے کرنے کو میرے پیغمبر تم سے کہیں تم اسے کرو جس کام سے وہ تمہیں روکیں تم اس سے رک جاؤ۔ یقین مانو کہ جس کا وہ حکم کرتے ہیں وہ بھلائی کا کام ہوتا ہے اور جس سے وہ روکتے ہیں وہ برائی کا کام ہوتا ہے۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ ایک عورت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آئی اور کہا آپ گودنے سے (یعنی چمڑے پر یا ہاتھوں پر عورتیں سوئی وغیرہ سے گدوا کر جو تلوں کی طرح نشان وغیرہ بنالیتی ہیں) اور بالوں میں بال ملا لینے سے (جو عورتیں اپنے بالوں کو لمبا ظاہر کرنے کیلئے کرتی ہیں) منع فرماتے ہیں تو کیا یہ ممانعت کتاب اللہ میں ہے یا حدیث رسول ﷺ میں ہے؟ آپ نے فرمایا کتاب اللہ میں بھی اور حدیث رسول اللہ ﷺ میں بھی دونوں میں اس ممانعت کو پاتا ہوں اس عورت نے کہا اللہ کی قسم دونوں لوحوں کے درمیان جس

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب فرض الخمس: باب فرض الخمس (٣٠٩٤)، (٤٠٣٣) صحیح مسلم: کتاب الجهاد: باب حکم الفی (١٧٥٧) ترمذی: کتاب السیر: باب ما جاء فی ترکة رسول الله (١٦١٠) نسائی: کتاب قسم الفیئ (٤١٥٣)]

[2] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب المغازی: باب مرجع النبی من الاحزاب (٤١٢٠)، (٣١٢٨) صحیح مسلم: کتا ب الجهاد: باب رد المهاجرین الی الانصار (١٧٧١) ابوداؤد: کتاب الخراج: باب فی صفایا رسول الله من احوال (٢٩٦٣) مسند احمد (٣/٢١٩)]

قدر قرآن شریف میں ہے میں نے سب پڑھا ہے اور خوب دیکھ بھال کی ہے لیکن میں نے تو کہیں اس ممانعت کو نہیں پایا آپ نے فرمایا کیا تم نے آیت ﴿مَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ﴾ الخ نہیں پڑھی؟ اس نے کہا ہاں یہ تو پڑھی ہے۔ فرمایا: (قرآن سے ثابت ہوا ہے کہ حکم رسول ﷺ اور ممانعت قابل عمل ہیں اب سنو) خود میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ آپ نے گودنے سے اور بالوں میں بال ملانے سے اور پیشانی اور چہرے کے بال نوچنے سے منع فرمایا ہے (یہ بھی عورتیں اپنی خوبصورتی ظاہر کرنے کیلئے کرتی ہیں اور اس زمانے میں تو مرد بھی بکثرت کرتے تھے) اس عورت نے کہا حضرت! یہ تو آپ کی گھر والیاں بھی کرتی ہیں آپ نے فرمایا جاؤ دیکھو وہ گئیں اور دیکھ کر آئیں اور کہنے لگیں حضرت معاف کیجئے غلطی ہوئی ان باتوں میں سے کوئی بات آپ کے گھرانے والیوں میں میں نے نہیں دیکھی، آپ نے فرمایا کیا تم بھول گئیں کہ اللہ کے نیک بندے (حضرت شعیب علیہ السلام) نے کیا فرمایا تھا ﴿مَآ اُرِيْدُ اَنْ اُخَالِفَكُمْ اِلٰى مَآ اَنْهٰىكُمْ عَنْهُ﴾ [1] یعنی میں یہ نہیں چاہتا کہ تمہیں جس چیز سے روکوں خود میں اس کے خلاف کروں [2] مسند احمد اور بخاری و مسلم میں ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ لعنت بھیجتا ہے اس عورت پر جو گدوائے اور جو گودے اور جو اپنی پیشانی کے بال لے اور خوبصورتی کیلئے اپنے سامنے کے دو دانتوں کی کشادگی کرے، اور اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی پیدائش کو بدلنا چاہے، یہ سن کر بنو اسد کی ایک عورت جن کا نام ام یعقوب تھا آپ کے پاس آئیں اور پوچھا کہ کیا آپ نے اس طرح فرمایا ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ ہاں میں اس پر لعنت کیوں نہ کروں جس پر اللہ کے رسول ﷺ نے لعنت کی ہے؟ اور جو قرآن میں موجود ہے، اس نے کہا میں نے پورا قرآن جتنا بھی دونوں پٹھوں کے درمیان ہے اول سے آخر تک پڑھا ہے لیکن میں نے تو یہ حکم کہیں نہیں پایا، آپ نے فرمایا اگر تم سوچ سمجھ کر پڑھتیں تو ضرور پاتیں کیا تم نے آیت ﴿مَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ﴾ الخ نہیں پڑھی؟ اس نے کہا ہاں یہ تو پڑھی ہے پھر آپ نے وہ حدیث سنائی، اس نے آپ کے گھر والوں کی نسبت کہا پھر دیکھ کر آئیں اور عذر خواہی کی اس وقت آپ نے فرمایا اگر میری گھر والی ایسا کرتی تو میں اسے ملنا چھوڑ دیتا [3] بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب میں تمہیں کوئی حکم دوں تو جہاں تک تم سے ہو سکے اسے بجالاؤ اور جب میں تمہیں کسی چیز سے روکوں تو رک جاؤ [4] نسائی

---

[1] [سورة هود : آیت ۸۸]

[2] [اسناده قوی : مسند احمد (۱/ ٤١٥)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند قوی ہے۔[الموسوعة الحديثية (۳۹٤٥)]

[3] [صحيح : صحیح بخاری : كتاب التفسير : باب ما اتكم الرسول فخذوه (٤٨٨٦)، (٥٩٣١) صحيح مسلم : كتاب اللباس والزينة : باب تحريم فعل الواصلة والمستوصلة (٢١٢٥) ترمذی : كتاب الادب : باب ما جآء في الواصلة والمستوصلة والواشمة والمستوشمة (٢٧٨٢) ابو داؤد : كتاب الترجل : باب في صلة الشعر (٤١٦٩) نسائی : كتاب الزينة : باب المتنمصات (٥١٠٤) ابن ماجه : كتاب النكاح : باب الواصلة الواشمة (١٩٨٩) مسند احمد (۱/ ٤٣٣)]

[4] [صحيح : صحیح بخاری : كتاب الاعتصام : باب الاقتداء بسنن رسول الله (٧٢٨٨) صحيح مسلم : كتاب الحج : باب فرض الحج مرة في العمر (١٣٣٧)]

میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کدو کے برتن میں، سبز ٹھلیا میں، کھجور کی لکڑی کے کریدے ہوئے برتن میں اور رال کی رنگی ہوئی ٹھلیا میں نبیذ بنانے سے یعنی کھجور یا کشمش وغیرہ کے بھگو کر رکھنے سے منع فرمایا پھر اسی آیت کی تلاوت کی [1] (یاد رہے کہ یہ حکم اب باقی نہیں ہے۔ مترجم) پھر فرماتا ہے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچنے کیلئے اس کے احکام کی ممنوعات سے بچتے رہو، یاد رکھو کہ اس کی نافرمانی مخالفت انکار کرنے والوں کو اور اسکے منع کئے ہوئے کاموں کو کرنے والوں کو وہ سخت سزا اور دردناک عذاب دیتا ہے۔

لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَ اَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا وَّ يَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۚ﴿۸﴾ وَ الَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَ الْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَ يُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۗ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۚ﴿۹﴾ وَ الَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَ لِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۰﴾

(فے کا مال) ان مہاجر مسکینوں کیلئے جو اپنے گھروں سے اور اپنے مالوں سے نکال دیئے گئے ہیں وہ اللہ کے فضل اور اس کی رضا مندی کے طلب گار ہیں اور اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی مدد کرتے ہیں، یہی راست باز لوگ ہیں ○ اور ان کیلئے جنہوں نے اس گھر میں (یعنی مدینہ میں) اور ایمان میں ان سے پہلے جگہ بنالی ہے اپنی طرف ہجرت کر کے آنے والوں سے محبت کرتے ہیں اور مہاجرین کو جو کچھ دے دیا جائے اس سے وہ اپنے دلوں میں کوئی دغدغہ نہیں رکھتے، بلکہ خود اپنے اوپر انہیں ترجیح دیتے ہیں گو خود کو کتنی ہی سخت حاجت ہو، بات یہ ہے کہ جو بھی اپنے نفس کی حرص سے بچیں وہی کامیاب و بامراد ہیں ○ ان کیلئے جو ان کے بعد آئیں جو کہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہمیں بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی جو ہم سے پہلے ایمان لاچکے ہیں اور ایمانداروں کی طرف سے ہمارے دل میں کینہ اور دشمنی نہ ڈال اے ہمارے رب بیشک تو شفقت مہربانی کرنے والا ہے ○

مال فئی کے مستحق افراد: اوپر بیان ہوا تھا کہ فئی کا مال یعنی کافروں کا جو مال مسلمانوں کے قبضے میں میدان جنگ میں لڑے بھڑے بغیر آ گیا ہو اس کے مالک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں پھر آپ یہ مال کسے دیں گے؟ اس کا بیان بھی اوپر ہوا تھا اب ان آیتوں میں بھی انہی مستحقین فئی کا مزید بیان ہو رہا ہے، کہ اس کے حق دار وہ غریب مہاجر ہیں جنہوں نے اللہ کو رضا مند کرنے کیلئے اپنی قوم کو ناراض کر لیا یہاں تک کہ انہیں اپنا وطن عزیز اور اپنے ہاتھ کا مشکلوں سے جمع

[1] [صحیح: صحیح مسلم: کتاب الاشربة: باب النھی عن الانتباذ فی المزفت والحنتم (۱۹۹۷) ابو داؤد: کتاب الاشربة: باب فی الاوعیة (۳۶۹۰) نسائی: کتاب الاشربة (۵۶۴۶)]

کیا ہوا مال وغیرہ سب چھوڑ چھاڑ کر چل دینا پڑا' اللہ کے دین اور اس کے رسول ﷺ کی مدد میں برابر مشغول ہیں' اللہ کے فضل وخوشنودی کے متلاشی ہیں' یہی سچے لوگ ہیں جنہوں نے اپنا فعل اپنے قول کے مطابق کر دکھایا' یہ اوصاف سادات مہاجرین رضی اللہ عنہم میں تھے۔ پھر انصار کی مدح بیان ہو رہی ہے اور ان کی فضیلت' شرافت وکرم اور بزرگی کا اظہار ہو رہا ہے' ان کی کشادہ دلی' نیک نفسی' ایثار اور سخاوت کا ذکر ہو رہا ہے کہ انہوں نے مہاجرین سے پہلے ہی دارالہجرت مدینہ میں اپنی بودوباش رکھی اور ایمان پر قیام رکھا' مہاجرین کے پہنچنے سے پہلے ہی ایمان لا چکے تھے بلکہ بہت سے مہاجرین سے بھی پہلے ایمان دار بن گئے تھے۔ صحیح بخاری شریف میں ہے اس آیت کی تفسیر کے موقعہ پر یہ روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں اپنے بعد کے خلیفہ کو وصیت کرتا ہوں کہ مہاجرین اولین کا حق ادا کرتا رہے' ان کی خاطر مدارات میں کمی نہ کرے اور میری وصیت ہے کہ انصار کے ساتھ بھی نیکی اور بھلائی کرے جنہوں نے مدینہ میں جگہ بنائی اور ایمان میں جگہ حاصل کی' ان کے بھلے لوگوں کی بھلائیاں قبول کرے اور ان کی خطاؤں سے درگزر اور چشم پوشی کر لے۔ [1] ان کی شرافت طبعی ملاحظہ ہو کہ جو بھی راہ اللہ میں ہجرت کر کے آئے یہ اپنے دل میں اسے گھر دیتے ہیں اور اپنے جان و مال کو ان پر نثار کرنا اپنا فخر جانتے ہیں' مسند احمد میں ہے کہ مہاجرین نے ایک مرتبہ کہا یارسول اللہ ﷺ ہم نے تو دنیا میں ان انصار جیسے لوگ نہیں دیکھے تھوڑے میں تھوڑا اور بہت میں بہت برابر ہمیں دے رہے ہیں' مدتوں سے ہمارا کل خرچ اٹھا رہے ہیں بلکہ ناز برداریاں کر رہے ہیں اور کبھی چہرے پر شکن بھی نہیں بلکہ خدمت کرتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں' دیتے ہیں اور احسان نہیں رکھتے کام کاج خود کریں اور کمائی ہمیں دیں' حضور ﷺ ہمیں تو ڈر ہے کہ کہیں ہمارے اعمال کا سارا سارا اجر انہی کو نہ مل جائے۔ آپ نے فرمایا نہیں نہیں جب تک تم ان کی ثناء اور تعریف کرتے رہو گے اور ان کیلئے دعائیں مانگتے رہو گے۔ [2] صحیح بخاری شریف میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے انصاریوں کو بلا کر فرمایا کہ میں بحرین کا علاقہ تمہارے نام لکھ دیتا ہوں' انہوں نے کہا یارسول اللہ ﷺ جب تک آپ ہمارے مہاجر بھائیوں کو بھی اتنا نہ دیں گے ہم اسے نہ لیں گے آپ نے فرمایا اچھا اگر نہیں لیتے تو دیکھو آئندہ صبر کرتے رہنا میرے بعد ایسا وقت بھی آئے گا کہ اوروں کو دیا جائے گا اور تمہیں چھوڑ دیا جائے گا [3] صحیح بخاری شریف کی اور حدیث میں ہے کہ انصاریوں نے کہا یارسول اللہ ﷺ ہمارے کھجوروں کے باغات ہم میں اور ہمارے مہاجر بھائیوں میں تقسیم کر دیجئے آپ نے فرمایا نہیں' پھر

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب التفسیر : باب و الذین تبوء والدار والایمان سورۃ الحشر (٤٨٨٨)]

[2] [صحیح : مسند احمد (٢٠١/٣) ابوداود (٤٨١٢) ترمذی (٢٤٨٩)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح الادب المفرد (٢١٧)] شیخ مصطفی السید، شیخ رشاد، شیخ عماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس کے راوی ثقہ اور صحیح کے راوی ہیں۔]

[3] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب المناقب : باب قول النبی للانصار اصبروا حتی تلقونی (٣٧٩٤)]

فرمایا سنو! کام کاج بھی تم ہی کرو اور ہم سب کو تو پیداوار میں شریک رکھو انصار نے جواب دیا یا رسول اللہ ﷺ ہمیں یہ بھی بخوشی منظور ہے۔ [1] پھر فرماتا ہے یہ اپنے دلوں میں کوئی حسد ان مہاجرین کی قدر و منزلت اور ذکر و مرتب پر نہیں کرتے، جو انہیں مل جائے انہیں اس پر رشک نہیں ہوتا، اسی مطلب پر اس حدیث کی دلالت بھی ہے جو مسند احمد میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت سے مروی ہے کہ ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ نے فرمایا دیکھو ابھی ایک جنتی شخص آنے والا ہے، تھوڑی دیر میں ایک انصاری رضی اللہ عنہ اپنے بائیں ہاتھ میں اپنی جوتیاں لئے تازہ وضو کر کے آرہے تھے داڑھی پر سے پانی ٹپک رہا تھا دوسرے دن بھی اسی طرح ہم بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ نے یہی فرمایا اور وہی شخص اسی طرح آئے تیسرے دن بھی یہی ہوا حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ آج دیکھتے بھالتے رہے اور جب مجلس نبوی ختم ہوئی اور یہ بزرگ وہاں سے اٹھ کر چلے تو یہ بھی ان کے پیچھے ہو لئے اور انصاری سے کہنے لگے حضرت مجھ میں اور میرے والدین میں کچھ بول چال ہو گئی ہے جس پر میں قسم کھا بیٹھا ہوں کہ تین دن تک اپنے گھر نہیں جاؤں گا پس اگر آپ مہربانی فرما کر مجھے اجازت دیں تو میں یہ تین دن آپ کے ہاں گزار دوں انہوں نے کہا بہت اچھا چنانچہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے یہ تین راتیں ان کے گھر ان کے ساتھ گزاریں دیکھا کہ وہ رات کو تہجد کی لمبی نماز بھی نہیں پڑھتے صرف اتنا کرتے ہیں کہ جب آنکھ کھلے اللہ تعالیٰ کا ذکر اور اس کی بڑائی اپنے بستر پر ہی لیٹے لیٹے کر لیتے ہیں یہاں تک کہ صبح کی نماز کیلئے اٹھیں ہاں یہ ضروری بات تھی کہ میں نے ان کے منہ سے سوائے کلمہ خیر کے اور کچھ نہیں سنا، جب تین راتیں گزر گئیں تو مجھے ان کا عمل بہت ہی ہلکا سا معلوم ہونے لگا اب میں نے ان سے کہا کہ حضرت! دراصل نہ تو میرے اور میرے والد صاحب کے درمیان کوئی ایسی باتیں ہوئی تھیں نہ میں نے ناراضگی کے باعث گھر چھوڑا تھا بلکہ واقعہ یہ ہوا کہ تین مرتبہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ابھی ایک جنتی شخص آرہا ہے اور تینوں مرتبہ آپ ہی آئے تو میں نے ارادہ کر لیا کہ آپ کی خدمت میں کچھ دن رہ کر دیکھوں تو سہی کہ آپ ایسی کونسی عبادتیں کرتے ہیں جو جیتے جی بزبان رسول اللہ ﷺ آپ کے جنتی ہونے کی یقینی خبر ہم تک پہنچ گئی چنانچہ میں نے یہ بہانہ کیا اور تین رات تک آپ کی خدمت میں رہا تا کہ آپ کے اعمال دیکھ کر میں بھی ویسے ہی عمل شروع کر دوں لیکن میں نے تو آپ کو نہ کوئی نیا اور اہم عمل کرتے ہوئے دیکھا نہ عبادت میں ہی اوروں سے زیادہ بڑھا ہوا دیکھا اب جا رہا ہوں لیکن زبانی ایک سوال ہے کہ آپ ہی بتایئے آخر وہ کونسا عمل ہے جس نے آپ کو رسول اللہ ﷺ کی زبانی جنتی بنایا؟ آپ نے فرمایا بس تم میرے اعمال تو دیکھ چکے ان کے سوا اور کوئی خاص پوشیدہ عمل تو ہے نہیں چنانچہ میں ان سے رخصت ہو کر چلا تھوڑی دور چلا تھا جو انہوں نے مجھے آواز دی اور فرمایا ہاں میرا ایک عمل سنتے جاؤ وہ یہ کہ میرے دل میں کبھی کسی مسلمان سے دھوکا بازی، حسد اور بغض کا ارادہ بھی نہیں ہوا میں کبھی کسی مسلمان کا بدخواہ نہیں بنا، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر فرمایا بس اب معلوم ہو گیا اسی عمل نے

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الحرث والمزارعة: باب اذا قال اکفنی مؤونة النخل وغیرہ وتشرکنی فی الثمر (٢٣٢٥)]

آپ کو اس درجہ تک پہنچایا ہے اور یہی وہ چیز ہے جو ہر ایک کے بس کی نہیں ۔[1] امام نسائی بھی اپنی کتاب عمل الیوم واللیلہ میں اس حدیث کو لائے ہیں‘ غرض یہ ہے کہ ان انصار میں یہ وصف تھا کہ مہاجرین کو اگر کوئی مال وغیرہ دیا جائے اور انہیں نہ ملے تو یہ برا نہیں مانتے تھے‘ بنو نضیر کے مال جب مہاجرین ہی میں تقسیم ہوئے تو کسی انصاری نے اس میں کلام نہیں کیا جس پر یہ آیت ﴿ وَمَا اَفَآ اللّٰہُ ﴾ اتری‘ آنحضرت ﷺ نے فرمایا تمہارے مہاجر بھائی مال واولاد کو چھوڑ کر تمہاری طرف آتے ہیں انصار نے کہا پھر حضور ﷺ ہمارا مال ان میں اور ہم میں برابر بانٹ دیجئے آپ نے فرمایا اس سے بھی زیادہ ایثار کر سکتے ہو؟ انہوں نے کہا جو حضور ﷺ کا ارشاد ہو آپ نے فرمایا مہاجر کھیت اور باغات کا کام نہیں جانتے تم اپنے مال کو قبضے میں رکھو خود کام کرو خود باغات میں محنت کرو اور پیداوار میں انہیں شریک کر دو انصار رضی اللہ عنہم نے اسے بھی بہ کشادہ پیشانی منظور کر لیا۔[2] پھر فرماتا ہے کہ خود کو حاجت ہونے کے باوجود بھی اپنے دوسرے بھائیوں کی حاجت کو مقدم رکھتے ہیں اپنی ضرورت خواہ باقی رہ جائے ۔لیکن دوسرے مسلمان کی ضرورت جلد پوری ہو جائے یہ ان کی ہر وقت کی خواہش ہے‘ ایک صحیح حدیث میں ہے کہ جس کے پاس کمی اور قلت ہو خود کو ضرورت ہو اور پھر بھی صدقہ کرے اس کا صدقہ افضل اور بہتر ہے۔[3] یہ درجہ ان لوگوں کے درجہ سے بڑھا ہوا ہے جن کا ذکر اور جگہ ہے کہ مال کی چاہت کے باوجود وہ اسے راہ للہ خرچ کرتے ہیں لیکن یہ لوگ تو خود اپنی حاجت ہوتے ہوئے صرف کرتے ہیں‘ محبت ہوتی ہے اور حاجت نہیں ہوتی اس وقت کا خرچ اس درجہ کو نہیں پہنچ سکتا کہ خود کو ضرورت ہو اور پھر بھی راہ اللہ میں دے دینا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا صدقہ اس قسم سے ہے کہ آپ نے اپنا کل مال لا کر اللہ کے رسول ﷺ کے سامنے ڈھیر لگا دیا آپ نے پوچھا بھی کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کچھ باقی رکھ آئے ہو؟ جواب دیا اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو باقی رکھ آیا ہوں[4] اسی طرح وہ واقعہ ہے جو جنگ یرموک میں حضرت عکرمہ رحمہ اللہ اور ان کے ساتھیوں کو پیش آیا تھا کہ میدان جہاد میں زخم

---

[1] [صحیح : مسند احمد (۱۶۶/۳) نسائی فی السنن الکبری (۱۰۶۹۹)] حافظ بوصیریؒ نے فرماتے ہیں کہ اس کی سند شیخین کی شرط پر صحیح ہے ۔[اتحاف الخیرۃ المھرۃ (۷۸/۶)] شیخ شعیب ارناووط بھی اس کی سند کو صحیح کہتے ہیں ۔[الموسوعۃ الحدیثیۃ (۱۲۶۹۷)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس بھی اس کی سند کو صحیح کہتے ہیں ۔]

[2] [مرسل : تفسیر ابن جریر الطبری (۳۳۸۷۴)]

[3] [صحیح : ابو داؤد : کتاب الزکاۃ : باب فی الرخصۃ فی ذلک (۱۶۷۷) مستدرك حاکم (۴۱۴/۱) مسند احمد (۳۵۸/۲) صحیح ابن خزیمہ (۲۴۴٤) صحیح ابن حبان (۳۳٤۶)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے ۔[صحیح ابوداود (۱٤۷۱)]

[4] [صحیح : ابوداؤد: کتاب الزکاۃ : باب فی الرخصۃ فی ذلک (۱۶۷۸) ترمذی : کتاب المناقب : باب رجاؤہ ان یکون ابوبکر ممن یدعیٰ من جمیع ابواب الجنۃ (۳۶۷۵)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ابوداؤد (۱٤۷۲)]

خوردہ پڑے ہوئے ہیں ریت اور مٹی زخموں میں بھر رہی ہے کہ کراہ رہے ہیں تڑپ رہے ہیں سخت تیز دھوپ پڑ رہی ہے پیاس کے مارے حلق چیخ رہا ہے اتنے میں ایک مسلمان کندھے پر مشک لٹکائے آ جاتا ہے اور ان مجروح مجاہدین کے سامنے پیش کرتا ہے۔ لیکن ایک کہتا ہے اس دوسرے کو پلاؤ دوسرا کہتا ہے اس تیسرے کو پلاؤ وہ ابھی تیسرے تک پہنچا بھی نہیں کہ ایک شہید ہو جاتا ہے دوسرے کو دیکھتا ہے کہ وہ بھی پیاسا ہی چل بسا تیسرے کے پاس آتا ہے لیکن دیکھتا ہے کہ وہ سوکھے ہونٹوں ہی اللہ سے جا ملا۔ اللہ تعالیٰ ان بزرگوں سے خوش ہو اور انہیں بھی اپنی ذات سے خوش رکھے۔ [1] صحیح بخاری شریف میں ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور کہا یا رسول اللہ ﷺ میں سخت حاجت مند ہوں مجھے کچھ کھلوایئے آپ نے اپنے گھروں میں آدمی بھیجا لیکن تمام گھروں سے جواب ملا کہ ہمارے پاس کچھ نہیں یہ معلوم کرکے پھر آپ نے اور لوگوں سے کہا کہ کوئی ہے جو آج کی رات انہیں اپنا مہمان رکھے؟ ایک انصاری اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا حضور ﷺ میں انہیں مہمان رکھوں گا چنانچہ یہ لے گئے اور اپنی بیوی سے کہا دیکھو یہ رسول اللہ ﷺ کا مہمان ہے آج گو ہمیں کچھ کھانے کو نہ ملے لیکن یہ بھوکے نہ رہیں بیوی صاحبہ نے کہا آج گھر میں بھی برکت ہے بچوں کیلئے البتہ کچھ ٹکڑے رکھے ہوئے ہیں انصاری نے فرمایا اچھا بچوں کو تو بہلا پھسلا کر بھوکا سلا دو اور ہم تم اپنے پیٹ پر کپڑا باندھ کر فاقے سے رات گزار دیں گے کھاتے وقت چراغ بجھا دینا تاکہ مہمان یہ سمجھے کہ ہم کھا رہے ہیں اور دراصل کھائیں گے نہیں۔ چنانچہ ایسا ہی کیا صبح جب یہ شخص انصاری رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے تو آپ نے فرمایا کہ اللہ اس شخص کے اور اس کی بیوی کے رات کے عمل سے خوش ہوا اور ہنس دیا انہی کے بارے میں یہ آیت ﴿وَيُؤْثِرُونَ﴾ الخ نازل ہوئی۔ صحیح مسلم کی روایت میں ان انصاری کا نام ہے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ۔ [2] پھر فرماتا ہے جو اپنے نفس کی بخیلی حرص اور لالچ سے بچ گیا اس نے نجات پالی۔ مسند احمد اور مسلم میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں لوگو ظلم سے بچو! قیامت کے دن یہ ظلم اندھیرا بن جائے گا لوگو! بخیلی اور حرص سے بچو یہی وہ چیز ہے جس نے تم سے پہلے لوگوں کو برباد کر دیا اسی کی وجہ سے انہوں نے خونریزیاں کیں اور حرام کو حلال بنا لیا۔ [3] اور سند سے یہ بھی مروی ہے کہ فحش سے بچو۔ اللہ تعالیٰ فحش باتوں اور بے حیائی کے کاموں کو ناپسند فرماتا ہے حرص اور بخیلی کی مذمت میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ اس کے باعث اگلوں نے ظلم کئے فسق و فجور کئے اور قطع رحمی کی۔ [4] ابوداؤد وغیرہ میں ہے اللہ تعالیٰ کی راہ کا غبار اور جہنم کا دھواں کسی بندے کے پیٹ

---

[1] [ضعیف: مستدرك حاكم (۳/۲٤۲)] اس میں حبیب بن ثابت مدلس راوی کا عنعنہ ہے۔ حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

[2] [صحیح: صحیح بخاری: كتاب مناقب الانصار: باب قول الله تعالى ويؤثرون على انفسهم ولو كان بهم خصاصة (۳۷۹۸) صحیح مسلم: كتاب الاشربة: باب اكرام الضيف وفضل ايثاره (۲۰٥٤)]

[3] [صحیح: صحیح مسلم: كتاب البر والصلة: باب تحريم الظلم (۲۵۷۸) مسند احمد (۳/۳۲۰)]

[4] [صحیح: ابوداؤد: كتاب الزكاة: باب فى الشح (۱٦۹۸) مسنداحمد (۲/۱۵۹)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ابوداود] حافظ زبیر علی زئی بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔]

میں جمع ہو ہی نہیں سکتا اسی طرح بخیلی اور ایمان بھی کسی بندہ کے دل میں جمع نہیں ہو سکتے [1] یعنی راہ اللہ کی گرد جس پر پڑی وہ جہنم سے آزاد ہو گیا اور جس کے دل میں بخیلی نے گھر کر لیا اس کے دل میں ایمان کی رہنے کے گنجائش ہی نہیں رہتی، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر ایک شخص نے کہا اے ابوعبدالرحمٰن! میں تو ہلاک ہو گیا آپ نے فرمایا کیا بات ہے؟ کہا قرآن میں تو ہے جو اپنے نفس کی بخیلی سے بچالیا گیا اس نے فلاح پالی اور میں تو مال کو بڑا روکنے والا ہوں، خرچ کرتے ہوئے دل رکتا ہے آپ نے فرمایا اس کنجوسی کا ذکر اس آیت میں نہیں یہاں مراد بخیلی سے یہ ہے کہ تو اپنے کسی مسلمان بھائی کا مال ظلم سے کھا جائے ہاں بخیلی بمعنی کنجوسی بھی ہے بہت بری چیز ہے [2] (ابن ابی حاتم) حضرت ابوالہیاج اسدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بیت اللہ کا طواف کرتے ہوئے میں نے دیکھا کہ ایک صاحب صرف یہی دعا پڑھ رہے ہیں ﴿اللّٰهُمَّ قِنِیْ شُحَّ نَفْسِیْ﴾ الٰہی! مجھے میرے نفس کی حرص و آڑ سے بچالے آخر مجھ سے رہا نہ گیا میں نے کہا آپ صرف یہی دعا کیوں مانگ رہے ہیں؟ اس نے کہا جب اس سے بچاؤ ہو گیا تو نہ پھر زنا کاری ہو سکے گی نہ چوری اور نہ کوئی برا کام اب جو میں نے دیکھا تو وہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ تھے۔ (ابن جریر) [3] ایک حدیث میں ہے جس نے زکوٰۃ ادا کی اور مہمانداری کی اور اللہ کی راہ کے ضروری کاموں میں دیا وہ اپنے نفس کی بخیلی سے دور ہو گیا [4] پھر مال فے کے مستحقین لوگوں کی تیسری قسم کا بیان ہو رہا ہے کہ انصار اور مہاجر کے فقراء کے بعد ان کے تابع جو ان کے بعد لوگ ہیں ان میں سے مساکین بھی اس مال کے مستحق ہیں جو اللہ تعالیٰ سے اپنے سے اگلے باایمان لوگوں کیلئے مغفرت کی دعائیں کرتے رہتے ہیں جیسے کہ سورۂ براءت میں ہے ﴿وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ﴾ [5] یعنی اول اول سبقت کرنے والے مہاجر و انصار اور ان کے بعد کے وہ لوگ جو احسان میں ان کے متبع ہیں اللہ تعالیٰ ان سب سے خوش ہے اور یہ سب اللہ تعالیٰ سے راضی ہیں یعنی یہ بعد کے لوگ ان اگلوں کے آثار حسنہ اور اوصاف جمیلہ کی اتباع کرنے والے اور انہیں نیک دعاؤں سے یاد رکھنے والے ہیں گویا ظاہر باطن ان کے تابع ہیں، اس دعا سے حضرت امام مالک رحمہ اللہ نے کتنا پاکیزہ استدلال کیا ہے کہ رافضی کو مال فے سے امام وقت کچھ نہ دے کیونکہ وہ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے دعا کرنے کی بجائے انہیں گالیاں دیتے ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ان لوگوں کو دیکھو کس طرح قرآن کے خلاف کرتے ہیں قرآن

---

[1] [صحیح: نسائی : کتاب الجهاد : باب فضل من عمل فی سبیل الله علی قدمه (٣١١٤) مسند احمد (٣٤٢/٢) مستدرك حاكم (٧٢/٢) الادب المفرد (٢٨١) بیهقی (١٦١/٩) بغوی (٢٦١٩)] امام ابن حبانؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔ شیخ البانیؒ نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح نسائی (٢٩١٠)] شیخ احمد شاکرؒ نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔ [التعلیق علی المسند]

[2] [تفسیر ابن جریر الطبری (٢٩/٢٨)]

[3] [تفسیر ابن جریر الطبری (٤١/١٢)]

[4] [تفسیر ابن جریر الطبری (٣٣٨٨٣)]

[5] [سورة التوبه : آیت ١٠٠]

حکم دیتا ہے کہ مہاجر و انصار کے لئے دعائیں کرو اور یہ گالیاں دیتے ہیں پھر یہی آیت آپ نے تلاوت فرمائی (ابن ابی حاتم) [1] اور روایت میں اتنا اور بھی ہے کہ میں نے تمہارے نبی ﷺ سے سنا ہے کہ یہ امت ختم نہ ہوگی یہاں تک کہ ان کے پچھلے ان کے پہلوں کو لعنت کریں گے (بغوی) [2] ابوداؤد میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا آیت ﴿مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ﴾ میں جس مال فے کا بیان ہے وہ تو خاص رسول اللہ ﷺ کا ہے اسی طرح اس کے بعد کی آیت ﴿اَهْلِ الْقُرٰى﴾ والی نے عام کر دیا ہے تمام مسلمانوں کو اس میں شامل کر لیا ہے اب ایک مسلمان بھی ایسا نہیں جس کا حق اس مال میں نہ ہو سوائے تمہارے غلاموں کے [3] اس حدیث کی سند میں انقطاع ہے' ابن جریر میں ہے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ﴿اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ کو حَکِیْمٌ﴾ [4] تک پڑھ کر فرمایا مال زکوٰۃ کے مستحق تو یہ لوگ ہیں پھر ﴿وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ﴾ [5] والی پوری آیت کو پڑھ کر فرمایا مال غنیمت کے مستحق یہ لوگ ہیں پھر یہ آیت ﴿مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ﴾ الخ' پڑھ کر فرمایا مال فئی کے مستحقین کو بیان فرماتے ہوئے اس آیت نے تمام مسلمانوں کو اس مال فے کا مستحق کر دیا ہے' سب اس کے مستحق ہیں۔ اگر میں زندہ رہا تو تم دیکھو گے کہ گاؤں گوٹھوں کے چرواہے کو بھی اس کا حصہ دوں گا جس کی پیشانی پر اس مال کے حاصل کرنے کیلئے پسینہ تک نہ آیا ہو۔ [6]

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نَافَقُوْا يَقُوْلُوْنَ لِاِخْوَانِهِمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَئِنْ اُخْرِجْتُمْ لَنَخْرُجَنَّ مَعَكُمْ وَلَا نُطِيْعُ فِيْكُمْ اَحَدًا اَبَدًا ۙ وَّاِنْ قُوْتِلْتُمْ لَنَنْصُرَنَّكُمْ ۭ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ۝11 لَئِنْ اُخْرِجُوْا لَا يَخْرُجُوْنَ مَعَهُمْ ۚ وَلَئِنْ قُوْتِلُوْا لَا يَنْصُرُوْنَهُمْ ۚ وَلَئِنْ نَّصَرُوْهُمْ لَيُوَلُّنَّ الْاَدْبَارَ ۣ ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ ۝12 لَاَنْتُمْ اَشَدُّ رَهْبَةً فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنَ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ ۝13 لَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ جَمِيْعًا اِلَّا فِيْ قُرًى مُّحَصَّنَةٍ اَوْ مِنْ وَّرَاۗءِ جُدُرٍ ۭ بَاْسُهُمْ بَيْنَهُمْ شَدِيْدٌ ۭ تَحْسَبُهُمْ جَمِيْعًا وَّقُلُوْبُهُمْ شَتّٰى ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ ۝14ۚ كَمَثَلِ

---

[1] [ضعیف : اس میں اسماعیل بن مہاجر راوی ضعیف ہے۔ البتہ اس معنی کی روایت صحیح مسلم : کتاب التفسیر (۳۰۲۲) میں بھی موجود ہے۔]

[2] [اسنادہ ضعیف : بغوی فی التفسیر (۳۲۱/۴)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ محماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں عبدالملک بن عمیر مدلس راوی ہے اور وہ عن سے بیان کر رہا ہے اس لیے یہ سند ضعیف ہے۔]

[3] [صحیح : ابوداؤد : کتاب الخراج والفئ : باب فی صفایا رسول اللہ من الاموال (۲۹۶۶)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ابوداود]

[4] [سورۃ التوبہ: آیت ۶۰]

[5] [سورۃ الانفال : آیت ٤١]

[6] [صحیح : تفسیر ابن جریر الطبری (۳۳۸٦۱) ارواء الغلیل للألبانی (۸۳/۵)]

الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَرِیْبًا ذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِهِمْ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۱۵﴾ كَمَثَلِ الشَّیْطٰنِ اِذْ قَالَ لِلْاِنْسَانِ اكْفُرْ ۚ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّنْكَ اِنِّیْٓ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۶﴾ فَكَانَ عَاقِبَتَهُمَآ اَنَّهُمَا فِی النَّارِ خَالِدَیْنِ فِیْهَا ؕ وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِیْنَ ﴿۱۷﴾ ع

کیا تو نے منافقوں کو نہ دیکھا؟ کہ اپنے اہل کتاب کافر بھائیوں سے کہتے ہیں اگر تم جلاوطن کئے گئے تو اللہ کی قسم ہم بھی تمہارے ساتھ وطن چھوڑ دیں گے اور تمہارے بارے ہم کبھی بھی کسی کی بات نہ مانیں گے اور اگر تم سے جنگ کی جائے گی تو واللہ ہم تمہاری مدد کریں گے لیکن اللہ تعالیٰ کی گواہی ہے کہ یہ قطعاً جھوٹے ہیں ○ اگر وہ جلاوطن کئے گئے تو یہ ان کے ساتھ نہ جائیں گے اور اگر ان سے جنگ چھڑ گئی تو یہ ان کی مدد بھی نہ کریں گے اور اگر بالفرض مدد پر آ بھی گئے تو بھی پیٹھ پھیر کر بھاگ کھڑے ہوں گے پھر مدد نہ کی جائے گی ○ مسلمانو! یقین مانو کہ تمہاری ہیبت ان کے دلوں میں بہ نسبت اللہ کی ہیبت کے بہت زیادہ ہے اس لئے کہ یہ بے سمجھ لوگ ہیں ○ یہ سب مل کر بھی تم سے لڑ نہیں سکتے ہاں یہ اور بات ہے کہ قلعہ بند مقامات میں ہوں یا دیواروں کی آڑ میں ہوں ان کی لڑائی تو ان میں آپس میں ہی بہت کچھ ہے گو تو انہیں متفق سمجھ رہا ہے لیکن ان کے دل دراصل ایک سے ایک جدا ہے اس لئے کہ یہ بے عقل لوگ ہیں ○ ان لوگوں کی طرح جو ان سے کچھ ہی پہلے گزرے ہیں جنہوں نے اپنے گناہوں کا وبال چکھ لیا اور جن کیلئے الم ناک عذاب تیار ہیں ○ شیطان کی طرح کہ اس نے انسان سے کہا کفر کر جب وہ کر چکا تو کہنے لگا میں تو تجھ سے بیزار ہوں۔ میں تو رب العالمین سے ڈرتا ہوں ○ پس دونوں کا انجام یہ ہوا کہ آتش دوزخ میں ہمیشہ کیلئے گئے گنہگاروں کی یہی سزا ہے ○

شیطان کا گمراہ کرنے کا انداز: عبداللہ بن ابی اور اسی جیسے منافقین کی چال بازی اور عیاری کا ذکر ہو رہا ہے کہ انہوں نے یہودیانِ بنونضیر کو سبز باغ دکھا کر جھوٹا دلاسا دلا کر غلط وعدہ کر کے مسلمانوں سے لڑ وادیا' ان سے وعدہ کیا کہ ہم تمہارے ساتھی ہیں لڑنے میں تمہاری مدد کریں گے اور اگر تم ہار گئے اور مدینہ سے دیس نکالا ملا تو ہم بھی تمہارے ساتھ اس شہر کو چھوڑ دیں گے' لیکن بوقت وعدہ ہی ایفا کرنے کی نیت نہ تھی اور یہ بھی کہ ان میں اتنا حوصلہ بھی نہیں کہ ایسا کر سکیں نہ لڑائی میں ان کی مدد کر سکیں نہ برے وقت ان کا ساتھ دیں' اگر بدنامی کے خیال سے میدان میں آ بھی جائیں تو یہاں آتے ہی تیر و تلوار کی صورت دیکھتے ہی رونگٹے کھڑے ہو جائیں اور نامردی کے ساتھ بھاگتے ہی بن پڑے' پھر مستقل طور پر پیش گوئی فرماتا ہے کہ ان کی تمہارے مقابلہ میں امداد نہ کی جائے گی' یہ اللہ سے اتنا نہیں ڈرتے جتنا تم سے خوف کھاتے ہیں جیسے اور جگہ بھی ہے ﴿اِذَا فَرِیْقٌ مِّنْهُمْ یَخْشَوْنَ النَّاسَ كَخَشْیَةِ اللّٰهِ اَوْ اَشَدَّ خَشْیَةً﴾ [1] یعنی ان کا ایک فریق لوگوں سے اتنا ڈرتا ہے جتنا اللہ سے بلکہ اس سے بھی بہت زیادہ' بات یہ ہے کہ یہ بے سمجھ لوگ ہیں' ان کی نامردی اور بزدلی کی یہ حالت ہے کہ یہ میدان کی لڑائی کبھی لڑ نہیں سکتے اگر مضبوط و محفوظ قلعوں میں بیٹھے ہوں یا مورچوں کی آڑ میں چھپ کر کچھ کاروائی کرنے کا

---

[1] [سورۃ النسآء: آیت ۷۷]

موقعہ ہو تو خیر بسبب ضرورت کر گزریں گے لیکن میدان میں آ کر بہادری کے جوہر دکھانا یہ ان سے کوسوں دور ہے' یہ آپس ہی میں ایک دوسرے کے دشمن ہیں' جیسے اور جگہ ہے ﴿وَيُذِيقَ بَعْضَكُمْ بَأْسَ بَعْضٍ﴾ [1] بعض کو بعض سے لڑائی کا مزہ چکھاتا ہے' تم انہیں مجتمع اور متفق اور متحد سمجھ رہے ہو لیکن دراصل یہ متفرق اور مختلف ہیں ایک کا دل دوسرے سے نہیں ملتا' منافق اپنی جگہ اور اہل کتاب اپنی جگہ ایک دوسرے کے دشمن ہیں' وجہ یہ ہے کہ بے عقل لوگ ہیں' پھر فرمایا ان کی مثال ان سے کچھ ہی پہلے کے کافروں جیسی ہے جنہوں نے یہاں بھی اپنے کئے کا بدلہ بھگتا اور وہاں کا بھگتنا ابھی باقی ہے' اس سے مراد یا تو کفار قریش ہیں کہ بدر والے دن ان کی کمر کبڑی ہوگئی اور سخت نقصان اٹھا کر کشتوں کے پشتے چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے یا بنوقینقاع کے یہود ہیں کہ وہ بھی شرارت پر اتر آئے اللہ نے ان پر اپنے نبی کو غالب کیا اور آپ نے انہیں مدینہ سے خارج البلد کرا دیا یہ دونوں واقعے ابھی ابھی کے ہیں اور تمہاری عبرت کا صحیح سبق ہیں لیکن اس وقت کہ کوئی عبرت حاصل کرنے والا انجام کو سوچنے والا ہو بھی' زیادہ مناسب مقام بنوقینقاع کے یہود کا واقعہ ہی ہے۔ واللہ اعلم' منافقین کے وعدوں پر ان یہودیوں کا شرارت پر آمادہ ہونا اور ان کے بھرے میں آ کر معاہدہ توڑ ڈالنا پھر ان منافقین کا انہیں موقعہ پر کام نہ آنا نہ لڑائی کے وقت مدد پہنچانا نہ جلاوطنی میں ساتھ دینا' ایک مثال سے سمجھایا جاتا ہے کہ دیکھو شیطان بھی اسی طرح انسان کو کفر پر آمادہ کرتا ہے اور جب یہ کفر کر چکتا ہے تو خود بھی اسے ملامت کرنے لگتا ہے اور اپنا اللہ والا ہونا ظاہر کرنے لگتا ہے' اسی مثال کا ایک واقعہ بھی سن لیجئے بنی اسرائیل میں ایک عابد تھے ساٹھ سال اسے عبادت الٰہی میں گزر چکے تھے شیطان نے اسے ورغلانا چاہا لیکن وہ قابو میں نہ آیا اس نے ایک عورت پر اپنا اثر ظاہر کیا کہ گویا اسے جنات ستا رہے ہیں ادھر اس عورت کے بھائیوں کو یہ وسوسہ ڈالا کہ اس کا علاج اس عابد سے ہو سکتا ہے یہ اس عورت کو اس عابد کے پاس لائے اس نے علاج معالجہ یعنی دم کرنا شروع کیا اور یہ عورت یہیں رہنے لگی' ایک دن عابد اس کے پاس ہی تھا جو شیطان نے اس کے خیالات خراب کرنے شروع کئے یہاں تک کہ وہ زنا کر بیٹھا اور وہ حاملہ ہوگئی' اب رسوائی کے خوف سے شیطان نے چھٹکارے کی یہ صورت بتائی کہ اس عورت کو مار ڈال ورنہ راز کھل جائے گا۔

چنانچہ اس نے اسے قتل کر ڈالا' ادھر اس نے جا کر عورت کے بھائیوں کو شک دلوایا وہ دوڑے آئے' شیطان راہب کے پاس آیا اور کہا وہ لوگ آ رہے ہیں اب عزت بھی جائے گی اور جان بھی جائے گی۔ اگر مجھے خوش کر لے اور میرا کہا مان لے تو عزت اور جان دونوں بچ سکتی ہیں۔ اس نے کہا جس طرح تو کہے میں تیار ہوں۔ شیطان نے کہا مجھے سجدہ کر' عابد نے سجدہ کر لیا' یہ کہنے لگا تف ہے تجھ پر کم بخت میں تو اب تجھ سے بیزار ہوں میں تو اللہ سے ڈرتا ہوں' جو رب العالمین ہے (ابن جریر) [2] ایک اور روایت میں اس طرح ہے کہ ایک عورت بکریاں چرایا کرتی تھی اور ایک راہب کی خانقاہ تلے رات گزارا کرتی تھی اس کے چار بھائی تھے ایک دن شیطان نے راہب کو گدگدایا اور

---

[1] [سورۃ الانعام: آیت ٦٥]

[2] [تفسیر ابن جریر الطبری (٤٧/١٢) مستدرك حاكم (٤٨٤/٢)] امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔]

اس سے زنا کر بیٹھا اسے حمل رہ گیا شیطان نے راہب کے دل میں ڈالا کہ اب رسوائی ہوگی اس سے بہتر یہ ہے کہ اسے مار ڈال اور کہیں دفن کردے تیرے تقدس کو دیکھتے ہوئے تیری طرف تو کسی کا خیال بھی نہ جائے گا اور اگر بالفرض پھر بھی کچھ پوچھ گچھ ہو تو جھوٹ موٹ کہہ دینا' بھلا کون ہے جو تیری بات کو غلط جانے؟ اس کی سمجھ میں بھی یہ بات آ گئی' ایک روز رات کے وقت موقعہ پا کر اس عورت کو جان سے مار ڈالا اور کسی اجاڑ جگہ زمین میں دبا دیا۔ اب شیطان اس کے چاروں بھائیوں کے پاس پہنچا اور ہر ایک کے خواب میں اسے سارا واقعہ کہہ سنایا اور اس کے دفن کی جگہ بھی بتا دی' صبح جب یہ جاگے تو ایک نے کہا آج کی رات تو میں نے ایک عجیب خواب دیکھا ہے ہمت نہیں پڑتی کہ آپ سے بیان کروں دوسروں نے کہا نہیں کہو تو سہی چنانچہ اس نے پورا خواب بیان کیا کہ اس طرح فلاں عابد نے اس سے بدکاری کی پھر جب حمل ٹھہر گیا تو اسے قتل کر دیا اور فلاں جگہ اس کی لاش دبا آیا ہے' ان تینوں میں سے ہر ایک نے کہا مجھے بھی یہی خواب آیا ہے اب تو انہیں یقین ہو گیا کہ خواب سچا ہے' چنانچہ انہوں نے جا کر اطلاع دی اور بادشاہ کے حکم سے اسی راہب کو اس خانقاہ سے ساتھ لیا اور اس جگہ پہنچ کر اس کی لاش برآمد کی' کامل ثبوت کے بعد اب اسے شاہی دربار میں لے چلے اس وقت شیطان اس کے سامنے ظاہر ہوتا ہے اور کہتا ہے یہ سب میرے کرتوت ہیں اب بھی اگر تو مجھے راضی کر لے تو جان بچا دوں گا اس نے کہا جو تو کہے کروں گا' کہا مجھے سجدہ کر لے اس نے یہ بھی کر دیا' پس پورا بے ایمان بنا کر شیطان کہتا ہے کہ میں تو تجھ سے بری ہوں میں تو اللہ تعالیٰ سے جو تمام جہانوں کا رب ہے ڈرتا ہوں' چنانچہ بادشاہ نے حکم دیا اور پادری صاحب کو قتل کر دیا گیا' مشہور ہے کہ اس پادری کا نام برصیصا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ طاؤس رحمہ اللہ مقاتل بن حیان رحمہ اللہ وغیرہ سے یہ قصہ مختلف الفاظ سے کمی بیشی کے ساتھ مروی ہے' واللہ اعلم۔ اس کے بالکل برعکس جریج عابد کا قصہ ہے ایک بدکار عورت نے ان پر تہمت لگا دی کہ اس نے میرے ساتھ زنا کیا ہے اور یہ بچہ جو مجھے ہوا ہے وہ اسی کا ہے چنانچہ لوگوں نے جریج کے عبادت خانے کو گھیر لیا اور انہیں نہایت بے ادبی سے زدوکوب کرتے ہوئے گالیاں دیتے ہوئے باہر لے آئے اور عبادت خانے کو ڈھا دیا یہ بیچارے گھبرائے ہوئے ہر چند پوچھتے ہیں کہ آخر واقعہ کیا ہے؟ لیکن مجمع آپے سے باہر ہے آخر کسی نے کہا اللہ کے دشمن اولیاء اللہ کے لباس میں یہ شیطانی حرکت؟ اس عورت سے تو نے بدکاری کی۔ حضرت جریج نے فرمایا اچھا ٹھہرو صبر کرو اس بچے کو لاؤ چنانچہ وہ دودھ پیتا چھوٹا بچہ لایا گیا حضرت جریج نے اپنی عزت کی بقا کی اللہ سے دعا کی پھر اس بچے سے پوچھا اے بچے! بتا تیرا باپ کون ہے؟ اس بچے کو اللہ نے اپنے ولی کی عزت بچانے کیلئے اپنی قدرت سے گویائی کی قوت عطا فرما دی اور اس نے اس صاف فصیح زبان میں اونچی آواز سے کہا میرا باپ ایک چرواہا ہے۔ یہ سنتے ہی بنی اسرائیل کے ہوش اڑتے رہے یہ اس بزرگ کے سامنے عذر معذرت کرنے لگے معافی مانگنے لگے انہوں نے کہا بس اب چھوڑ دو لوگوں نے کہا عبادت گاہ سونے کا بنا دیتے ہیں آپ نے فرمایا بس اسے جیسے وہ تھا ویسے ہی رہنے دو۔ (1) پھر فرماتا ہے کہ آخر انجام کفر کے کرنے اور حکم دینے

---

(1) [صحیح: صحیح بخاری: کتاب احادیث الانبیآء: باب قول اللہ تعالی واذکر فی الکتاب مریم (٣٤٢٦) صحیح مسلم: کتاب البر والصلة: باب تقدیم برا الوالدین علی التطوع بالصلاة (٢٥٥٠)]

والے کا یہی ہوا کہ دونوں ہمیشہ جہنم واصل ہوئے ہر ظالم کیے کی سزا پا ہی لیتا ہے۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ
اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۸﴾ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰىهُمْ اَنْفُسَهُمْ ۭ
اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۱۹﴾ لَا يَسْتَوِيْٓ اَصْحٰبُ النَّارِ وَاَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۭ اَصْحٰبُ
الْجَنَّةِ هُمُ الْفَاۗىِٕزُوْنَ ﴿۲۰﴾

مسلمانو! اللہ سے ڈرتے رہا کرو اور ہر شخص کو غور کرنا چاہئے کہ اس نے کل کیلئے کیا بھیج رکھا ہے؟ اور اللہ سے ڈرو تم جو کچھ کر رہے ہو اس سے یقیناً اللہ تعالیٰ خبردار ہے ○ اور ان لوگوں جیسے نہ ہو جاؤ جنہوں نے اللہ کو فراموش کر دیا پس اللہ نے انہیں خود ان کی جانوں سے غافل کر دیا' یہی لوگ فاسق ہیں ○ دوزخ والے اور جنت والے برابر نہیں ہیں' جنت والے ہی کامیاب لوگ ہیں ○

فکر آخرت کی ترغیب: حضرت جریر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم دن چڑھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ کچھ لوگ آئے جو ننگے بدن اور کھلے پیر تھے صرف چادروں یا عباؤں سے بدن چھپائے ہوئے تلواریں گردنوں میں حمائل کئے ہوئے تھے یہ تمام لوگ قبیلہ مضر میں سے تھے' ان کی اس فقر فاقہ کی حالت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے کی رنگت کو متغیر کر دیا' آپ گھر میں گئے پھر باہر آئے پھر حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اذان کہنے کا حکم دیا اذان ہوئی پھر اقامت ہوئی آپ نے نماز پڑھائی پھر خطبہ شروع کیا اور آیت ﴿يَاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ﴾ [1] الخ' تلاوت کی پھر سورۂ حشر کی آیت ﴿وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ﴾ الخ' پڑھی اور لوگوں کو خیرات دینے کی رغبت دلائی جس پر لوگوں نے صدقہ دینا شروع کیا بہت سے درہم دینار کپڑے لتے کھجوریں وغیرہ آ گئیں آپ برابر تقریر کئے جاتے تھے یہاں تک کہ فرمایا اگر آدھی کھجور بھی دے سکتے ہو تو لے آؤ' ایک انصاری ایک تھیلی نقد کی بھری ہوئی بہت وزنی جسے بمشکل اٹھا سکتے تھے لے آئے پھر تو لوگوں نے لگاتار جو کچھ پایا لانا شروع کر دیا یہاں تک کہ ہر چیز کے ڈھیر لگ گئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اداس چہرہ بہت کھل گیا اور مثل سونے کے چمکنے لگا اور آپ نے فرمایا جو بھی کسی اسلامی کار خیر کو شروع کرے اسے اپنا بھی اور اس کے بعد جو بھی اس کام کو کریں سب کا بدلہ ملتا ہے لیکن بعد والوں کے اجر گھٹ کر نہیں' اسی طرح جو اسلام میں کسی برے اور خلاف شرع طریقے کو جاری کرے اس پر اس کا اپنا گناہ بھی ہوتا ہے اور پھر جتنے لوگ اس پر کاربند ہوں سب کو جتنا گناہ ملے گا اتنا ہی اسے بھی ملتا ہے مگر ان کے گناہ گھٹتے نہیں (مسلم) [2] آیت میں پہلے حکم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچاؤ کی صورت پیدا

---

[1] [سورۃ النسآء: آیت ۱]

[2] [**صحیح**: صحیح مسلم: کتاب الزکاۃ: باب الحث علی الصدقۃ ولو بشق تمرۃ او کلمۃ طیبۃ وانھا حجاب من النار (۱۰۱۷) مسند احمد (۳۵۹/۴)]

کرو یعنی اس کے احکام بجالا کر اور اس کی نافرمانیوں سے بچ کر' پھر فرمان ہے کہ وقت سے پہلے اپنا حساب آپ لیا کرو دیکھتے رہو کہ قیامت کے دن جب اللہ کے سامنے پیش ہوں گے تب کام آنے والے نیک اعمال کا کتنا کچھ ذخیرہ تمہارے پاس ہے' پھر تاکیداً ارشاد ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہا کرو اور جان رکھو کہ تمہارے اعمال و احوال سے اللہ تعالیٰ پورا باخبر ہے نہ کوئی چھوٹا کام اس سے پوشیدہ ہے نہ بڑا نہ چھپا نہ کھلا۔ پھر فرمان ہے کہ اللہ کے ذکر کو نہ بھولو ورنہ وہ تمہارے نیک اعمال جو آخرت میں نفع دینے والے ہیں بھلا دے گا اس لئے کہ ہر عمل کا بدلہ اسی کے جنس سے ہوتا ہے اسی لئے فرمایا کہ یہی لوگ فاسق ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے نکل جانے والے اور قیامت کے دن نقصان اور ہلاکت میں پڑنے والے یہی لوگ ہیں' جیسے اور جگہ ارشاد ہے ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُلْهِكُمْ أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ﴾ (1) مسلمانو! تمہیں تمہارے مال واولاد یاد اللہ سے غافل نہ کریں جو ایسا کریں وہ سخت زیاں کار ہیں' طبرانی میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ایک خطبہ کا مختصر سا حصہ یہ منقول ہے کہ آپ نے فرمایا' کیا تم نہیں جانتے ؟ کہ صبح شام تم اپنے مقررہ وقت کی طرف بڑھ رہے ہو' پس تمہیں چاہئے کہ اپنی زندگی کے اوقات اللہ عزوجل کی فرمانبرداری میں گزارو اور اس مقصد کو سوائے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کے کوئی شخص صرف اپنی طاقت و قوت سے حاصل نہیں کرسکتا' جن لوگوں نے اپنی عمر اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے سوا اور کاموں میں کھپائی ان جیسے تم نہ ہونا' اللہ تعالیٰ نے تمہیں ان جیسے بننے سے منع فرمایا ہے ﴿لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللَّهَ فَأَنْسَاهُمْ أَنْفُسَهُمْ﴾ خیال کرو کہ تمہاری جان پہچان کے تمہارے بھائی آج کہاں ہیں؟ انہوں نے اپنے گزشتہ ایام جو اعمال کئے تھے ان کا بدلہ لینے یا ان کی سزا پانے کیلئے وہ دربار الٰہیہ میں پہنچے' یا تو انہوں نے سعادت اور خوش نصیبی پائی یا نامرادی اور شقاوت حاصل کرلی' کہاں ہیں؟ وہ سرکش لوگ جنہوں نے بارونق شہر بسائے اور ان کے مضبوط قلعے کھڑے کئے' آج وہ قبروں کے گڑھوں میں پتھروں تلے دبے پڑے ہیں' یہ ہے کتاب اللہ قرآن کریم تم اس نور سے روشنی حاصل کرو جو تمہیں قیامت کے دن اندھیروں میں کام آسکے' اس کی خوبی بیان سے عبرت حاصل کرو بن سنور جاؤ' دیکھو اللہ تعالیٰ نے حضرت زکریا علیہ السلام اور ان کے اہل بیت کی تعریف بیان کرتے ہوئے فرمایا ﴿إِنَّهُمْ كَانُوا يُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَيَدْعُونَنَا رَغَبًا وَرَهَبًا وَكَانُوا لَنَا خَاشِعِينَ﴾ (2) یعنی وہ نیک کاموں میں سبقت کرتے تھے اور بڑے لالچ اور سخت خوف سے ہم سے دعائیں کیا کرتے تھے اور ہمارے سامنے جھکے جاتے تھے' سنو! وہ بات بھلائی سے خالی ہے جس سے اللہ کی رضامندی مقصود نہ ہو' وہ مال خیر و برکت والا نہیں جو اللہ کی راہ میں خرچ نہ کیا جاتا ہو' وہ شخص نیک بختی سے دور ہے جس کی جہالت بردباری پر غالب ہو اس طرح وہ بھی نیکی سے خالی ہے جو اللہ کے احکام کی تکمیل میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے خوف کھائے۔ اس کی اسناد بہت عمدہ ہیں اور اس کے راوی ثقہ ہیں' گو اس کے ایک راوی نعیم بن نمحہ ثقاہت یا عدم ثقاہت سے معروف

---

(1) [سورۃ المنافقون: آیت ۹] (2) [سورۃ الانبیاء: آیت ۹۰]

نہیں، لیکن امام ابوداؤد سجستانی رحمہ اللہ کا یہ فیصلہ کافی ہے کہ جریر بن عثمان رحمہ اللہ کے تمام استاد ثقہ ہیں اور یہ بھی آپ ہی کے اساتذہ میں سے ہیں اور اس خطبہ کے اور شواہد بھی مروی ہیں۔ واللہ اعلم۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ جہنمی اور جنتی اللہ تعالیٰ کے نزدیک یکساں نہیں، جیسے فرمان ہے ﴿اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ اجْتَرَحُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ﴾ [1] الخ، یعنی کیا بدکاروں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ ہم انہیں باایمان نیک کارلوگوں کے مثل کر دیں گے ان کا جینا اور مرنا یکساں ہے ان کا یہ دعویٰ بالکل غلط اور برا ہے۔ اور جگہ ہے ﴿وَمَا يَسْتَوِى الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ﴾ [2] الخ اندھا اور دیکھتا ایماندار صالح اور بدکار برابر نہیں، تم بہت ہی کم نصیحت حاصل کر رہے ہو، اور فرمان ہے ﴿اَمْ نَجْعَلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ [3] الخ کیا ہم ایمان لانے اور نیک اعمال کرنے والوں کو فساد کرنے والوں جیسا بنا دیں گے یا پرہیزگاروں کو مثل فاجروں کے بنا دیں گے؟ اور بھی اس مضمون کی بہت سی آیتیں ہیں، مطلب یہ ہے کہ نیک کارلوگوں کا اکرام ہوگا اور بدکاروں کو رسوا کن عذاب ہو گا۔ یہاں بھی ارشاد ہوتا ہے کہ جنتی لوگ فائز بمرام اور مقصدور، کامیاب اور فلاح ونجات یافتہ ہیں اللہ عزوجل کے عذاب سے بال بال بچ جائیں گے۔

لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ
اللّٰهِ ۭ وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ﴿21﴾ هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ
لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ۚ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ﴿22﴾ هُوَ اللّٰهُ
الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ
الْمُتَكَبِّرُ ۭ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿23﴾ هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَاۗءُ
الْحُسْنٰى ۭ يُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿24﴾

ع ۳

اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر اتارتے تو تو دیکھتا کہ خوف الٰہی سے وہ پست ہو کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا، ہم ان مثالوں کو لوگوں کے سامنے بیان کرتے ہیں تا کہ وہ غور و فکر کریں ○ وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، چھپے کھلے کا جاننے والا، بخشنے اور رحم کرنے والا ○ وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، بادشاہ، نہایت پاک صاف، سب عیبوں سے صاف، امن دینے والا، نگہبان، غالب، خود مختار بڑائی والا، پاک ہے اللہ ان چیزوں سے جنہیں یہ اس کا شریک بناتے ہیں ○ وہی اللہ ہے پیدا کرنے والا صورت کھینچنے والا اسی کیلئے ہیں نہایت اچھے اچھے نام، ہر چیز خواہ وہ آسمانوں میں ہو خواہ زمین میں ہو اس کی پاکی بیان کرتی ہے۔ اور وہی غالب ہے حکمت والا ○

قرآن کریم کی عظمت: قرآن کریم کی بزرگی بیان ہو رہی ہے کہ فی الواقع یہ پاک کتاب اس قدر بلند مرتبہ ہے

[1] [سورۃ الجاثیہ: آیت ۲۱]
[2] [سورۃ غافر: آیت ۵۸]
[3] [سورۃ ص: آیت ۲۸]

کہ دل اس کے سامنے جھک جائیں' رونگٹے کھڑے ہوجائیں' کلیجے کپکپائیں' اس کے سچے وعدے اور اس کی حقانی ڈانٹ ڈپٹ ہر سننے والے کو بید کی طرح تھرادے' اور دربار اللہ میں سربسجود گرادے' اگر یہ قرآن جناب باری کسی سخت بلند اونچے پہاڑ پر بھی نازل فرماتا اور اسے غور و فکر اور فہم و فراست کی حس بھی دیتا تو وہ بھی اللہ کے خوف سے ریزہ ریزہ ہوجاتا' پھر انسان کے دلوں پر جو نسبتاً بہت نرم اور چھوٹے ہیں' جنہیں پوری سمجھ بوجھ ہے' اس کا بہت بڑا اثر پڑنا چاہئے' ان مثالوں کو لوگوں کے سامنے ان کے غور و فکر کیلئے اللہ تعالیٰ نے بیان فرمادیا' مطلب یہ ہے کہ انسانوں کو بھی ڈر اور عاجزی چاہئے' متواتر حدیث میں ہے کہ منبر تیار ہونے سے پہلے رسول اللہ ﷺ ایک کھجور کے تنے پر ٹیک لگا کر خطبہ پڑھا کرتے تھے جب منبر بن گیا' بچھ گیا اور حضور ﷺ اس پر خطبہ پڑھنے کو کھڑے ہوئے اور وہ تنا دور ہوگیا' تو اس میں سے رونے کی آواز آنے لگی اور اس طرح سسکیاں لے لے کر رونے لگا جیسے کوئی بچہ بلک بلک کر روتا ہو اور اسے چپ کرایا جارہا ہو کیونکہ وہ ذکر و وحی کے سننے سے کچھ دور ہوگیا تھا۔ [1] امام حسن بصری رحمہ اللہ اس حدیث کو بیان کرکے فرماتے تھے "لوگو! ایک کھجور کا تنا اس قدر اللہ کے رسول ﷺ کا شائق ہو تو تمہیں چاہئے کہ اس سے بہت زیادہ شائق اور چاہت تم رکھو [2] اسی طرح کی یہ آیت ہے کہ" جب ایک پہاڑ کا یہ حال ہو تو تمہیں چاہئے کہ تم تو اس حالت میں اس سے آگے رہو" اور جگہ فرمان اللہ ہے ﴿وَلَوْ أَنَّ قُرْآنًا سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ﴾ [3] الخ' یعنی اگر کوئی قرآن ایسا ہوتا کہ اس کے باعث پہاڑ چلادیئے جائیں یا زمین کاٹ دی جائے یا مردے بول پڑیں (تو اس کے قابل یہی قرآن تھا) (مگر پھر بھی ان کفار کو ایمان نصیب نہ ہوتا) اور جگہ فرمان عالی شان ہے ﴿وَإِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْأَنْهَارُ﴾ [4] الخ' یعنی بعض پتھر ایسے ہیں جن میں سے نہریں بہہ نکلتی ہیں بعض وہ ہیں جو پھٹ جاتے ہیں اور ان میں سے پانی نکلتا ہے بعض اللہ کے خوف سے گر پڑتے ہیں۔ پھر فرماتا ہے اللہ کے سوا نہ تو کوئی پالنے اور پرورش کرنے والا ہے' نہ اس کے سوا کسی کی ایسی نشانیاں ہیں کہ اس کی کسی قسم کی عبادت کوئی کرے اس کے سوا جن کی لوگ پرستش اور پوجا کرتے ہیں وہ سب باطل ہیں' وہ تمام کائنات کا علم رکھنے والا ہے' جو چیزیں ہم پر ظاہر ہیں اور جو چیزیں ہم سے پوشیدہ ہیں سب اس پر عیاں ہیں' آسمان میں ہوں' خواہ زمین میں ہوں' خواہ چھوٹی ہوں' خواہ بڑی ہوں یہاں تک کہ اندھیریوں کے ذرے بھی اس پر ظاہر ہیں' وہ اتنی بڑی وسیع رحمت والا ہے کہ اس کی رحمت تمام مخلوق پر محیط ہے' وہ دنیا اور آخرت میں رحمٰن بھی ہے اور رحیم بھی ہے' ہماری تفسیر کے شروع میں ان دونوں ناموں کی پوری تفسیر گزر چکی ہے' قرآن کریم میں اور جگہ ہے ﴿وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ﴾ [5] میری رحمت نے تمام چیزوں کو گھیر رکھا ہے اور جگہ فرمان ہے

---

[1] [طبرانی کبیر (۱/ ۶۰۔ ۶۱)]

[2] صحیح: صحیح بخاری: کتاب المناقب: باب علامات النبوۃ فی الاسلام (۳۵۸۳) ترمذی: کتاب الجمعۃ: باب ما جاء فی الخطبۃ علی المنبر (۵۰۵) بیھقی فی السنن (۳/ ۱۹۶)]

[3] [سورۃ الرعد: آیت ۳۱]

[4] [سورۃ البقرہ: آیت ۷۴]

[5] الاعراف: ۱۵۶]

﴿كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ﴾ [1] ”تمہارے رب نے اپنی ذات پر رحم ورحمت لکھ لی ہے“ اور فرمان ہے ﴿قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ﴾ [2] کہہ دو کہ اللہ تعالیٰ کے فضل ورحمت کے ساتھ ہی خوش ہونا چاہیے تمہاری جمع کردہ چیز سے بہتر یہی ہے۔ اس مالک رب معبود کے سوا اور کوئی ان اوصاف والا نہیں، تمام چیزوں کا تنہا وہی مالک ومختار ہے ہر چیز کا ہیر پھیر کرنے والا سب پر قبضہ اور تصرف رکھنے والا بھی وہی ہے کوئی نہیں جو اس کی مزاحمت یا مدافعت کر سکے یا اسے ممانعت کر سکے، وہ قدوس ہے یعنی طاہر ہے، مبارک ہے، ذاتی اور صفاتی نقصانات سے پاک ہے تمام بلند فرشتے اور سب کی سب اعلیٰ مخلوق اس کی تسبیح وتقدیس میں علی الدوام مشغول ہے کل عیبوں اور نقصانوں سے مبرا اور منزہ ہے، اس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں اپنے افعال میں بھی اس کی ذات ہر طرح کے نقصان سے پاک ہے، وہ مومن ہے یعنی تمام مخلوق کو اس نے اس بات سے بے خوف رکھا ہے کہ ان پر کسی طرح کا کسی وقت اپنی طرف سے ظلم ہو، اس نے یہ فرما کر کہ وہ حق ہے سب کو امن دے رکھا ہے، اپنے ایماندار بندوں کے ایمان کی تصدیق کرتا ہے، وہ ﴿مهيمن﴾ ہے یعنی اپنی تمام مخلوق کے اعمال کا ہر وقت یکساں طور شاہد ہے اور نگہبان ہے، جیسے فرمان ہے ﴿وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ﴾ [3] اللہ تعالیٰ ہر چیز پر شاہد ہے اور فرمان ہے ﴿ثُمَّ اللّٰهُ شَهِيْدٌ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ﴾ [4] اللہ تعالیٰ ان کے تمام افعال پر گواہ ہے اور جگہ فرمایا ﴿اَفَمَنْ هُوَ قَآئِمٌ عَلٰى كُلِّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ﴾ [5] الخ، مطلب یہ ہے کہ ہر نفس جو کچھ کر رہا ہے اسے اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے، وہ عزیز ہے ہر چیز اس کے تابع فرمان ہے کل مخلوق پر وہ غالب ہے پس اس کی عزت عظمت، جبروت کبریائی کی وجہ سے اس کا مقابلہ کوئی نہیں کر سکتا، وہ جبار اور متکبر ہے، جبریت اور کبر صرف اسی کی شایان شان ہے صحیح حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے عظمت میرا تہبند ہے اور کبریائی میری چادر ہے جو مجھ سے ان دونوں میں سے کسی کو چھیننا چاہے گا میں اسے عذاب کروں گا [6] اپنی مخلوق کو وہ جس چیز پر چاہے رکھ سکتا ہے، کل کاموں کی اصلاح اسی کے ہاتھ ہے، وہ ہر برائی سے نفرت اور دوری رکھنے والا ہے، جو لوگ اپنی کم سمجھی کی وجہ سے دوسروں کو اس کا شریک ٹھہرا رہے ہیں وہ ان سب سے بیزار ہے، اس کی الوہیت شرکت سے مبرا ہے، اللہ تعالیٰ خالق ہے یعنی مقدر مقرر کرنے والا، پھر باری ہے یعنی اسے جاری اور ظاہر کرنے والا، کوئی ایسا نہیں کہ جو تقدیر اور تنفیذ دونوں پر قادر ہو جو چاہے اندازہ مقرر کرے اور پھر اسی کے مطابق اسے چلائے بھی، کبھی بھی اس میں فرق نہ آنے دے، بہت سے ترتیب دینے والے اور اندازہ کرنے والے ہیں جو پھر اسے جاری کرنے اور اسی کے مطابق برابر جاری رکھنے پر قادر نہیں، تقدیر کے ساتھ ایجاد اور تنفیذ پر بھی قدرت رکھنے والی اللہ کی ہی ذات ہے، پس خلق سے مراد تقدیر اور برء سے مراد تنفیذ ہے، عرب میں یہ الفاظ ان معنوں میں برابر

---

[1] [الانعام : ٥٤] [2] [یونس : ٥٨] [3] [مجادلہ : ٦]

[4] [یونس : ٤٦] [5] [الرعد : ٣٣]

[6] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب البر والصلة : باب تحریم الکبر (٢٦٢٠) ابوداؤد : کتاب اللباس : باب ما جاء فی الکبر (٤٠٩٠) ابن ماجه : کتاب الزهد : باب البراءة من الکبر والتواضع (٤١٧٤)]

بطور مثال کے بھی مروج ہیں' اسی کی شان ہے کہ جس چیز کو جب جس طرح کرنا چاہے کہہ دیتا ہے کہ ہو جا وہ اسی صورت میں ہو جاتی ہے جیسے فرمان ہے ﴿فِیۡۤ اَیِّ صُوۡرَۃٍ مَّا شَآءَ رَکَّبَکَ﴾ جس صورت میں اس نے چاہا تجھے ترکیب دی' اسی لئے یہاں فرماتا ہے وہ مصور بے مثل ہے یعنی جس چیز کی ایجاد جس طرح کی چاہتا ہے کر گزرتا ہے۔ پیارے پیارے بہترین اور بزرگ تر ناموں والا وہی ہے' سورۂ اعراف میں اس جملہ کی تفسیر گزر چکی ہے' نیز وہ حدیث بھی بیان ہو چکی ہے جو بخاری و مسلم میں بروایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے ننانوے یعنی ایک کم سو نام ہیں جو انہیں شمار کر لے وہ جنت میں داخل ہوگا وہ وتر ہے یعنی واحد ہے اور اکائی کو دوست رکھتا ہے [1] ترمذی میں ان ناموں کی صراحت بھی آئی ہے جو نام یہ ہیں۔ اللہ کہ نہیں کوئی معبود مگر وہی' رحمن' رحیم' ملك' قدوس' سلام' مومن' مهيمن' عزيز' جبار' متكبر' خالق' باری' مصور' غفار' قهار' وهاب' رزاق' فتاح' عليم' قابض' باسط' خافض' رافع' معز' مذل' سميع' بصير' حكم' عدل' لطيف' خبير' حليم' عظيم' غفور' شكور' على' كبير' حفيظ' مقيت' حسيب' جليل' كريم' رقيب' مجيب' واسع' حكيم' ودود' مجيد' باعث' شهيد' حق' وكيل' قوى' متين' ولى' حميد' محصى' مبدى' معيد' محى' مميت' حی و قيوم' واجد' ماجد' واحد' صمد' قادر' مقتدر' مقدم' موخر' اول' آخر' ظاهر' باطن' والى' متعال' بر' تواب' منتقم' عفو' رؤف' مالك الملك' ذوالجلال والاكرام' مقسط' جامع' غنى' مغنى' معطى' مانع' ضار' نافع' نور' هادى' بديع' باقى' رشيد' صبور۔ [2] ابن ماجہ میں بھی یہ حدیث ہے اور اس میں کچھ تقدیم تاخیر' کمی زیادتی بھی ہے الغرض ان تمام احادیث وغیرہ کا بیان پوری طرح سورۂ اعراف میں گزر چکا ہے اس لئے یہاں صرف اتنا لکھ دینا کافی ہے باقی سب کو دوبارہ وارد کرنے کی ضرورت نہیں۔ آسمان و زمین کی کل چیزیں اس کی تسبیح بیان کرتی ہیں۔ جیسے اور جگہ بیان ہے ﴿تُسَبِّحُ لَہُ السَّمٰوٰتُ السَّبۡعُ وَ الۡاَرۡضُ وَ مَنۡ فِیۡہِنَّ ؕ وَ اِنۡ مِّنۡ شَیۡءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمۡدِہٖ وَ لٰکِنۡ لَّا تَفۡقَہُوۡنَ تَسۡبِیۡحَہُمۡ ؕ اِنَّہٗ کَانَ حَلِیۡمًا غَفُوۡرًا﴾ [3] اس کی پاکیزگی بیان کرتے ہیں' ساتوں آسمان اور زمینیں اور ان میں جو مخلوق ہے اور کوئی چیز ایسی نہیں جو اس کی تسبیح حمد کے ساتھ بیان نہ کرتی ہو لیکن تم ان کی تسبیح سمجھ نہیں سکتے بے شک وہ بردبار اور بخشش کرنے والا ہے' وہ عزیز ہے اس کی حکمت والی سرکار اپنے

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الدعوات : باب لله مائة اسم غير واحد (٦٤١٠) صحیح مسلم : کتاب الذکر و الدعا : باب فی اسماء الله تعالى وفضل من احصاها (٢٦٧٧)]

[2] [ضعیف : ترمذی : کتاب الدعوات : باب حدیث فی اسمآء الله الحسنى مع ذكرها تمام (٣٥٠٧) ابن ماجه : كتاب الدعاء : باب اسماء الله تعالى (٣٨٦١)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ترمذی] اس کی سند میں ولید بن مسلم راوی ضعیف ہے۔]

[3] [سورۃ بنی اسرائیل : آیت ٤٤]

احکام اور تقدیر کے تقدر میں ایسی نہیں کہ کسی طرح کی کمی نکالی جائے یا کوئی اعتراض قائم کیا جائے مسند احمد کی حدیث میں ہے جو شخص صبح کو تین مرتبہ "اَعُوْذُ بِاللّٰہِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ" پڑھ کر سورۂ حشر کی آخری (ان) تین آیتوں کو پڑھ لے اللہ تعالیٰ اس کیلئے ستر ہزار فرشتے مقرر کرتا ہے جو شام تک اس پر رحمت بھیجتے ہیں اور اگر اس دن اس کا انتقال ہو جائے تو شہادت کا مرتبہ پاتا ہے اور جو شخص اس کی تلاوت شام کے وقت کرے وہ بھی اسی حکم میں ہے' ترمذی میں بھی یہ حدیث ہے اور امام ترمذی رحمہ اللہ اسے غریب بتاتے ہیں۔ [1] الحمد للہ سورۂ حشر کی تفسیر ختم ہوئی۔

تفسیر سورۃ الممتحنہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ
وَقَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ ۚ يُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَاِيَّاكُمْ اَنْ تُؤْمِنُوْا
بِاللّٰهِ رَبِّكُمْ ۭ اِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِيْ سَبِيْلِيْ وَابْتِغَآءَ مَرْضَاتِيْ ۤ تُسِرُّوْنَ اِلَيْهِمْ
بِالْمَوَدَّةِ ڰ وَاَنَا اَعْلَمُ بِمَآ اَخْفَيْتُمْ وَمَآ اَعْلَنْتُمْ ۭ وَمَنْ يَّفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ
السَّبِيْلِ ① اِنْ يَّثْقَفُوْكُمْ يَكُوْنُوْا لَكُمْ اَعْدَآءً وَّيَبْسُطُوْٓا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ
وَاَلْسِنَتَهُمْ بِالسُّوْۗءِ وَوَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ ② لَنْ تَنْفَعَكُمْ اَرْحَامُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ ڔ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ڔ
يَفْصِلُ بَيْنَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ③

شروع ہے اللہ نہایت مہربان رحم کرنے والے کے نام سے

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو میرے اور خود اپنے دشمنوں کو اپنا دوست نہ سمجھو تم تو محبت کی بنیاد ڈالنے کیلئے ان کی طرف پیغام بھیجتے ہو اور وہ اس حق کے ساتھ جو تمہارے پاس آ چکا ہے کفر کرتے ہیں' پیغمبر کو اور تمہیں بھی محض اس وجہ سے جلاوطن کرتے ہیں کہ تم اپنے پروردگار اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو اگر تم میری راہ کے جہاد میں اور میری رضامندی کی طلب میں نکلتے ہو (تو ان سے دوستیاں نہ کرو) تم ان کے پاس محبت کا پیغام پوشیدہ پوشیدہ بھیجتے ہو مجھے خوب یہ معلوم ہے جو تم نے چھپایا اور وہ بھی جو تم نے ظاہر کیا' تم میں سے جو بھی اس کام کو کرے گا وہ یقیناً راہ راست سے بہک جائے گا ○ اگر انہیں تم پر کوئی دسترس کا موقعہ مل جائے تو وہ تمہارے کھلے دشمن ہو جائیں اور برائی کے ساتھ تم پر دست درازی اور زبان درازی کرنے لگیں اور دل

---

[1] [ضعیف : ترمذی : کتاب فضائل القرآن : باب فی فضل قرائۃ آخر سورۃ الحشر (۲۹۲۲) مسند احمد (۲۶/۵)] شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ترمذی ، التعلیق الرغیب (۲۲۵/۲)] حافظ زبیر علی زئی بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔ اس کی سند میں خالد بن طہمان راوی ضعیف ہے۔]

سے چاہنے لگیں کہ تم بھی کفر کرنے لگ جاؤ○ تمہاری قرابتیں رشتہ داریاں اور اولادیں تمہیں قیامت کے دن کچھ کام نہ آئیں گی' اللہ تعالیٰ تمہارے درمیان فیصلہ کر دے گا' اور جو کچھ تم کر رہے ہو اسے اللہ تعالیٰ خوب دیکھ رہا ہے○

حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں اس سورت کی شروع کی آیتیں نازل ہوئی ہیں' واقعہ یہ ہوا کہ حضرت حاطب رضی اللہ عنہ مہاجرین میں سے تھے بدر کی لڑائی میں بھی آپ نے مسلمانوں کے لشکر میں شرکت کی تھی ان کے بال بچے اور مال و دولت مکہ میں ہی تھے اور یہ خود قریش میں سے نہ تھے صرف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حلیف تھے اس وجہ سے مکہ میں انہیں امن و امان حاصل تھا' اب یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ میں تھے یہاں تک کہ جب اہل مکہ نے عہد توڑ دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر چڑھائی کرنی چاہی تو آپ کی خواہش یہ تھی کہ انہیں اچانک دبوچ لیں تاکہ خونریزی نہ ہونے پائے اور مکہ شریف پر قبضہ ہو جائے اسی لئے آپ نے اللہ سے دعا بھی کی کہ باری تعالیٰ ہماری تیاری کی خبریں ہمارے پہنچنے تک اہل مکہ کو نہ پہنچیں ادھر آپ نے مسلمانوں کو تیاری کا حکم دیا حضرت حاطب رضی اللہ عنہ نے اس موقعہ پر ایک خط اہل مکہ کے نام لکھا اور ایک قریشیہ عورت کے ہاتھ اسے چلتا کیا جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارادے اور مسلمانوں کی لشکر کشی کی خبر دی تھی' آپ کا ارادہ اس سے صرف یہ تھا کہ میرا کوئی احسان قریش پر رہ جائے جس کے باعث میرے بال بچے اور مال و دولت محفوظ رہیں' چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا قبول ہو چکی تھی ناممکن تھا کہ قریشیوں کو کسی ذریعہ سے بھی اس ارادے کا علم ہو جائے اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اس پوشیدہ راز سے مطلع فرما دیا اور آپ نے اس عورت کے پیچھے اپنے سوار بھیجے راستے میں اسے روکا گیا اور خط اس سے حاصل کر لیا گیا' یہ مفصل واقعہ صحیح احادیث میں پوری طرح آ چکا ہے' مسند احمد میں ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مجھے اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلوا کر فرمایا تم یہاں سے فوراً کوچ کرو روضہ خاخ میں جب تم پہنچو گے تو تمہیں ایک سانڈنی سوار عورت ملے گی جس کے پاس ایک خط ہے تم اسے قبضے میں کر کے یہاں لے آؤ' ہم تینوں گھوڑوں پر سوار ہو کر بہت تیز رفتاری سے روانہ ہو گئے روضہ خاخ میں جب پہنچے تو فی الواقع ہمیں ایک سانڈنی سوار عورت دکھائی دی ہم نے اس سے کہا جو خط تیرے پاس ہے وہ ہمارے حوالے کر' اس نے صاف انکار کر دیا کہ میرے پاس کوئی خط نہیں ہم نے کہا غلط کہتی ہے تیرے پاس یقیناً خط ہے اگر تو راضی خوشی نہ دے گی تو ہم جامہ تلاشی کر کے جبراً وہ خط تجھ سے چھینیں گے' اب تو وہ عورت سٹ پٹائی اور آخر اس نے اپنی چٹیا کھول کر اس میں سے وہ پرچہ نکال کر ہمارے حوالے کیا ہم اسی وقت وہاں سے واپس روانہ ہوئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اسے پیش کر دیا' پڑھنے پر معلوم ہوا کہ حضرت حاطب رضی اللہ عنہ نے اسے لکھا ہے اور یہاں کی خبر رسانی کی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارادوں سے کفار مکہ کو آگاہ کیا ہے' آپ نے کہا حاطب یہ کیا حرکت ہے؟ حضرت حاطب رضی اللہ عنہ نے فرمایا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جلدی نہ کیجئے میری بھی سن لیجئے' میں قریشیوں میں ملا ہوا تھا خود قریشیوں میں سے نہ تھا پھر آپ پر ایمان لا کر آپ کے ساتھ ہجرت کی جتنے اور مہاجر ہیں ان سب کے قرابت دار مکہ میں موجود ہیں جو ان کے بال بچے وغیرہ مکہ میں رہ گئے ہیں وہ ان کی حمایت کرتے ہیں لیکن میرا

کوئی رشتہ دار نہیں جو میرے بال بچوں کی حفاظت کرے اس لئے میں نے چاہا کہ قریشیوں کے ساتھ کوئی سلوک واحسان کروں جس سے میرے بچوں کی حفاظت وہ کریں اور جس طرح اوروں کے نسب کی وجہ سے ان کا تعلق ہے میرے احسان کی وجہ سے میرا تعلق ہو جائے۔ یارسول اللہ ﷺ میں نے کوئی کفر نہیں کیا نہ اپنے دین سے مرتد ہوا ہوں نہ اسلام کے بعد کفر سے راضی ہوا ہوں بس اس خط کی وجہ صرف اپنے بچوں کی حفاظت کا حیلہ تھا' آنحضرت ﷺ نے فرمایا لوگو! تم سے جو واقعہ حاطب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں وہ بالکل حرف بحرف سچا ہے کہ اپنے نفع کی خاطر ایک غلطی کر بیٹھے ہیں نہ کہ مسلمانوں کو نقصان پہنچانا یا کفار کی مدد کرنا ان کے پیش نظر ہو' حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اس موقعہ پر موجود تھے اور یہ واقعات آپ کے سامنے ہوئے آپ کو بہت غصہ آیا اور فرمانے لگے یارسول اللہ ﷺ مجھے اجازت دیجئے کہ اس منافق کی گردن اڑا دوں آپ نے فرمایا کیا تمہیں معلوم نہیں؟ کہ یہ بدری صحابی ہیں اور بدر والوں پر اللہ تعالیٰ نے جھانکا اور فرمایا جو چاہو عمل کرو میں نے تمہیں بخش دیا' یہ روایت اور بھی بہت سی حدیث کی کتابوں میں ہے [1] صحیح بخاری شریف کتاب المغازی میں اتنا اور بھی ہے کہ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ سورت اتاری اور کتاب التفسیر میں ہے کہ حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس بارے میں آیت ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا﴾ الخ' اتری لیکن راوی کو شک ہے کہ آیت کے اترنے کا بیان حضرت عمرو رضی اللہ عنہ کا ہے یا حدیث میں ہے' امام علی بن مدینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں حضرت سفیان رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ یہ آیت اسی میں اتری ہے؟ تو سفیان رحمہ اللہ نے فرمایا: یہ لوگوں کی بات میں ہے میں نے اسے عمرو رضی اللہ عنہ سے حفظ کیا ہے اور ایک حرف بھی نہیں چھوڑا اور میرا خیال ہے کہ میرے سوا کسی اور نے اسے حفظ بھی نہیں رکھا' بخاری مسلم کی ایک روایت میں ہے مقداد رضی اللہ عنہ کے نام کے بدلے حضرت ابو مرثد رضی اللہ عنہ کا نام ہے اس میں یہ بھی ہے کہ حضور ﷺ نے یہ بھی بتا دیا تھا کہ اس عورت کے پاس حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کا خط ہے' اس عورت کی سواری کو بٹھا کر اس کے انکار پر ہر چند ٹٹولا لیکن کوئی پرچہ ہاتھ نہ لگا آخر ہم عاجز آگئے اور کہیں سے پرچہ نہ ملا ہم نے اس عورت سے کہا کہ اس میں تو مطلق شک نہیں کہ تیرے پاس پرچہ ہے گو ہمیں نہیں ملتا لیکن تیرے پاس ہے ضرور' یہ ناممکن ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی بات غلط ہو اب اگر تو نہیں دیتی تو ہم تیرے کپڑے اتار کر ٹٹولیں گے' جب اس نے دیکھ لیا کہ انہیں پختہ یقین ہے اور یہ لئے بغیر نہ ٹلیں گے اس نے اپنا سر کھول کر اپنے بالوں میں سے پرچہ نکال کر ہمیں دے دیا ہم اسے لے کر واپس خدمت نبوی ﷺ میں حاضر ہوئے' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ واقعہ سن کر فرمایا اس نے اللہ' اس کے رسول ﷺ کی اور مسلمانوں کی خیانت کی مجھے اس کی گردن مارنے کی اجازت دیجئے' حضور ﷺ نے حضرت حاطب رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا اور انہوں نے وہ جواب دیا جو اوپر گزر چکا آپ نے سب سے فرما دیا کہ انہیں کچھ نہ کہو اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھی وہ فرمایا جو پہلے بیان ہوا کہ

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب المغازی: باب غزوة الفتح وما بعث به حاطب بن ابی بلتعة الی اهل مکه (٤٢٧٤)، (٣٠٠٧)، (٤٨٩٠) صحیح مسلم: کتاب فضائل الصحابه: باب فی فضائل اهل بدر وقصة حاطب بن ابی بلتعه (٢٤٩٤) ابوداؤد: کتاب الجهاد: باب فی حکم الجاسوس اذا کان مسلما (٢٦٥٠) ترمذی: کتاب تفسیر القرآن: باب ومن سورة الممتحنة (٣٣٠٥) مسند احمد (١/ ٧٩)]

بدری صحابہ میں سے ہیں جن کیلئے اللہ تعالیٰ نے جنت واجب کر دی ہے جسے سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ رو دیئے اور فرمانے لگے اللہ کو اس کے رسول کو ہی کامل علم ہے [1] یہ حدیث ان الفاظ سے صحیح بخاری کتاب المغازی میں غزوۂ بدر کے ذکر میں ہے‘ اور روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مکہ جانے کا ارادہ اپنے چند ہم راز صحابہ کبار رضی اللہ عنہم کے سامنے ظاہر کیا تھا جن میں حضرت حاطب رضی اللہ عنہ بھی تھے باقی عام طور پر مشہور تھا کہ خیبر جا رہے ہیں‘ اس روایت میں یہ بھی ہے کہ جب ہم خط کو سارے سامان میں ٹٹول چکے اور نہ ملا تو حضرت ابو مرثد رضی اللہ عنہ نے کہا شاید اس کے پاس کوئی پرچہ ہے ہی نہیں اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ناممکن ہے نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جھوٹ بول سکتے ہیں نہ ہم نے جھوٹ کہا‘ جب ہم نے اسے دھمکایا تو اس نے ہم سے کہا تمہیں اللہ کا خوف نہیں؟ کیا تم مسلمان نہیں؟ ایک روایت میں ہے کہ اس نے پرچا اپنے جسم میں سے نکالا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فرمان میں یہ بھی ہے کہ آپ نے فرمایا یہ بدر میں موجود تو ضرور تھے لیکن عہد شکنی کی اور دشمنوں میں ہماری خبر رسانی کی۔ اور روایت میں ہے کہ یہ عورت قبیلہ مزینہ کی عورت تھی‘ بعض کہتے ہیں اس کا نام سارہ تھا اولا دعبد المطلب کی آزاد کردہ لونڈی تھی حضرت حاطب رضی اللہ عنہ نے اسے کچھ دینا کیا تھا اور اس نے اپنے بالوں تلے کا غذ رکھ کر اوپر سے سر گوندھ لیا تھا آپ نے اپنے گھوڑ سواروں سے فرما دیا تھا کہ اس کے پاس حاطب رضی اللہ عنہ کا دیا ہوا اس مضمون کا خط ہے‘ آسمان سے اس کی خبر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی تھی بنو احمد کے حلیفہ میں یہ عورت پکڑی گئی تھی‘ اس عورت نے ان سے کہا تھا کہ تم منہ پھیر لو میں نکال دیتی ہوں انہوں نے منہ پھیر لیا پھر اس نے نکال کر حوالے کیا‘ اس روایت میں حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کے جواب میں یہ بھی ہے کہ اللہ کی قسم میں اللہ پر اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھتا ہوں کوئی تغیر تبدل میرے ایمان میں نہیں ہوا‘ اور اسی بارے میں اس سورت کی آیتیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قصہ کے ختم تک اتریں‘ ایک اور روایت میں ہے کہ اس عورت کو اس کی اجرت کے دس درہم حضرت حاطب رضی اللہ عنہ نے دیئے تھے‘ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو حاصل کرنے کیلئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھیجا تھا اور جحفہ میں یہ ملی تھی۔ مطلب آیتوں کا یہ ہے کہ اے مسلمانو! مشرکین اور کفار کو جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور مومن بندوں سے لڑنے والے ہیں‘ جن کے دل تمہاری عداوت سے پر ہیں تمہیں ہرگز لائق نہیں کہ ان سے دوستی اور محبت‘ میل ملاپ اور اپنائیت رکھو تمہیں اس کے خلاف حکم دیا گیا ہے ارشاد ہے ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰٓى اَوْلِيَاۤءَ﴾ [2] الخ‘ اے ایماندارو! یہود و نصاریٰ سے دوستی مت گانٹھو وہ آپس میں ہی ایک دوسروں کے دوست ہیں تم میں سے جو بھی ان سے موالات و محبت کرے وہ انہی میں سے شمار ہوگا۔ اس میں کس قدر ڈانٹ ڈپٹ کے ساتھ ممانعت فرمائی ہے اور جگہ ہے ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَكُمْ هُزُوًا وَّلَعِبًا﴾ [3] الخ مسلمانو! ان اہل کتاب اور کفار سے دوستیاں نہ کرو جو تمہارے دین کا مذاق اڑاتے ہیں اسے کھیل

---

[1] [ایضا]
[2] [سورۃ المائدہ: آیت ۵۱]
[3] [سورۃ المائدہ: آیت ۵۷]

کو دسمجھ رہے ہیں اگر تم میں ایمان ہے تو ذات باری سے ڈرو‘ ایک اور جگہ ارشاد ہے مسلمانو! مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں سے دوستیاں نہ کرو کیا تم چاہتے ہو کہ اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کا کھلا الزام ثابت کرلو‘ ایک اور جگہ فرمایا مسلمانوں کو چاہئے کہ اپنوں کے علاوہ کافروں سے دوستیاں نہ کریں جو ایسا کرے گا وہ اللہ کی طرف سے کسی چیز میں نہیں ہاں بطور دفع الوقتی اور بچاؤ کے ہو تو اور بات ہے اللہ تعالیٰ تمہیں اپنے آپ سے ڈرا رہا ہے‘ اسی بنا پر رسول اللہ ﷺ نے حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کا عذر قبول فرمالیا کہ اپنے مال و اولاد کے بچاؤ کی خاطر یہ کام ان سے ہو گیا تھا‘ مسند احمد میں ہے کہ ہمارے سامنے رسول اللہ ﷺ نے کئی مثالیں بیان فرمائیں ایک اور تین اور پانچ اور سات اور نو اور گیارہ پھر ان میں سے یہ تفصیل صرف ایک ہی بیان کی تھی باقی سب چھوڑ دیں‘ فرمایا ایک ضعیف مسکین قوم تھی جس پر زور آور ظالم قوم چڑھائی کر کے آ گئی لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کمزوروں کی مدد کی اور انہیں اپنے دشمن پر غالب کر دیا غالب آ کر ان میں رعونت سما گئے اور انہوں نے ان پر مظالم شروع کر دیئے جس پر اللہ تعالیٰ ان سے ہمیشہ کیلئے ناراض ہو گیا۔ (1) پھر مسلمانوں کو ہوشیار کرتا ہے کہ تم ان دشمنان دین سے کیوں مودّت و محبت رکھتے ہو؟ حالانکہ یہ تم سے بدسلوکی کرنے میں کسی موقعہ پر کمی نہیں کرتے کیا یہ تازہ واقعہ بھی تمہارے ذہن سے ہٹ گیا کہ انہوں نے تمہیں بلکہ خود رسول اللہ ﷺ کو بھی جبراً وطن سے نکال باہر کیا اور اس کی کوئی اور وجہ نہ تھی سوائے اس کے کہ تمہاری توحید پر گراں گزرتی تھی۔ جیسے اور جگہ ہے ﴿ وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّآ اَنْ يُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ﴾ (2) یعنی مومنوں سے صرف اس بنا پر مخاصمت اور دشمنی ہے کہ وہ اللہ برتر بزرگ پر ایمان رکھتے ہیں اور جگہ ہے یہ لوگ محض اس وجہ سے ناحق جلاوطن کئے گئے کہ وہ کہتے تھے ہمارا رب اللہ ہے۔ (3) پھر فرماتا ہے سچ مچ تم میری راہ کے جہاد کو نکلے ہو اور میری رضا مندی کے طالب ہو تو ہرگز ان کفار سے جو تمہارے اور میرے دشمن ہیں میرے دین کو اور تمہارے جان و مال کو نقصان پہنچا رہے ہیں دوستیاں نہ پیدا کرو‘ بھلا کس قدر غلطی ہے کہ تم ان سے پوشیدہ طور پر دوستانہ رکھو؟ کیا یہ پوشیدگی اللہ سے بھی پوشیدہ رہ سکتی ہے؟ جو ظاہر و باطن کا جاننے والا ہے‘ دلوں کے بھید‘ نفس کے وسوسے بھی جس کے سامنے کھلے ہوئے ہیں۔ بس سن لو! جو بھی ان کفار سے موالات و محبت رکھے وہ سیدھی راہ سے بھٹک جائے گا۔ تم نہیں دیکھ رہے؟ کہ ان کافروں کا اگر بس چلے اگر انہیں کوئی موقعہ مل جائے تو نہ اپنے ہاتھ پاؤں سے تمہیں نقصان پہنچانے میں دریغ کریں نہ برا کہنے سے اپنی زبانیں روکیں جو ان کے امکان میں ہوگا وہ کر گزریں گے بلکہ تمام تر کوشش اس امر پر صرف کر دیں گے کہ تمہیں بھی اپنی طرح کافر بنالیں‘ پس جبکہ ان کی اندرونی و بیرونی دشمنی کا حال تمہیں بخوبی معلوم ہے پھر کیا اندھیر ہے؟ کیا تم اپنے دشمنوں کو دوست سمجھ رہے ہو اور اپنی راہ میں کانٹے بو رہے ہو‘ غرض یہ ہے کہ مسلمانوں کو کافروں پر اعتماد کرنے اور ان سے ایسے گہرے تعلقات رکھنے

---

(1) [ضعیف: مسند احمد (٥/٤٠٧) مجمع الزوائد (٥/٢٣٥)] شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحديثية (٢٣٤٦٢)] حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

(2) [سورۃ البروج: آیت ٨]

(3) [سورۃ الحج: آیت ٤٠]

اور دلی میل سے روکا جا رہا ہے اور وہ باتیں یاد دلائی جا رہی ہیں جو ان سے علیحدگی پر آمادہ کر دیں۔ تمہاری قرابتیں اور رشتہ داریاں تمہیں اللہ کے ہاں کچھ کام نہ آئیں گی اگر تم اللہ کو ناراض کر کے انہیں خوش کرو اور چاہو کہ تمہیں نفع ہو یا نقصان ہٹ جائے یہ بالکل خالی خیال ہے نہ اللہ کی طرف کے نقصان کو کوئی ٹال سکے نہ اس کے دیئے ہوئے نفع کو کوئی روک سکے اپنے والوں سے ان کے کفر پر جس نے موافقت کی وہ برباد ہوا گو رشتہ دار کیسا ہی ہو کچھ نفع نہیں مسند احمد میں ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ یارسول اللہ ﷺ میرا باپ کہاں ہے؟ آپ نے فرمایا جہنم میں۔ جب وہ جانے لگا تو آپ نے اسے بلایا اور فرمایا میرا باپ اور تیرا باپ دونوں ہی جہنمی ہیں۔ یہ حدیث صحیح مسلم میں اور سنن ابوداؤد میں بھی ہے۔ [1]

قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ ۚ اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۡ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَاۗءُ اَبَدًا حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗٓ اِلَّا قَوْلَ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ لَاَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ وَمَآ اَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ۭ رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَاِلَيْكَ اَنَبْنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ۝ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَاغْفِرْ لَنَا رَبَّنَا ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْهِمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ ۭ وَمَنْ يَّتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ۝

مسلمانو! تمہارے لئے حضرت ابراہیم (علیہ السلام) میں اور ان کے ساتھیوں میں بہترین نمونہ اور اچھی پیروی موجود ہے۔ جبکہ ان سب نے اپنی قوم سے برملا کہہ دیا تھا کہ ہم تم سے اور جن جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو ان سب سے بالکل بیزار ہیں، ہم تمہارے عقائد کے منکر ہیں جب تک تم اللہ کی واحدانیت پر ایمان نہ لاؤ ہم میں تم میں ہمیشہ کیلئے عداوت وبغض ظاہر ہو گیا لیکن ابراہیم کی اتنی بات تو اپنے باپ سے ہوتی تھی کہ میں تمہارے لئے استغفار ضرور کروں گا اور تمہارے لئے مجھے اللہ کے سامنے کسی چیز کا اختیار کچھ بھی نہیں، اے ہمارے پروردگار تجھ ہی پر ہم نے بھروسہ کیا ہے اور تیری ہی طرف ہم رجوع کرتے ہیں اور تیری ہی طرف لوٹنا ہے ○ اے اللہ! تو ہمیں کافروں کے زیردست اور تختہ مشق نہ بنا اور اے ہمارے پالنے والے ہماری خطاؤں کو بخش دے بیشک تو ہی غالب حکمتوں والا ہے ○ یقیناً تمہارے لئے ان میں نیک نمونہ اور عمدہ پیروی ہے خاص کر ہر اس شخص کے لئے جو اللہ کی اور قیامت کے دن کی ملاقات کا اعتقاد رکھتا ہو اور اگر کوئی روگردانی کرے تو اللہ تعالیٰ بالکل بے پرواہ ہے اور وہ سزاوار حمد وثنا ہے ○

ابراہیم علیہ السلام کی زندگی بہترین نمونہ: اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے مومن بندوں کو کفار سے موالات اور دوستی نہ کرنے

---

[1] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب بیان ان من مات علی الکفر فهو فی النار (۲۰۳) ابوداؤد : کتاب السنة : باب فی ذراری المشرکین (۴۷۱۸) مسند احمد (۱۹۹/۳)]

کی ہدایت فرما کران کے سامنے اپنے خلیل علیہ السلام اور ان کے اصحاب کا نمونہ پیش کر رہا ہے کہ انہوں نے صاف طور پر اپنے رشتے کنبے اور قوم کے لوگوں سے برملا فرما دیا کہ ہم تم سے اور جنہیں تم پوجتے ہو ان سے بیزار بری الذمہ اور الگ تھلگ ہیں، ہم تمہارے دین اور طریقے سے متنفر ہیں، جب تک تم اسی طریقے اور اسی مذہب پر ہو تم ہمیں اپنا دشمن سمجھو ناممکن ہے کہ برادری کی وجہ سے ہم تمہارے اس کفر کے باوجود تم سے بھائی چارہ اور دوستانہ تعلقات رکھیں، ہاں یہ اور بات ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں ہدایت دے اور تم اللہ وحدہٗ لاشریک لہ پر ایمان لے آؤ اس کی توحید مان لو اور اسی ایک کی عبادت شروع کر دو اور جن جن کو تم نے اللہ کا شریک اور ساجھی ٹھہرا رکھا ہے اور جن جن کی پوجا پاٹ میں مشغول ہو ان سب کو ترک کر دو اپنی اس روش کفر اور طریق شرک سے ہٹ جاؤ تو پھر بیشک ہمارے بھائی ہو ہمارے عزیز ہو ورنہ ہم میں تم میں کوئی اتحاد و اتفاق نہیں ہم تم سے اور تم ہم سے علیحدہ ہو، ہاں یہ یاد رہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والد سے جو استغفار کا وعدہ کیا تھا اور پھر اسے پورا کیا اس میں ان کی اقتداء نہیں، اس لئے کہ یہ استغفار اس وقت تک رہا جس وقت تک کہ اپنے والد کا دشمن اللہ ہونا ان پر وضاحت کے ساتھ ظاہر نہ ہوا تھا جب انہیں یقینی طور پر اس کی اللہ سے دشمنی کھل گئی تو اس سے صاف بیزاری ظاہر کر دی، بعض مومن اپنے مشرک ماں باپ کیلئے دعا استغفار کرتے ہیں اور سند میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنے والد کیلئے دعا مانگنا پیش کرتے تھے اس پر اللہ تعالیٰ نے اپنا فرمان ﴿مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ﴾ [1] پوری دو آیتوں تک نازل فرمایا اور یہاں بھی اسوۂ ابراہیمی میں سے اس کا استثناء کر لیا کہ اس بات میں ان کی پیروی تمہارے لئے ممنوع ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس استغفار کی تفسیر بھی کر دی اور اس کا خاص سبب اور خاص وقت بھی بیان فرما دیا، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما مجاہد رحمہ اللہ مقاتل بن حیان رحمہ اللہ ضحاک رحمہ اللہ نے بھی یہی مطلب کیا ہے۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ قوم سے براءت کر کے اب اللہ کی بارگاہ میں آتے ہیں اور جناب باری میں عاجزی اور انکساری سے عرض کرتے ہیں کہ باری تعالیٰ تمام کاموں میں ہمارا بھروسہ اور اعتماد تیری ہی پاک ذات پر ہے، ہم اپنے تمام کام تجھے سونپتے ہیں تیری طرف رجوع و رغبت کرتے ہیں، دار آخرت میں بھی ہمیں تیری طرف ہی لوٹنا ہے۔ پھر کہتے ہیں الٰہی تو ہمیں کافروں کیلئے فتنہ نہ بنا، یعنی ایسا نہ ہو کہ یہ ہم پر غالب آ کر ہمیں مصیبت میں مبتلا کر دیں، اسی طرح یہ بھی نہ ہو کہ تیری طرف سے ہم پر کوئی عتاب و عذاب نازل ہو اور وہ ان کے بہکنے کا سبب بنے کہ اگر یہ حق پر ہوتے تو اللہ انہیں عذاب کیوں کرتا؟ اگر یہ کسی میدان میں جیت گئے تو بھی ان کیلئے یہ فتنہ کا سبب ہوگا وہ سمجھیں گے کہ ہم اس لئے غالب آ گئے کہ ہم ہی حق پر ہیں، اسی طرح اگر یہ ہم پر غالب آ گئے تو ایسا نہ ہو کہ ہمیں تکلیفیں پہنچا پہنچا کر تیرے دین سے برگشتہ کر دیں۔ پھر دعا مانگتے ہیں کہ الٰہی ہمارے گناہوں کو بخش دے، ہماری پردہ پوشی کر اور ہمیں معاف فرما، تو عزیز ہے تیری جناب میں پناہ لینے والا نامراد نہیں پھرتا تیرے در پر دستک دینے والا خالی ہاتھ نہیں جاتا، تو اپنی شریعت کے تقرر میں اپنے اقوال و افعال میں اور قضا و قدر کے مقدر کرنے میں

---

[1] [سورۃ التوبہ: آیت ۱۳۔۱۴]

حکمتوں والا ہے' تیرا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں۔ پھر بطور تاکید کے وہی پہلی بات دوہرائی جاتی ہے کہ ان میں تمہارے لیے نیک نمونہ ہے جو بھی اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے آنے کی حقانیت پر ایمان رکھتا ہو اسے اس کی اقتداء میں آگے بڑھ کر قدم رکھنا چاہئے اور جو احکام اللہ سے روگردانی کرے وہ جان لے کہ اللہ اس سے بے پرواہ ہے وہ لائق حمد وثنا ہے مخلوق اس خالق کی تعریف میں مشغول ہے' جیسے اور جگہ ہے ﴿إِن تَكْفُرُوا أَنتُمْ وَمَن فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا فَإِنَّ اللَّهَ لَغَنِيٌّ حَمِيدٌ﴾ [1] "اگر تم اور تمام روئے زمین کے لوگ کفر پر اور اللہ کے نہ ماننے پر اتر آئیں تو اللہ تعالیٰ کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتے اللہ تعالیٰ سب سے غنی' سب سے بے نیاز اور سب سے بے پرواہ ہے اور وہ تعریف کیا گیا ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں غنی اسے کہتے ہیں جو اپنی غنا میں کامل ہو۔ اللہ تعالیٰ ہی کی یہ صفت ہے کہ وہ ہر طرح سے بے نیاز اور بالکل بے پرواہ ہے کسی اور کی ذات ایسی نہیں' اس کا کوئی ہمسر نہیں اس کے مثل کوئی اور نہیں وہ پاک ہے' اکیلا ہے' سب پر حاکم' سب پر غالب' سب کا بادشاہ ہے' حمید ہے یعنی مخلوق اسے سراہ رہی ہے' اپنے جمیع اقوال میں تمام افعال میں وہ ستائشوں اور تعریفوں والا ہے اور اس کے سوا کوئی معبود نہیں اس کے سوا کوئی پالنے والا نہیں' رب وہی ہے معبود وہی ہے۔

عَسَى اللَّهُ أَن يَجْعَلَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الَّذِينَ عَادَيْتُم مِّنْهُم مَّوَدَّةً ۚ وَاللَّهُ قَدِيرٌ ۚ
وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۞ لَا يَنْهَاكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَلَمْ
يُخْرِجُوكُم مِّن دِيَارِكُمْ أَن تَبَرُّوهُمْ وَتُقْسِطُوا إِلَيْهِمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ ۞
إِنَّمَا يَنْهَاكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ قَاتَلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَأَخْرَجُوكُم مِّن دِيَارِكُمْ
وَظَاهَرُوا عَلَىٰ إِخْرَاجِكُمْ أَن تَوَلَّوْهُمْ ۚ وَمَن يَتَوَلَّهُمْ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ۞

کیا عجب کہ عنقریب ہی اللہ تعالیٰ تم میں اور تمہارے دشمنوں میں محبت پیدا کر دے اللہ تعالیٰ کو سب قدرتیں ہیں' اللہ بڑا غفور و رحیم ہے ○ جن لوگوں نے تم سے مذہبی لڑائی نہیں کی اور تمہیں جلاوطن نہیں کیا ان کے ساتھ سلوک و احسان اور منصفانہ بھلے برتاؤ کرنے سے اللہ تعالیٰ تمہیں نہیں روکتا' بلکہ اللہ تعالیٰ تو انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے ○ اللہ تعالیٰ تمہیں صرف ان لوگوں سے منع کرتا ہے جو تم سے مذہبی لڑائیاں لڑیں اور تمہیں دیس سے نکال دیں اور دیس نکالا دینے والوں کی مدد کریں' جو لوگ ایسے کفار سے محبت کریں وہ قطعاً ظالم اور بے انصاف ہیں ○

کفار سے دوستی ومحبت کی ممانعت: کافروں سے محبت رکھنے کی ممانعت اور ان کی بغض وعداوت کے بیان کے بعد اب ارشاد ہوتا ہے کہ بسا اوقات ممکن ہے کہ ابھی ابھی اللہ تم میں اور ان میں میل ملاپ کرا دے' بغض نفرت اور فرقت کے بعد محبت مودّت اور الفت پیدا کر دے' کونسی چیز ہے جس پر اللہ قادر نہ ہو؟ وہ متبائن اور مختلف چیزوں کو جمع کر سکتا ہے' عداوت وفسادت کے بعد دلوں میں الفت ومحبت پیدا کر دینا اس کے ہاتھ میں ہے' جیسے اور جگہ انصار

---

[1] [سورۃ الاحزاب: آیت ۲۱]

پر اپنی نعمت بیان فرماتے ہوئے ارشاد ہوا ہے ﴿وَاذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ﴾ [1] الخ، تم پر جو اللہ کی نعمت ہے اسے یاد کرو کہ تمہاری دلی عداوت کو اس نے الفت قلبی سے بدل دیا اور تم ایسے ہو گئے جیسے ماں جائے بھائی ہو تم آگ کے کنارے پہنچ چکے تھے لیکن اس نے تمہیں وہاں سے بچالیا، آنحضرت ﷺ نے انصاریوں سے فرمایا کیا میں نے تمہیں گمراہی کی حالت میں نہیں پایا تھا؟ پھر اللہ تعالیٰ نے میری وجہ سے تمہیں ہدایت دی اور تم متفرق تھے میری وجہ سے اللہ تعالیٰ نے تمہیں جمع کر دیا [2] قرآن کریم میں ہے ﴿هُوَ الَّذِي أَيَّدَكَ بِنَصْرِهِ﴾ [3] الخ، اللہ تعالیٰ نے اپنی مدد سے مومنوں کو ساتھ کر کے اے نبی تیری مدد کی اور ایمانداروں میں آپس میں وہ محبت اور یکجہتی پیدا کر دی کہ اگر روئے زمین کی دولت خرچ کرتے اور یگانگت پیدا کرنا چاہتے تو وہ نہ کر سکتے یہ الفت منجانب اللہ تھی جو عزیز و حکیم ہے، ایک حدیث میں ہے دوستوں کی دوستی کے وقت بھی اس بات کو پیش نظر رکھو کہ کیا عجب اس سے کسی وقت دشمنی ہو جائے اور دشمنوں کی دشمنی میں بھی حد سے تجاوز نہ کرو کیا خبر کب دوستی ہو جائے [4] عرب شاعر کہتا ہے:

وَقَدْ يَجْمَعُ اللّٰهُ الشَّتِيتَيْنِ بَعْدَ مَا ... يَظُنَّانِ كُلَّ الظَّنِّ اَنْ لاَ تَلاَقِيَا

یعنی ایسے دو دشمنوں میں بھی جو ایک سے ایک جدا ہوں اور اس طرح کہ دل میں گرہ دے لی ہو کہ ابدالآباد تک اب کبھی نہ ملیں گے اللہ تعالیٰ اتفاق و اتحاد پیدا کر دیتا ہے اور اس طرح ایک ہو جاتے ہیں کہ گویا کبھی دو نہ تھے۔

اللہ تعالیٰ غفور و رحیم ہے کافر جب توبہ کریں تو اللہ تعالیٰ قبول فرمائے گا جب وہ اس کی طرف جھکیں وہ انہیں اپنے سائے میں لے لے گا، کوئی سا گناہ ہو اور کوئی سا گنہگار ہو مالک کی طرف جھکا ادھر اس کی رحمت کی آغوش کھلی، حضرت مقاتل بن حیان رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ آیت ابوسفیان صخر بن حرب رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے ان کی صاحبزادی صاحبہ سے رسول اللہ ﷺ نے نکاح کر لیا تھا اور یہی مناکحت محبت کا سبب بن گئی، لیکن یہ قول کچھ جی کو نہیں لگتا اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ کا یہ نکاح فتح مکہ سے بہت پہلے ہوا تھا اور حضرت ابوسفیان کا اسلام بالاتفاق فتح مکہ کی رات کا ہے، بلکہ اس سے بھی بہت اچھی توجیہ تو وہ ہے جو ابن ابی حاتم میں مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوسفیان صخر بن حرب رضی اللہ عنہ کو کسی باغ کے پھلوں کا عامل بنا رکھا تھا حضور ﷺ کے انتقال کے بعد یہ آرہے تھے کہ راستے میں ذوالخمار مرتد مل گیا آپ نے اس سے جنگ کی اور باقاعدہ لڑے پس مرتدین سے پہلے پہل لڑائی لڑنے والے مجاہد فی الدین آپ ہیں، حضرت ابن شہاب رحمہ اللہ کا قول ہے کہ انہی کے بارے میں یہ

---

[1] [سورة ال عمران: آیت ۱۰۳]

[2] **صحیح:** صحیح بخاری: کتاب المغازی: باب غزوة الطائف (۴۳۳۰) صحیح مسلم: کتاب الزکاة: باب اعطاء المولفة قلوبهم (۱۰۶۱)]

[3] [سوره الانفال: آیت ۶۳]

[4] **صحیح:** ترمذی: کتاب البر والصلة: باب ما جآء فی الاقتصاد فی الحب والبغض (۱۹۹۷)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ترمذی، غایة المرام (۴۷۲)] شیخ عبدالرزاق مہدی، شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔]

آیت ﴿عَسَى اللّٰهُ﴾ الخ، اتری، صحیح مسلم شریف کی حدیث میں ہے کہ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کرنے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری تین درخواستیں ہیں اگر اجازت ہو تو عرض کروں آپ نے فرمایا کہو اس نے کہا اول تو یہ کہ مجھے اجازت دیجئے کہ جس طرح میں کفر کے زمانے میں مسلمانوں سے مسلسل جنگ کرتا رہا اب اسلام کے زمانہ میں کافروں سے برابر لڑائی جاری رکھوں آپ نے اسے منظور فرمایا' پھر فرمایا میرے لڑکے معاویہ کو اپنا منشی بنا لیجئے آپ نے اسے بھی منظور فرمایا (اس پر جو کلام ہے وہ پہلے گزر چکا ہے) اور میری بہترین عرب بچی ام حبیبہ کو اپنی زوجیت میں قبول فرمائیں' آپ نے یہ بھی منظور فرمالیا۔ [1]

(اس پر جو کلام ہے وہ پہلے گزر چکا ہے) پھر ارشاد ہوتا ہے کہ جن کفار نے تم سے مذہبی لڑائی نہیں کی نہ تمہیں جلاوطن کیا جیسے عورتیں اور کمزور لوگ وغیرہ ان کے ساتھ سلوک واحسان اور عدل وانصاف کرنے سے اللہ تبارک و تعالیٰ تمہیں نہیں روکتا بلکہ وہ تو ایسے باانصاف لوگوں سے محبت رکھتا ہے' بخاری ومسلم میں ہے کہ حضرت اسما بنت ابو بکر رضی اللہ عنہا کے پاس ان کی مشرک ماں آئیں یہ اس زمانہ کا ذکر ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مشرکین مکہ کے درمیان صلح نامہ ہو چکا تھا حضرت اسماء رضی اللہ عنہا خدمت نبوی میں حاضر ہو کر مسئلہ پوچھتی ہیں کہ میری ماں آئی ہوئی ہیں اور اب تک وہ اس دین سے الگ ہیں کیا مجھے جائز ہے کہ میں ان کے ساتھ سلوک کروں؟ آپ نے فرمایا ہاں جاؤ ان سے صلہ رحمی کرو [2] مسند کی اس روایت میں ہے کہ ان کا نام قتیلہ تھا' یہ مکہ سے گوہ اور پنیر اور گھی بطور تحفہ لے کر آئی تھیں لیکن حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے اپنی مشرکہ ماں کو نہ تو اپنے گھر میں آنے دیا نہ یہ تحفہ ہدیہ قبول کیا پھر حضور سے دریافت کیا اور آپ کی اجازت پر ہدیہ بھی لیا اور اپنے ہاں ٹھہرایا بھی [3] بزار کی حدیث میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا نام بھی ہے لیکن یہ ٹھیک نہیں اس لئے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی والدہ کا نام ام رومان رضی اللہ عنہا تھا اور وہ اسلام لا چکی تھیں اور ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائی تھیں' ہاں حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی والدہ ام رومان رضی اللہ عنہا نہ تھیں' چنانچہ ان کا نام قتیلہ اوپر کی حدیث میں مذکور ہے۔ [4] واللہ اعلم۔ "مُقْسِطِیْن" کی تفسیر سورۂ حجرات میں گزر چکی ہے جنہیں اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے' حدیث میں ہے "مُقْسِطِیْن" وہ لوگ ہیں جو عدل کے ساتھ حکم کرتے ہیں کہ اہل وعیال کا معاملہ ہو یا زیردستوں کا یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے عرش کے دائیں جانب نور کے منبروں پر ہوں گے۔ [5] پھر فرماتا

---

[1] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب فضائل الصحابة : باب من فضائل ابی سفیان صخر بن حرب (۲۵۰۱)]

[2] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الهبة : باب الهدیة للمشرکین (۲۶۲۰)، (۵۹۷۸) صحیح مسلم : کتاب الزکاة : باب فضل النفقة والصدقة علی الاقربین (۱۰۰۳) ابو داؤد : کتاب الزکاة : باب الصدقة علی اهل الذمة (۱۶۶۸) مسنداحمد (۳۴۷/۶)]

[3] [ضعیف : مستدرك حاكم (۴۸۵/۲) مسند احمد (۴/۴) تفسیر ابن جریر الطبری (۳۳۹۵۲)] اس کی سند میں مصعب بن ثابت ضعیف ہے۔ [مجمع الزوائد (۱۲۳/۷)] حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

[4] [ضعیف : مسند بزار (۳۶۵/۲)] اس میں عبداللہ بن شبیب ضعیف ہے۔]

[5] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الامارة : باب فضیلة الامیر العادل (۱۸۲۷) مسند احمد (۱۵۹/۲)]

ہے کہ اللہ کی ممانعت تو ان لوگوں کی دوستی سے ہے جو تمہاری عداوت سے تمہارے مقابل نکل کھڑے ہوئے تم سے صرف تمہارے مذہب کی وجہ سے لڑے جھگڑے تمہیں تمہارے شہروں سے نکال دیا تمہارے دشمنوں کی مدد کی۔ پھر مشرکین سے اتحاد و اتفاق، دوستی ویکجہتی رکھنے والوں کو دھمکاتا ہے اور اس کا گناہ بتاتا ہے کہ ایسا کرنے والے ظالم گنہگار ہیں، اور جگہ فرمایا یہودیوں نصرانیوں سے دوستی کرنے والا ہمارے نزدیک انہی جیسا ہے۔ (1)

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا جَآءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ فَامْتَحِنُوْهُنَّ ۭ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِهِنَّ ۚ فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ ۭ لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّوْنَ لَهُنَّ ۭ وَاٰتُوْهُمْ مَّآ اَنْفَقُوْا ۭ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ ۭ وَلَا تُمْسِكُوْا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ وَسْـَٔــلُوْا مَآ اَنْفَقْتُمْ وَلْيَسْــَٔـلُوْا مَآ اَنْفَقُوْا ۭ ذٰلِكُمْ حُكْمُ اللّٰهِ ۭ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝10 وَاِنْ فَاتَكُمْ شَيْءٌ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ اِلَى الْكُفَّارِ فَعَاقَبْتُمْ فَاٰتُوا الَّذِيْنَ ذَهَبَتْ اَزْوَاجُهُمْ مِّثْلَ مَآ اَنْفَقُوْا ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ۝11

اے ایمان والو! جب تمہارے پاس مسلمان عورتیں ہجرت کر کے آئیں تو تم ان کا امتحان لے لیا کرو، دراصل ان کے ایمان کو بخوبی جاننے والا تو اللہ ہی ہے لیکن اگر وہ تمہیں ایماندار معلوم ہوں تو انہیں کافروں کی طرف واپس نہ کرو، یہ ان کیلئے حلال نہیں اور نہ وہ ان کے لئے حلال ہیں، جو خرچ ان کافروں کا ہوا ہو وہ انہیں ادا کر دو۔ ان عورتوں کو ان کے مہر دے کر ان سے نکاح کر لینے میں تم پر کوئی گناہ نہیں، کافر عورتوں کی ناموس اپنے قبضے میں نہ رکھو اور جو کچھ تم نے خرچ کیا ہو مانگ لو اور جو کچھ ان کافروں نے خرچ کیا ہو وہ بھی مانگ لیں، یہ اللہ کا فیصلہ ہے جو وہ تمہارے درمیان کر رہا ہے اللہ تعالیٰ بڑے علم اور کامل حکمت والا ہے ○ اور اگر تمہاری کوئی بیوی تمہارے ہاتھ سے نکل جائے اور کافروں کے پاس چلی جائے پھر تمہیں اس کے بدلے کا وقت مل جائے تو جن کی بیویاں چلی گئی ہیں انہیں ان کے اخراجات کے برابر ادا کرو، اور اس اللہ سے ڈرتے رہو جس پر تم ایمان رکھتے ہو ○

صلح حدیبیہ کا ایک پہلو: سورۂ فتح کی تفسیر میں صلح حدیبیہ کا واقعہ مفصل بیان ہو چکا ہے، اس صلح کے موقعہ پر رسول اللہ ﷺ اور کفار قریش کے درمیان جو شرائط ہوئی تھیں ان میں ایک یہ بھی تھی کہ جو کافر مسلمان ہو کر حضور ﷺ کے پاس چلا جائے آپ اسے اہل مکہ کو واپس کر دیں، لیکن قرآن کریم نے ان میں سے ان عورتوں کو مخصوص کر دیا کہ جو عورت ایمان قبول کر کے آئے اور فی الواقع ہو بھی وہ سچی ایماندار تو مسلمان اسے کافروں کو واپس نہ دیں، حدیث شریف کی تخصیص قرآن کریم سے ہونے کی یہ ایک بہترین مثال ہے کہ اور بعض سلف کے نزدیک یہ آیت اس حدیث کی ناسخ ہے۔ اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ حضرت ام کلثوم بنت عقبہ بن ابو معیط رضی اللہ عنہا مسلمان ہو کر

(1) [سورۃ المائدہ: آیت ۵۱]

ہجرت کر کے مدینہ چلی آئیں' ان کے دونوں بھائی عمارہ اور ولید ان کو واپس لینے کیلئے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے کہا سنا پس یہ آیت امتحان نازل ہوئی اور مومنہ عورتوں کو واپس لوٹانے سے ممانعت کر دی گئی [1] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال ہوتا ہے کہ حضور ان عورتوں کا امتحان کس طرح لیتے تھے؟ فرمایا اس طرح کہ اللہ کی قسم کھا کر سچ سچ کہے کہ وہ اپنے خاوند کی ناچاقی کی وجہ سے نہیں چلی آئی صرف آب وہوا اور زمین کی تبدیلی کرنے کیلئے بطور سیر و سیاحت نہیں آئی کسی دنیا طلبی کیلئے نہیں آئی بلکہ صرف اللہ کی اور اس کے رسول ﷺ کی محبت میں اسلام کی خاطر ترک وطن کیا ہے اور کوئی غرض نہیں' قسم دے کر ان سوالات کا کرنا اور خوب آزما لینا یہ کام حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے سپرد تھا [2] اور روایت میں ہے کہ امتحان اس طرح ہوتا تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے معبود برحق اور لاشریک ہونے کی گواہی دیں اور آنحضرت ﷺ کے اللہ کے بندے اور اس کے بھیجے ہوئے رسول ہونے کی شہادت دیں' اگر آزمائش میں کسی غرض دنیوی کا پتہ چل جاتا تو انہیں واپس لوٹا دینے کا حکم تھا۔ مثلاً یہ معلوم ہو جائے کہ میاں بیوی کی ان بن کی وجہ سے یا کسی شخص کی محبت میں چلی آئی ہے وغیرہ' اس آیت کے اس جملہ سے اگر تمہیں معلوم ہو جائے کہ یہ باایمان عورت ہے تو پھر اسے کافروں کی طرف مت لوٹاؤ' ثابت ہوتا ہے کہ ایمان پر بھی یقینی طور پر مطلع ہو جانا ممکن امر ہے۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ مسلمان عورتیں کافروں پر اور کافر مرد مسلمان عورتوں پر حلال نہیں' اس آیت نے اس رشتہ کو حرام کر دیا ورنہ اس سے پہلے مومنہ عورتوں کا نکاح کافر مردوں سے جائز تھا' جیسے کہ نبی ﷺ کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح ابو العاص بن ربیع سے ہوا تھا حالانکہ یہ اس وقت کافر تھے اور بنت رسول ﷺ مسلمہ تھیں' بدر کی لڑائی میں یہ بھی کافروں کے ساتھ تھے اور جو کافر زندہ پکڑے گئے تھے ان میں یہ بھی گرفتار ہو کر آئے تھے حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے اپنی والدہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا ہار ان کے فدیئے میں بھیجا تھا کہ یہ آزاد ہو کر آجائیں جسے دیکھ کر آنحضرت ﷺ پر بڑی رقت طاری ہوئی اور آپ نے مسلمانوں سے فرمایا اگر تم میری بیٹی کے قیدی کو چھوڑ دینا پسند کرتے ہو تو اسے رہا کر دو' مسلمانوں نے بخوشی بغیر فدیہ کے انہیں چھوڑ دینا منظور کیا چنانچہ حضور ﷺ نے انہیں رہا کر دیا اور فرمادیا کہ آپ کی صاحبزادی کو آپ کے پاس مدینہ میں بھیج دیں انہوں نے منظور کر لیا اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھیج بھی دیا [3] یہ واقعہ ۲ ہجری کا ہے' حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے مدینہ میں ہی اقامت فرمائی اور یونہی بیٹھی رہیں یہاں تک کہ ۸ ہجری میں ان کے خاوند حضرت ابو العاص رضی اللہ عنہ کو اللہ نے توفیق اسلام دی اور وہ مسلمان ہو گئے تو حضور ﷺ نے پھر اسی اگلے نکاح پر بغیر نئے مہر کے اپنی صاحبزادی کو ان کے پاس رخصت کر دیا [4] اور روایت میں ہے کہ دو سال کے بعد حضرت

---

[1] [ضعیف : مجمع الزوائد (۱۱٤۱۳)] اس میں عبدالعزیز بن عمران راوی ضعیف ہے۔]

[2] [ضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (۳۳۹۵۷)] اس میں قیس بن ربیع راوی ضعیف ہے۔]

[3] [حسن : ابوداؤد : کتاب الجهاد : باب فی فداء الاسیر بالمال (۲٦۹۲) مسند احمد (۲۷٦/٦) مستدرك حاکم (۲۳/۳)] شیخ البانیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔[صحیح ابوداود]

[4] [دلائل النبوة للبیهقی (۱۵٤/۳)]

ابوالعاص رضی اللہ عنہ مسلمان ہو گئے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی پہلے نکاح پر حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو لوٹا دیا تھا یہی صحیح حدیث ہے [1] اس لئے کہ مسلمان عورتوں کے مشرک مردوں پر حرام ہونے کے دو سال بعد یہ مسلمان ہو گئے تھے' ایک اور روایت میں ہے کہ ان کے اسلام کے بعد نئے سرے سے نکاح ہوا اور نیا مہر باندھا [2] امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت یزید رحمہ اللہ نے فرمایا ہے پہلی روایت کے راوی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ہیں اور وہ روایت ازروئے اسناد کے بہت اعلیٰ ہے اور دوسری روایت کے راوی حضرت عمرو بن شعیب رحمہ اللہ ہیں اور عمل اسی پر ہے' لیکن یاد رہے کہ عمرو بن شعیب رحمہ اللہ والی روایت کے ایک راوی حجاج بن ارطاۃ کو حضرت امام احمد رحمہ اللہ وغیرہ ضعیف بتاتے ہیں' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما والی حدیث کا جواب جمہور یہ دیتے ہیں کہ یہ شخصی واقعہ ہے ممکن ہے کہ ان کی عدت ختم ہی نہ ہوئی ہو' اکثر حضرات کا مذہب یہ ہے کہ اس صورت میں جب عورت نے عدت کے دن پورے کر لئے اور اب تک اس کا کافر خاوند مسلمان نہیں ہوا تو وہ نکاح فسخ ہو جاتا ہے' ہاں بعض حضرات کا مذہب یہ بھی ہے کہ عدت پوری کر لینے کے بعد عورت کو اختیار ہے اگر چاہے اپنے اس نکاح کو باقی رکھے اگر چاہے فسخ کر کے دوسرا نکاح کر لے اور اسی پر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما والی روایت کو محمول کرتے ہیں۔ پھر حکم ہوتا ہے کہ ان مہاجر عورتوں کے کافر خاوندوں کو ان کے خرچ اخراجات جو ہوئے ہیں وہ ادا کر دو جیسے کہ مہر۔ پھر فرمان ہے کہ اب انہیں ان کے مہر دے کر ان سے نکاح کر لینے میں تم پر کوئی حرج نہیں' عدت کا گزر جانا ولی کا مقرر کرنا وغیرہ جو امور نکاح میں ضروری ہیں ان کی شرائط کو پورا کر کے ان مہاجرہ عورتوں سے نکاح کرنا چاہے کر سکتا ہے۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ تم پر بھی اے مسلمانو ان عورتوں کا اپنے نکاح میں باقی رکھنا حرام ہے جو کافرہ ہیں' اسی طرح کافرہ عورتوں سے نکاح کرنا بھی حرام ہے اس کے حکم نازل ہوتے ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فوراً اپنی دو کافرہ بیویوں کو طلاق دے دی جن میں سے ایک نے تو معاویہ بن سفیان سے نکاح کر لیا اور دوسری نے صفوان بن امیہ سے [3] حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کافروں سے صلح کی اور ابھی تو آپ حدیبیہ کے نیچے کے حصے میں ہی تھے کہ یہ آیت نازل ہوئی اور مسلمانوں سے کہہ دیا گیا کہ جو عورت مہاجرہ آئے اس کا با ایمان ہونا اور خلوص نیت سے ہجرت کرنا بھی معلوم ہو جائے تو اس کے کافر خاوندوں کو ان کے دیئے ہوئے مہر واپس کر دو اسی طرح کافروں کو بھی یہ حکم سنا دیا گیا' اس حکم کی وجہ سے وہ عہد

---

[1] [صحیح : ترمذی : کتاب النکاح : باب ما جآء فی الزوجین المشرکین یسلم احدھما (۱۱۴۳) ابوداؤد : کتاب الطلاق : باب الی متی ترد علیہ المراۃ اذا اسلم بعدھا (۲۲۴۰) ابن ماجہ : کتاب النکاح : باب الزوجین یسلم احدھما قبل الاخر (۲۰۰۹)] شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ابوداود ، صحیح ترمذی ، ارواء الغلیل (۱۹۲۱)]

[2] [ضعیف : مسند احمد (۲۰۸/۲) ابن ماجہ (۲۰۱۰) ترمذی (۱۱۴۲)] شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے ضعیف کہا ہے۔[ضعیف ترمذی] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس نے نقل فرمایا ہے کہ امام احمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔]

[3] [صحیح : مسند احمد (۳۲۸/۴) صحیح بخاری : کتاب الشروط : باب الشروط فی الجهاد فی المصالحة مع اهل الحرب (۲۷۳۱) ابوداؤد : کتاب الجهاد (۲۷۶۵)]

نامہ تھا جو ابھی ابھی مرتب ہوا تھا۔ حضرت الفاروق رضی اللہ عنہ نے اپنی جن دو کافرہ بیویوں کو طلاق دے دی ان میں سے پہلی کا نام قریبہ تھا یہ ابوامیہ بن مغیرہ کی لڑکی تھی اور دوسری کا نام ام کلثوم تھا جو عمرو بن حرول خزاعی کی لڑکی تھی حضرت عبیداللہ رضی اللہ عنہ کی والدہ یہی تھیں اس سے ابوجہم بن حذیفہ بن غانم خزاعی نے نکاح کر لیا یہ بھی مشرک تھا' اسی طرح اس حکم کے ماتحت حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ نے اپنی کافرہ بیوی اروی بنت ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب کو طلاق دے دی اس سے خالد بن سعید بن عاص نے نکاح کر لیا۔ پھر ارشاد ہوتا ہے تمہاری بیویوں پر جو تم نے خرچ کیا ہے اسے کافروں سے لے لو جبکہ وہ ان میں چلی جائیں اور کافروں کی عورتیں جو مسلمان ہو کر تم میں آ جائیں انہیں تم ان کا کیا ہوا خرچ دے دو۔ صلح کے بارے میں اور عورتوں کے بارے میں اللہ کا فیصلہ بیان ہو چکا جو اس نے اپنی مخلوق میں کر دیا اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی تمام تر مصلحتوں سے باخبر ہے' اور اس کا حکم حکمت سے خالی نہیں ہوتا اس لئے کہ علی الاطلاق حکیم وہی ہے۔ اس کے بعد کی آیت ﴿وَاِنْ فَاتَكُمْ﴾ الخ' کا مطلب حضرت قتادہ رحمہ اللہ یہ بیان فرماتے ہیں کہ جن کفار سے تمہارا عہد و پیمان صلح وصفائی نہیں' اگر کوئی عورت کسی مسلمان کے گھر سے جا کر ان میں جا ملے تو ظاہر ہے کہ وہ اس کے خاوند کا کیا ہوا خرچ نہیں دیں گے تو اس کے بدلے تمہیں بھی اجازت دی جاتی ہے کہ اگر ان میں سے کوئی عورت مسلمان ہو کر تم میں چلی آئے تو تم بھی اس کے خاوند کو کچھ نہ دو جب تک وہ نہ دیں۔ حضرت زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں مسلمانوں نے تو اللہ کے اس حکم کی تکمیل کی اور کافروں کی جو عورتیں مسلمان ہو کر ہجرت کر کے آئیں ان کے لئے ہوئے مہر ان کے خاوندوں کو واپس کئے لیکن مشرکوں نے اس حکم کے ماننے سے انکار کر دیا اس پر یہ آیت اتری اور مسلمانوں کو اجازت دی گئی کہ اگر تم میں سے کوئی عورت ان کے ہاں چلی گئی ہے اور انہوں نے تمہاری خرچ کی ہوئی رقم ادا نہیں کی تو جب ان میں سے کوئی عورت تمہارے ہاں آ جائے تو تم اپنا وہ خرچ نکال کر باقی اگر بچے تو دے دو ورنہ معاملہ ختم ہوا' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کا یہ مطلب مروی ہے کہ اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم دیا جاتا ہے کہ جو مسلمان عورت کافروں میں جا ملے اور کافر اس کے خاوند کو اس کا کیا ہوا خرچ ادا نہ کریں تو مال غنیمت میں سے آپ اس مسلمان کو بقدر اس کے خرچ کے دے دیں' پس "فَعَاقَبْتُمْ" کے معنی یہ ہوئے کہ پھر تمہیں قریش یا کسی اور جماعت کفار سے مال غنیمت ہاتھ لگے تو ان مردوں کو جن کی عورتیں کافروں میں چلی گئی ہیں ان کا کیا ہوا خرچ ادا کر دو' یعنی مہر مثل' ان اقوال میں کوئی تضاد نہیں اور خلاف نہیں۔ مطلب یہ ہے کہ پہلی صورت اگر ناممکن ہو تو وہ سہی ورنہ مال غنیمت میں سے اسے حق دے دیا جائے دونوں باتوں میں اختیار ہے اور حکم میں وسعت ہے' حضرت امام ابن جریر رحمہ اللہ اس تطبیق کو پسند فرماتے ہیں۔ فالحمد للہ۔

يَاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ يُبَايِعْنَكَ عَلٰٓى اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْـًٔا وَّلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِيْنَ وَلَا يَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَاْتِيْنَ بِبُهْتَانٍ يَّفْتَرِيْنَهٗ بَيْنَ اَيْدِيْهِنَّ وَاَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِيْنَكَ فِيْ مَعْرُوْفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲﴾

اے پیغمبر! جب مسلمان عورتیں تجھ سے ان باتوں میں بیعت کرنے کو آئیں کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گی چوری نہ کریں گی زنا کاری نہ کریں گی اور اپنی اولادوں کو نہ مار ڈالیں گی اور کوئی ایسا بہتان نہیں باندھیں گی جو خود اپنے ہاتھوں پیروں سے گھڑ لیا اور کسی امر شرعی میں تیری بے حکمی نہ کریں گی تو تو ان سے بیعت کرلیا کر اور ان کیلئے اللہ سے بخشش طلب کر بے شک اللہ بخشش اور معاف کرنے والا ہے ○

خواتین کے لیے بیعت: صحیح بخاری شریف میں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہے جو مسلمان عورتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہجرت کر کے آتی تھیں ان کا امتحان اسی آیت سے ہوتا تھا جو عورت ان تمام باتوں کا اقرار کرلیتی اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم زبانی فرمادیتے کہ میں نے تم سے بیعت کی یہ نہیں کہ آپ ان کے ہاتھ سے ہاتھ ملاتے ہوں اللہ کی قسم آپ نے کبھی بیعت کرتے ہوئے کسی عورت کے ہاتھ کو ہاتھ نہیں لگایا صرف زبانی فرمادیتے کہ ان باتوں پر میں نے تیری بیعت لی [1] ترمذی' نسائی ابن ماجہ' مسند احمد وغیرہ میں ہے کہ حضرت امیمہ بنت رقیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کئی ایک عورتوں کے ساتھ میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کرنے کیلئے حاضر ہوئی تو قرآن کی اس آیت کے مطابق آپ نے ہم سے عہد و پیمان لیا اور ہم بھلی باتوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی نہ کریں گی کے اس اقرار کے وقت فرمایا یہ بھی کہہ لو کہ جہاں تک تمہاری طاقت ہے' ہم نے کہا اللہ کو اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارا خیال ہم سے بہت زیادہ ہے اور ان کی مہربانی بھی ہم پر خود ہماری مہربانی سے بڑھ چڑھ کر ہے پھر ہم نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ ہم سے مصافحہ نہیں کرتے؟ فرمایا نہیں میں غیر عورتوں سے مصافحہ نہیں کیا کرتا میرا ایک عورت سے کہہ دینا سو عورتوں کی بیعت کے کافی ہے بس بیعت ہو چکی' امام ترمذی رحمہ اللہ اس حدیث کو حسن صحیح کہتے ہیں' مسند احمد میں اتنی زیادتی اور بھی ہے کہ ہم میں سے کسی عورت کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مصافحہ نہیں کیا [2] یہ حضرت امیمہ رضی اللہ عنہا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی بہن اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی خالہ ہیں' مسند احمد میں حضرت سلمٰی بنت قیس رضی اللہ عنہا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خالہ تھیں اور دونوں قبلوں کی طرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز ادا کی تھی جو بنو عدی بن نجار کے قبیلہ میں سے تھیں فرماتی ہیں انصار کی عورتوں کے ساتھ خدمت نبوی میں بیعت کرنے کیلئے میں بھی آئی تھی اور اس آیت میں جن باتوں کا ذکر ہے ان کا ہم نے اقرار کیا آپ نے فرمایا اس بات کا بھی اقرار کرو کہ اپنے خاوندوں کی خیانت اور ان کے ساتھ دھوکہ نہ کرو گی ہم نے اس کا بھی اقرار کیا بیعت کی اور جانے لگیں پھر مجھے خیال آیا اور ایک اور عورت کو میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا کہ وہ دریافت کرلیں کہ خیانت و دھوکہ نہ کرنے سے آپ کا کیا مطلب ہے؟

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب التفسیر : باب اذا جاء کم المومنت مهاجرات (٤٨٩١) صحیح مسلم : کتاب الامارة : باب کیفیة بیعة النسآء (١٨٦٦)]

[2] [صحیح : ترمذی : کتاب السیر : باب ما جاء فی بیعة النسآء (١٥٩٧) ابن ماجه : کتاب الجهاد : باب بیعة النسآء (٢٨٧٤) مسنداحمد (٦/ ٢٠٧)] امام ترمذیؒ نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔ شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔ [صحیح ترمذی]

آپ نے فرمایا یہ کہ اس کا مال چپکے سے کسی اور کو نہ دو۔ [1] مسند کی حدیث میں ہے حضرت عائشہ بنت قدامہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں اپنی والدہ رایطہ بنت سفیان نزاعیہ کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کرنے والیوں میں تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان باتوں پر بیعت لے رہے تھے اور عورتیں اس کا اقرار کرتی تھیں میری والدہ کے فرمان سے میں نے بھی اقرار کیا اور بیعت والیوں میں شامل ہوئی۔ [2]

صحیح بخاری شریف میں حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ ہم نے ان باتوں پر اور اس امر پر کہ ہم کسی مردے پر نوحہ نہ کریں گی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی اس اثناء میں ایک عورت نے اپنا ہاتھ سمیٹ لیا اور کہا میں نوحہ کرنے سے باز رہنے پر بیعت نہیں کرتی اس لئے کہ فلاں عورت نے میرے فلاں مردے پر نوحہ کرنے میں میری مدد کی ہے تو میں اس کا بدلہ ضرور اتاروں گی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسے سن کر خاموش ہو رہے اور کچھ نہ فرمایا وہ چلی گئیں لیکن پھر تھوڑی ہی دیر میں واپس آئیں اور بیعت کر لی، مسلم شریف میں بھی یہ حدیث ہے اور اتنی زیادتی بھی ہے کہ اس شرط کو صرف اس عورت نے اور حضرت ام سلیم بنت ملحان رضی اللہ عنہا نے ہی پورا کیا [3] بخاری کی اور روایت میں ہے کہ پانچ عورتوں نے اس عہد کو پورا کیا' ام سلیم' ام علا' ابوسبرہ کی بیٹی جو حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی بیوی تھیں اور دو عورتیں اور یا ابوسبرہ کی بیٹی اور حضرت معاذ کی بیوی اور ایک اور عورت اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم عید والے دن بھی عورتوں سے اس بیعت کا معاہدہ لیا کرتے تھے [4] بخاری میں ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رمضان کی عید کی نماز میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اور ابوبکر عمر عثمان رضی اللہ عنہم کے ساتھ پڑھی ہے سب کے سب خطبے سے پہلے نماز پڑھتے تھے' پھر نماز کے بعد خطبہ کہتے تھے ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم خطبے سے اترے گویا وہ نقشہ میری نگاہ کے سامنے ہے کہ لوگوں کو بٹھایا جاتا تھا اور آپ ان کے درمیان سے تشریف لا رہے تھے یہاں تک کہ عورتوں کے پاس آئے آپ کے ساتھ حضرت بلال رضی اللہ عنہ تھے یہاں پہنچ کر آپ نے اسی آیت کی تلاوت کی پھر آپ نے دریافت کیا کہ تم اپنے اس اقرار پر ثابت ہو ایک عورت نے کھڑے ہو کر جواب دیا ہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم! اس پر مضبوطی کے ساتھ قائم ہیں کسی اور نے جواب نہیں دیا' راوی حدیث حضرت حسن رحمہ اللہ کو یہ معلوم نہیں کہ یہ جواب دینے والی کونسی عورت تھیں' پھر آپ نے فرمایا اچھا خیرات کرو اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اپنا کپڑا اپھیلا دیا چنانچہ عورتوں نے اس پر بے نگینہ کی

---

[1] [اسنادہ ضعیف: مسند احمد (٦/٣٧٩)] شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔[الموسوعة الحدیثیة (٢٧١٣٣)]

[2] [صحیح لغیرہ وھذا اسناد ضعیف: مسنداحمد (٦/٣٦٥)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ یہ روایت صحیح لغیرہ ہے البتہ یہ سند ضعیف ہے۔[الموسوعة الحدیثیة (٢٧٠٦٢)]

[3] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب التفسیر: باب اذا جاء کم المؤمنات یبایعنك (٤٨٩٢) صحیح مسلم: کتاب الجنائز: باب التشدید فی النیاحة (٩٣٦)]

[4] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الجنائز: باب ما ینھی من النوح والبکاء والزجر عن ذلك (١٣٠٦)]

اور نگینہ دار انگوٹھیاں راہ للہ ڈال دیں [1] مسند احمد کی روایت میں حضرت امیمہ رضی اللہ عنہا کی بیعت کے ذکر میں آیت کے علاوہ اتنا اور بھی ہے کہ نوحہ نہ کرنا اور جاہلیت کے زمانہ کی طرح اپنا بناؤ سنگھار غیر مردوں کو نہ دکھانا [2] بخاری ومسلم کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مردوں سے بھی ایک مجلس میں فرمایا کہ مجھ سے ان باتوں پر بیعت کرو' جو اس آیت میں ہیں جو شخص اس بیعت کو نبھادے اس کا اجر اللہ کے ذمے ہے اور جو اس کے خلاف کر گزرے اور وہ مسلم حکومت سے پوشیدہ رہے اور اس کا حساب اللہ کے پاس ہے اگر چاہے بخش دے اور چاہے عذاب کرے [3] حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ عقبہ اولیٰ میں ہم بارہ شخصوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی اور انہی باتوں پر جو اس آیت میں مذکور ہیں آپ نے ہم سے بیعت لی اور فرمایا اگر تم اس پر پورے اترے تو یقیناً تمہارے لئے جنت ہے' یہ واقعہ جہاد کی فرضیت سے پہلے کا ہے' ابن جریر کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ عورتوں سے کہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم سے اس بات پر بیعت لیتے ہیں کہ تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو ان بیعت کیلئے آنے والیوں میں حضرت ہندہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں جو عقبہ بن ربیعہ کی بیٹی اور حضرت سفیان رضی اللہ عنہ کی بیوی تھیں یہی تھیں جنہوں نے اپنے کفر کے زمانہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا پیٹ چیر دیا تھا اس وجہ سے یہ ان عورتوں میں ایسی حالت سے آئی تھیں کہ کوئی انہیں پہچان نہ سکے اس نے جب فرمان سنا تو کہنے لگی میں کچھ کہنا چاہتی ہوں لیکن اگر بولوں گی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پہچان لیں گے اور اگر پہچان لیں گے تو میرے قتل کا حکم دے دیں گے میں اسی وجہ سے اس طرح آئی ہوں کہ پہچانی نہ جاؤں مگر اور عورتیں سب خاموش رہیں اور ان کی بات اپنی زبان سے کہنے سے انکار کر دیا' آخر ان ہی کو کہنا پڑا کہ یہ ٹھیک ہے جب شرک کی ممانعت مردوں کو ہے تو عورتوں کو کیوں نہ ہو گی؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف دیکھا لیکن آپ نے کچھ نہ فرمایا پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا ان سے کہہ دو کہ دوسری بات یہ ہے کہ یہ چوری نہ کریں اس پر ہندہ رضی اللہ عنہا نے کہا میں ابو سفیان رضی اللہ عنہ کی معمولی سی چیز کبھی کبھی لے لیا کرتی ہوں کیا یہ بھی چوری میں داخل ہے یا نہیں؟ اور میرے لئے یہ حلال بھی ہے یا نہیں؟ حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ بھی اسی مجلس میں موجود تھے' یہ سنتے ہی کہنے لگے میرے گھر میں جو کچھ بھی تو نے لیا ہو خواہ وہ خرچ میں آ گیا ہو یا اب بھی باقی ہو وہ سب میں تیرے لئے حلال کرتا ہوں اب تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف پہچان لیا کہ یہ میرے چچا حمزہ کی قاتلہ اور اس کے کلیجے کو چیرنے والی پھر اسے

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب التفسیر : باب اذا جاء کم المومنت یبایعنك (٤٨٩٥) صحیح مسلم : کتاب العیدین : باب صلاۃ العیدین (٨٨٤)]

[2] [صحیح لغیرہ : مسند احمد (١٩٦/٢)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے صحیح لغیرہ کہتے ہیں۔[الموسوعۃ الحدیثیۃ (٦٨٥٠)] شیخ احمد شاکرؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[التعلیق علی المسند] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس کی سند حسن ہے۔]

[3] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب بدء الوحی (١٨) صحیح مسلم : کتاب الحدود : باب الحدود کفارات لا ھلھا (١٧٠٩) ترمذی : کتاب الحدود (١٤٣٩) مسند احمد (٣١٤/٥)]

چبانے والی عورت ہندہ ہے' آپ انہیں پہچان کر اور ان کی یہ گفتگو سن کر اور حالت دیکھ کر مسکرا دیئے اور انہیں اپنے پاس بلایا انہوں نے آ کر حضور ﷺ کا ہاتھ تھام کر معافی مانگی آپ نے فرمایا۔ تم وہی ہندہ ہو؟ انہوں نے کہا گزشتہ گناہ اللہ تعالیٰ نے معاف فرما دیئے حضور ﷺ خاموش ہو رہے اور بیعت کے سلسلہ میں پھر لگ گئے اور فرمایا تیسری بات یہ ہے کہ ان عورتوں میں سے کوئی بدکاری نہ کرے' اس پر حضرت ہندہ رضی اللہ عنہا نے کہا کیا کوئی آزاد عورت بھی بدکاری کرتی ہے؟ آپ نے فرمایا ٹھیک ہے اللہ کی قسم آزاد عورتیں اس برے کام سے ہرگز آلودہ نہیں ہوتیں' آپ نے فرمایا پھر چوتھی بات یہ ہے کہ اپنی اولاد کو قتل نہ کریں ہندہ رضی اللہ عنہا نے کہا آپ نے انہیں بدر کے دن قتل کیا ہے آپ جانیں اور وہ' آپ نے فرمایا پانچویں بات یہ ہے کہ خود اپنی ہی طرف سے جوڑ کر بے سر پیر کا کوئی خاص بہتان نہ تراش لیں اور چھٹی بات یہ ہے کہ میری شرعی باتوں میں میری نافرمانی نہ کریں' اور ساتواں عہد آپ نے ان سے یہ بھی لیا کہ وہ نوحہ نہ کریں اہل جاہلیت اپنے کسی کے مرجانے پر کپڑے پھاڑ ڈالتے تھے منہ نوچ لیتے تھے بال کٹوا دیتے تھے اور ہائے وائے کیا کرتے تھے (1) یہ اثر غریب ہے۔ اور اس کے بعض حصے میں نکارت بھی ہے اس لئے کہ ابوسفیان رضی اللہ عنہ اور ان کی بیوی ہندہ رضی اللہ عنہا کے اسلام کے وقت انہیں حضور ﷺ کی طرف سے کوئی اندیشہ نہ تھا بلکہ اس سے بھی آپ نے صفائی اور محبت کا اظہار کر دیا تھا' واللہ اعلم۔ ایک اور روایت میں ہے کہ فتح مکہ والے دن بیعت والی یہ آیت نازل ہوئی' نبی ﷺ نے صفا پر مردوں سے بیعت لی' اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عورتوں سے بیعت لی اس میں اتنا اور بھی ہے کہ اولاد کے قتل کی ممانعت سن کر حضرت ہندہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ ہم نے تو انہیں چھٹپنے سے پال پوس کر بڑا کیا لیکن ان بڑوں کو تم نے قتل کیا اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ مارے ہنسی کے لوٹ لوٹ گئے' ابن ابی حاتم کی روایت میں ہے کہ جب ہندہ رضی اللہ عنہا بیعت کرنے آئیں تو ان کے ہاتھ مردوں کی طرح سفید تھے آپ نے فرمایا جاؤ ان کا رنگ بدلو چنانچہ وہ مہندی لگا کر حاضر ہوئیں' ان کے ہاتھ میں دو سونے کے کڑے تھے انہوں نے کہا ان کی نسبت کیا حکم؟ فرمایا جہنم کے دو انگارے ہیں (2) (یہ حکم اس وقت ہے جب ان کی زکوٰۃ نہ ادا کی جائے) اس بیعت کے لینے کے وقت آپ کے ہاتھ میں ایک کپڑا تھا' جب اولادوں کے قتل کی ممانعت پر ان سے عہد لیا گیا تو ایک عورت نے کہا ان کے باپ دادوں کو تو قتل کیا اور ان کی اولاد کی وصیت ہمیں ہو رہی ہے' یہ شروع شروع میں صورت بیعت کی تھی لیکن پھر اس کے بعد آپ نے یہ دستور کر رکھا تھا کہ جب بیعت کرنے کیلئے عورتیں جمع ہو جاتیں تو آپ یہ سب باتیں ان پر پیش فرماتے وہ ان کا اقرار کرتیں اور واپس لوٹ جاتیں' پس فرمان اللہ ہے کہ جو عورت ان امور پر بیعت کرنے کیلئے آئے تو اس سے بیعت کر لے کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا' غیر لوگوں کے مال نہ چرانا' ہاں اس عورت کو جس کا خاوند اپنی طاقت کے مطابق کھانے پینے' پہننے اوڑھنے کو نہ دیتا ہو جائز ہے

---

(1) [**ضعیف** : تفسیر ابن جریر الطبری (۳۴۰۱۳)] اس کی سند میں عطیہ عوفی ضعیف ہے۔]

(2) [**ضعیف** : مسند ابو یعلی (۱۹۴/۸) ابو داود (۴۱۶۵)] امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ اس میں ایسے راوی ہیں جنہیں میں نہیں جانتا۔ [مجمع الزوائد (۴۰/۶)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ابو داود (۸۹۴)]

کہ اپنے خاوند کے مال سے مطابق دستور اور بقدر اپنی حاجت کے لے گو اس کے خاوند کو علم ہو نہ ہو اس کی دلیل حضرت ہندہ والی حدیث ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ میرے خاوند ابو سفیان رضی اللہ عنہ بخیل آدمی ہیں وہ مجھے اتنا خرچ نہیں دیتے جو مجھے اور میری اولادوں کو کافی ہو سکے تو کیا میں ان کی بے خبری میں ان کے مال میں سے لے لوں تو مجھے جائز ہے؟ آپ نے فرمایا بطریق معروف اس کے مال سے اتنا لے لے جو تجھے اور تیرے بال بچوں کو کفایت کرے (بخاری و مسلم) [1] اور زنا کاری نہ کریں، جیسے اور جگہ ہے ﴿وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَا إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَسَاءَ سَبِيلًا﴾ [2] زنا کے قریب نہ جاؤ وہ بے حیائی ہے اور بری راہ ہے، حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ والی حدیث میں زنا کی سزا اور دردناک عذاب جہنم بیان کیا گیا ہے [3] مسند احمد میں ہے کہ حضرت فاطمہ بنت عقبہ رضی اللہ عنہا جب بیعت کیلئے آئیں اور اس آیت کی تلاوت ان کے سامنے کی گئی تو انہوں نے شرم سے اپنا ہاتھ اپنے سر پر رکھ لیا آپ کو ان کی یہ حیا اچھی معلوم ہوئی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا انہی شرطوں پر ہم سب نے بیعت کی ہے یہ سن کر انہوں نے بھی بیعت کر لی [4] حضور ﷺ کی بیعت کے طریقے اوپر بیان ہو چکے ہیں، اولاد کو قتل نہ کرنے کا حکم عام ہے، پیدا شدہ اولاد کو مار ڈالنا بھی اسی ممانعت میں ہے جیسے کہ جاہلیت کے زمانے والے اس خوف سے کرتے تھے کہ انہیں کہاں سے کھلائیں گے پلائیں گے، اور حمل کا گرا دینا بھی اسی ممانعت میں ہے خواہ اس طرح ہو کہ ایسے علاج کئے جائیں جس سے حمل ٹھہرے ہی نہیں یا ٹھہرے ہوئے حمل کو کسی طرح گرا دیا جائے۔ بری غرض وغیرہ سے، بہتان نہ باندھنے کا ایک مطلب تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ بیان فرمایا ہے کہ دوسرے کی اولاد کو اپنے خاوند کے سر چپکا دینا، ابوداؤد کی حدیث میں ہے کہ ملاعنہ کی آیت کے نازل ہونے کے وقت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو عورت کسی قوم میں اسے داخل کرے جو اس قوم کا نہیں وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کسی گنتی شمار میں نہیں اور جو شخص اپنی اولاد سے انکار کر جائے حالانکہ وہ اس کے سامنے موجود ہو اللہ تعالیٰ اس سے آڑ لے گا اور تمام اگلوں پچھلوں کے سامنے رسوا و ذلیل کرے گا [5] حضور ﷺ کی نافرمانی نہ کریں آپ کے احکام بجا لائیں اور آپ کے منع کئے ہوئے کاموں سے رک جایا کریں، یہ شرط یعنی معروف ہونے کی عورتوں کیلئے اللہ

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب البیوع: باب من أجری امر الامصار علی ما یتعارفون بینھم (۲۲۱۱) صحیح مسلم: کتاب الاقضیة: باب قضیة ھند (۱۷۱٤)]

[2] [سورة بنی اسرائیل: آیت ۳۲]

[3] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب التعبیر: باب تعبیر الرؤیا بعد صلاة الصبح (۷۰٤۷)]

[4] [صحیح: مسند احمد (٦/۱۵۱)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس کی سند صحیح ہے۔]

[5] [ضعیف: ابو داؤد: کتاب الطلاق باب التغلیظ فی الانتفاء (۲۲٦۳) نسائی: کتاب الطلاق: باب التغلیظ فی الانتفاء (۳۵۱۱)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔[ضعیف ابوداود (٤۹۷)] اس کی سند میں عبداللہ بن یونس راوی مجہول ہے۔]

تعالیٰ نے لگادی ہے' حضرت میمون رحمہ اللہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی اطاعت بھی فقط معروف میں رکھی ہے اور معروف ہی طاعت ہے' حضرت ابن زید رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں دیکھ لو کہ بہترین خلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری کا حکم بھی معروف میں ہی ہے' اس بیعت والے دن آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں سے نوحہ نہ کرنے کا اقرار بھی لیا تھا جیسے حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں پہلے گزر چکا ہے' حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہم سے ذکر کیا گیا ہے۔ اس بیعت میں یہ بھی تھا کہ عورتیں غیر محرموں سے بات چیت نہ کریں' اس پر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ ہم گھر موجود نہیں ہوتے اور مہمان آجاتے ہیں آپ نے فرمایا میری مراد ان سے بات چیت کرنے کی ممانعت سے نہیں میں ان سے کام کی بات کرنے سے نہیں روکتا (ابن جریر) [1] ابن ابی حاتم میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بیعت کے موقعہ پر عورتوں کو نامحرم مردوں سے باتیں کرنے سے منع فرمایا [2] اور فرمایا بعض لوگ وہ بھی ہوتے ہیں کہ پرائی عورتوں سے باتیں کرنے میں ہی مزہ لیا کرتے ہیں یہاں تک کہ مذی نکل جاتی ہے' اوپر حدیث بیان ہو چکی ہے کہ نوحہ نہ کرنے کی شرط پر ایک عورت نے کہا فلاں قبیلے کی عورتوں نے میرا ساتھ دیا ہے تو ان کے نوحے میں میں بھی ان کا ساتھ دے کر بدلہ ضرور اتاروں گی چنانچہ وہ گئیں بدلہ اتارا پھر آ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی۔ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا جن کا نام ان عورتوں میں ہے جنہوں نے نوحہ نہ کرنے کی بیعت کو پورا کیا یہ ملحان کی بیٹی اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی والدہ ہیں [3] اور روایت میں ہے کہ جس عورت نے بدلے کے نوحے کی اجازت مانگی تھی خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اجازت دی تھی یہی وہ معروف ہے جس میں نافرمانی منع ہے' بیعت کرنے والی عورتوں میں سے ایک کا بیان ہے کہ معروف میں ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی نہ کریں اس سے مطلب یہ ہے کہ مصیبت کے وقت منہ نہ نوچیں بال نہ منڈوائیں کپڑے نہ پھاڑیں ہائے وائے نہ کریں [4] ابن جریر میں حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ہاں مدینہ میں تشریف لائے تو ایک دن آپ نے حکم دیا کہ سب انصاریہ عورتیں فلاں گھر میں جمع ہوں پھر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو وہاں بھیجا آپ دروازے پر کھڑے ہوگئے اور سلام کیا ہم نے آپ کے سلام کا جواب دیا پھر فرمایا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قاصد ہوں ہم نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی مرحبا ہو اور آپ کے قاصد کو بھی' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے حکم ہوا ہے کہ میں تمہیں حکم کروں کہ تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک نہ کرنے پر چوری اور زناکاری سے بچنے پر بیعت کرو ہم نے کہا سب حاضر ہیں اور اقرار کرتی ہیں چنانچہ آپ نے وہیں باہر کھڑے کھڑے اپنا ہاتھ اندر کی طرف بڑھا دیا اور ہم نے اپنے ہاتھ اندر سے اندر ہی اندر بڑھا دیئے' پھر آپ نے فرمایا اے لوگو! گواہ رہو۔

---

[1] [مرسل : تفسیر ابن جریر الطبری (٣٤٠١٤)]

[2] [ضعیف : ابن ابی حاتم] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس کی سند منقطع ہے۔]

[3] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب التفسیر : باب اذا جاء لك المومنت یبا یعنك (٤٨٩٢)]

[4] [شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس کے راویوں کی توثیق کی گئی ہے۔]

پھر حکم ہوا کہ دونوں عیدوں میں ہم اپنی حائضہ عورتوں اور جوان لڑکیوں کو لے جایا کریں' ہم پر جمعہ فرض نہیں' ہمیں جنازوں کے ساتھ نہ جانا چاہیے۔ حضرت اسماعیل راوی حدیث فرماتے ہیں میں نے اپنی دادی صاحبہ حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ عورتیں معروف میں حضور ﷺ کی نافرمانی نہ کریں اس سے کیا مطلب ہے؟ فرمایا یہ کہ نوحہ نہ کریں' [1] بخاری و مسلم میں ہے کہ جو کوئی مصیبت کے وقت اپنے کلوں پر تھپڑ مارے دامن چاک کرے اور جاہلیت کے وقت کی ہائی دہائی مچائے وہ ہم میں سے نہیں [2] اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ اس سے بری ہیں جو گلا پھاڑ پھاڑ کر ہائے وائے کرے بال نوچے یا منڈوائے اور کپڑے پھاڑے یا دامن چیرے۔ [3] ابو یعلی میں ہے کہ میری امت میں چار کام جاہلیت کے ہیں جنہیں وہ نہ چھوڑیں گے حسب و نسب پر فخر کرنا انسان کو اس کے نسب کا طعنہ دینا ستاروں سے بارش طلب کرنا اور میت پر نوحہ کرنا' اور فرمایا کہ نوحہ کرنے والی عورت اگر بغیر توبہ کئے مر جائے تو اسے قیامت کے دن گندھک کا پیراہن پہنایا جائے گا اور کھجلی کی چادر اوڑھائی جائے گی۔ [4] ابو داؤد میں ہے رسول اللہ ﷺ نے نوحہ کرنے والیوں پر اور نوحے کو کان لگا کر سننے والیوں پر لعنت فرمائی [5] ابن جریر کی ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ معروف میں نافرمانی نہ کرنے سے مراد نوحہ نہ کرنا ہے' یہ حدیث ترمذی کی کتاب التفسیر میں بھی ہے۔ اور امام ترمذی رحمہ اللہ اسے حسن غریب کہتے ہیں۔ [6]

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ قَدْ یَىٕسُوْا مِنَ الْاٰخِرَةِ كَمَا یَىٕسَ الْكُفَّارُ مِنْ اَصْحٰبِ الْقُبُوْرِ ﴿۱۳﴾

اے مسلمانو! تم اس قوم سے دوستی نہ رکھو جن پر اللہ کا غضب نازل ہو چکا ہے جو آخرت سے اس طرح مایوس ہو چکے ہیں

---

[1] [ضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (۳۴۰۲۹)] اس میں اسحاق بن ادریس راوی ضعیف ہے۔]

[2] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الجنائز : باب لیس منا من شق الجیوب (۱۲۹۴) صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب تحریم ضرب الخدود وشق الجیوب (۱۰۳) ترمذی : کتاب الجنائز : باب ما جاء فی النهی عن ضرب الخدود (۹۹۹) نسائی : کتاب الجنائز : باب شق الجیوب (۱۸۶۵) ابن ماجه : کتاب الجنائز : باب ما جاء فی النهی عن ضرب الخدود (۱۵۸۴) مسند احمد (۱/۴۳۲)]

[3] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب تحریم ضرب الخدود (۱۰۴) صحیح بخاری : کتاب الجنائز : باب ما ینهی من الحلق عند المصیبة (۱۲۹۶) نسائی : کتاب الجنائز : باب الحلق (۱۸۶۴) ابن ماجه : کتاب الجنائز : باب ما جاء فی النهی عن ضرب الخدود (۱۵۸۶)]

[4] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الجنائز : باب التشدید فی النیاحة (۹۳۴) ابن ماجه : کتاب الجنائز : باب فی النهی عن النیاحة (۱۵۸۱) مسند ابو یعلی (۱۵۷۷) مسند احمد (۵/۴۳)]

[5] [ضعیف الاسناد : ابو داؤد : کتاب الجنائز : باب فی النوح (۳۱۲۸) مسند احمد (۳/۶۵)] شیخ البانی ؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ابو داود] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں حسن بن عطیہ اور عطیہ عوفی دونوں ضعیف ہیں۔]

[6] [حسن : ابن ماجه : کتاب الجنائز : باب فی النهی عن النیاحة (۱۵۷۹)] شیخ البانی ؒ نے اسے حسن کہا ہے۔ [صحیح ابن ماجه]

کفار سے دوستی کی ممانعت: اس سورت کی ابتدا میں حکم تھا وہی انتہا میں بیان ہو رہا ہے کہ یہود و نصاریٰ اور دیگر کفار سے جن پر اللہ کا غضب اور اس کی لعنت اتر چکی ہے اور اللہ کی رحمت اور اس کی شفاعت سے دور ہو چکے ہیں تم ان سے دوستانہ اور میل ملاپ نہ رکھو وہ آخرت کے ثواب سے اور وہاں کی نعمتوں سے نا امید ہو چکے ہیں جیسے قبروں والے کافر' اس پچھلے جملے کے دو معنی کئے گئے ہیں ایک تو یہ کہ جیسے زندہ کافر اپنے مردہ کافروں کے دوبارہ زندہ ہونے سے مایوس ہو چکے ہیں' دوسرے یہ کہ جس طرح مردہ کافر ہر بھلائی سے نا امید ہو چکے ہیں وہ مرکر آخرت کے احوال دیکھ چکے اور اب انہیں کسی قسم کی بھلائی کی توقع نہیں رہی۔
الحمدللہ سورہ الممتحنہ کی تفسیر ختم ہوئی۔

تفسیر سورۃ الصف

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم صحابہ رضی اللہ عنہم ایک دن بیٹھے بیٹھے آپس میں یہ تذکرے کر رہے تھے کہ کوئی جائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ دریافت کرے کہ اللہ کو سب سے محبوب عمل کونسا ہے؟ مگر ابھی کوئی کھڑا بھی نہ ہوا تھا کہ ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قاصد پہنچا اور ہم میں سے ایک ایک کو بلا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گیا جب ہم جمع ہو گئے تو آپ نے اس پوری سورت کی تلاوت کی (مسند احمد) [1] اس میں ذکر ہے کہ جہاد سب سے زیادہ محبوب الٰہی ہے۔ ابن ابی حاتم کی اس حدیث میں ہے کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرتے ہوئے ڈرے اور اس میں یہ بھی ہے کہ جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری سورت پڑھ کر سنائی تھی اسی طرح اور روایت بیان کرنے والے صحابی نے تابعی کو پڑھ کر سنائی اور تابعی نے اپنے شاگرد کو اور اس نے اپنے شاگرد کو اسی طرح آخر تک اور روایت میں ہے کہ ہم نے کہا تھا اگر ہمیں ایسے عمل کی خبر ہو جائے تو ہم ضرور اس پر عامل ہو جائیں [2] مجھ سے میرے استاد شیخ مسند ابو العباس احمد بن ابو طالب حجاز نے بھی اپنی سند سے یہ حدیث بیان کی ہے اور اس میں بھی مسلسل ہر استاد کا اپنے شاگرد کو یہ سورت پڑھ کر سنانا مروی ہے یہاں تک کہ میرے استاد نے بھی اپنے استاد سے اسے سنا ہے لیکن چونکہ وہ خود امی تھے اور اسے یاد کرنے کا انہیں وقت نہیں ملا انہوں نے مجھے پڑھ کر نہیں سنائی' لیکن الحمدللہ میرے دوسرے استاد حافظ کبیر ابو عبداللہ محمد بن احمد بن عثمان رحمہ اللہ نے اپنی سند سے یہ حدیث مجھے پڑھاتے وقت یہ سورت بھی پوری پڑھ کر سنائی۔

---

[1] [صحیح : مسند احمد (۵/۴۵۲)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن اس روایت کو صحیح کہتے ہیں۔]

[2] [صحیح : ترمذی : کتاب تفسیر القرآن : باب ومن سورۃ الصف (۳۳۰۹)] شیخ البانی ؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ترمذی]

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سَبَّحَ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الۡاَرۡضِ ۚ وَ ہُوَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ ﴿۱﴾ یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لِمَ تَقُوۡلُوۡنَ مَا لَا تَفۡعَلُوۡنَ ﴿۲﴾ کَبُرَ مَقۡتًا عِنۡدَ اللّٰہِ اَنۡ تَقُوۡلُوۡا مَا لَا تَفۡعَلُوۡنَ ﴿۳﴾ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الَّذِیۡنَ یُقَاتِلُوۡنَ فِیۡ سَبِیۡلِہٖ صَفًّا کَاَنَّہُمۡ بُنۡیَانٌ مَّرۡصُوۡصٌ ﴿۴﴾

زمین وآسمان کی ہر ہر چیز اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتی ہے' اور وہی غالب حکمت والا ہے ○ اے مسلمانو! تم وہ کیوں بات کہو؟ جو نہ کرو ○ تم جو نہ کرو اس کا کہنا اللہ تعالیٰ کو سخت ناپسند ہے ○ بیشک اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو دوست رکھتا ہے جو اس کی راہ میں صف بستہ جہاد کرتے ہیں گویا کہ وہ سیسہ پلائی ہوئی عمارت ہیں ○

دوسروں کو کہنا اور خود نہ کرنا بہت بڑا گناہ: پہلی آیت کی تفسیر کئی بار گزر چکی ہے اب پھر اس کا اعادہ کرنے کی ضرورت نہیں۔ پھر ان لوگوں کا ذکر ہوتا ہے جو کہیں اور نہ کریں' وعدہ کریں اور وفا نہ کریں' بعض علماء سلف نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ وعدہ کا پورا کرنا مطلقاً واجب ہے جس سے وعدہ کیا ہے خواہ وہ تاکید کرے یا نہ کرے' ان کی دلیل بخاری ومسلم کی یہ حدیث بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا منافق کی تین عادتیں ہوتی ہیں (۱) جب وعدہ کرے خلاف کرے (۲) جب بات کرے جھوٹ بولے (۳) جب امانت دیا جائے خیانت کرے [1] دوسری صحیح حدیث میں ہے چار باتیں جس میں ہوں وہ خالص منافق ہے اور جس میں ان چار میں سے ایک ہو اس میں ایک خصلت نفاق کی ہے جب تک اسے نہ چھوڑے۔ ان میں ایک عادت وعدہ خلافی کی ہے [2] شرح صحیح بخاری کی ابتدا میں ہم نے ان دونوں احادیث کی پوری شرح کر دی ہے۔ فالحمد للہ۔ اسی لئے یہاں بھی اس کی تاکید میں فرمایا گیا اللہ تعالیٰ کو یہ بات سخت ناپسند ہے کہ تم وہ کہو جو خود نہ کرو' مسند احمد اور ابوداؤد میں حضرت عبداللہ بن عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ہمارے پاس رسول اللہ ﷺ آئے میں اس وقت چھوٹا بچہ تھا کھیل کود کیلئے جانے لگا تو میری والدہ نے مجھے آواز دے کر کہا ادھر آ کچھ دوں آنحضرت ﷺ نے فرمایا کچھ دینا بھی چاہتی ہو؟ میری والدہ نے کہا ہاں کھجوریں دوں گی آپ نے فرمایا پھر تو خیر ورنہ یاد رکھو نہ دینے کا ارادہ ہوتا اور یوں کہتیں تو تم پر ایک جھوٹ لکھا جاتا [3] حضرت امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب وعدے کے ساتھ وعدہ پورا کرنے کی تاکید کا تعلق

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الایمان : باب علامات المنافق (۳۳) صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب خصال المنافق (۵۹) ترمذی : کتاب الایمان (۲۶۳۳) مسند احمد (۲/۳۵۷)]

[2] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الایمان : باب علامة المنافق (۳۴) صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب خصال المنافق (۵۸) نسائی : کتاب الایمان : باب علامة المنافق (۵۰۲۳) ابوداؤد : کتاب السنة: باب الدلیل علی زیادة الایمان ونقصانه (۴۶۸۸) مسند احمد (۲/۱۸۹)]

[3] [صحیح بالشواهد : مسند احمد (۳/۴۴۷) ابوداؤد : کتاب الادب : باب التشدید فی الکذب (۴۹۹۱)] شیخ البانیؒ نے شواہد کی بنا پر اسے صحیح کہا ہے۔ [السلسلة الصحیحة (۷۴۸)]

ہوتو اس وعدے کو وفا کرنا واجب ہو جاتا ہے' مثلاً کسی شخص نے کسی سے کہہ دیا کہ تو نکاح کر لے اور اتنا اتنا ہر روز میں تجھے دیتا رہوں گا اس نے نکاح کرلیا تو جب نکاح باقی ہے اس شخص پر واجب ہے کہ اسے اپنے وعدے کے مطابق اسے دیتا رہے اس لئے اس آدمی کے حق کا تعلق ثابت ہو گیا جس پر اس سے باز پرس سختی کے ساتھ ہو سکتی ہے' جمہور کا مذہب یہ ہے کہ ایفاءِ عہد مطلق واجب ہی نہیں' اس آیت کا جواب وہ یہ دیتے ہیں کہ جب لوگوں نے جہاد کی فرضیت کی خواہش کی اور فرض ہو گیا تو اب بعض لوگ دبکنے لگے جس پر یہ آیت اتری' جیسے اور جگہ ہے ﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ قِيْلَ لَهُمْ كُفُّوْٓا اَيْدِيَكُمْ﴾ [1] الخ' یعنی کیا تو نے انہیں نہ دیکھا جن سے کہا گیا تم اپنے ہاتھ روکے رکھو اور نماز وزکوٰۃ کا خیال رکھو۔ پھر جب ان پر جہاد فرض کیا گیا تو ان میں ایسے لوگ بھی نکل آئے جو لوگوں سے اس طرح ڈرنے لگے جیسے اللہ سے ڈرتے ہیں بلکہ اس سے بھی بہت زیادہ۔ کہنے لگے پروردگار! تو نے ہم پر جہاد کیوں فرض کر دیا؟ کیوں ہمیں ایک وقت مقرر تک اس حکم کو مؤخر نہ کیا جو قریب ہی تو ہے۔ تو کہہ دے کہ اسباب دنیا تو بہت ہی کم ہیں ہاں پرہیزگاروں کیلئے آخرت بہترین چیز ہے۔ تم پر کچھ بھی ظلم نہ کیا جائے گا تم کہیں بھی ہو تمہیں موت ڈھونڈ نکالے گی گو تم مضبوط محلوں میں ہو' اور جگہ ہے ﴿وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَوْلَا نُزِّلَتْ سُوْرَةٌ﴾ [2] الخ یعنی مسلمان کہتے ہیں کیوں کوئی سورت نہیں اتاری جاتی؟ پھر جب کوئی محکم سورت اتاری جاتی ہے اور اس میں لڑائی کا ذکر ہوتا ہے تو تو دیکھے گا کہ بیمار دل والے تیری طرف اس طرح دیکھیں گے جیسے وہ دیکھتا ہے جس پر موت کی بیہوشی ہو' اسی طرح کی یہ آیت بھی ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ بعض مومنوں نے جہاد کی فرضیت سے پہلے کہا کہ کیا ہی اچھا ہوتا اللہ تعالیٰ ہمیں وہ عمل بتاتا جو اسے سب سے زیادہ پسند ہوتا تاکہ ہم اس پر عامل ہوتے پس اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو خبر کی کہ سب سے زیادہ پسندیدہ عمل میرے نزدیک ایمان ہے جو شک وشبہ سے پاک ہو اور بے ایمانوں سے جہاد کرنا ہے تو بعض مسلمانوں پر گراں گزرا جس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری کہ وہ باتیں زبان سے کیوں نکالتے ہو جنہیں کرتے نہیں' امام ابن جریر رحمہ اللہ اسی کو پسند فرماتے ہیں' حضرت مقاتل بن حیان رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مسلمانوں نے کہا اگر ہمیں معلوم ہو جاتا کہ کس عمل کو اللہ تعالیٰ بہت پسند فرماتا ہے تو ہم ضرور وہ عمل بجا لاتے اس پر اللہ عزوجل نے وہ عمل بتایا کہ میری راہ میں صفیں باندھ کر مضبوطی کے ساتھ جم کر جہاد کرنے والوں کو میں بہت پسند فرماتا ہوں پھر احد والے دن ان کی آزمائش ہو گئی اور لوگ پیٹھ پھیر کر بھاگ کھڑے ہوئے جس پر یہ فرمان عالیشان اترا کہ کیوں وہ کہتے ہو جو کر نہیں دکھاتے؟ بعض حضرات فرماتے ہیں یہ ان کے بارے میں نازل ہوئی ہے کہ جو کہیں کہ ہم نے جہاد کیا اور حالانکہ جہاد نہ کیا ہو منہ سے کہیں کہ ہم زخمی ہوئے اور نہ زخمی ہوئے ہوں کہیں کہ ہم پر مار پڑی اور نہ مار پڑی ہو منہ سے کہیں کہ ہم قید کئے گئے اور قید نہ کئے گئے ہوں' ابن زید رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس سے مراد منافق ہیں کہ مسلمانوں کی مدد کا وعدہ کرتے لیکن وقت پر پورا نہ کرتے' زید بن اسلم رحمہ اللہ جہاد مراد لیتے ہیں' حضرت مجاہد رحمہ اللہ

---

[1] [سورۃ النسآء: آیت ۷۷-۷۸]
[2] [سورۃ محمد: آیت ۲۰]

فرماتے ہیں ان کہنے والوں میں حضرت عبداللہ بن رواحہ انصاری رضی اللہ عنہ بھی تھے جب آیت اتری معلوم ہوا جہاد سب سے عمدہ عمل ہے تو آپ نے عہد کر لیا کہ میں تو اب سے لے کر مرتے دم تک اللہ کی راہ میں اپنے آپ کو وقف کر چکا چنانچہ اس پر قائم رہے یہاں تک کہ فی سبیل اللہ شہید ہو گئے' حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے بصرہ کے قاریوں کو ایک مرتبہ بلوایا تو تین سو قاری ان کے پاس آئے جن میں سے ہر ایک قاری قرآن تھا۔ پھر فرمایا تم اہل بصرہ کے قاری اور ان میں سے بہترین لوگ ہو سنو ہم ایک سورت پڑھتے ہیں جو مسبحات کی سورتوں کے مشابہ تھی پھر ہم اسے بھلا دیئے گئے ہاں مجھے اس میں اتنا یاد رہ گیا ﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ فَتُكْتَبُ شَهَادَةً فِي أَعْنَاقِكُمْ فَتُسْأَلُونَ عَنْهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ﴾ یعنی اے ایمان والو! وہ کیوں کہو جو نہ کرو پھر وہ لکھا جائے اور تمہاری گردنوں میں بطور گواہ کے لٹکا دیا جائے پھر قیامت کے دن اس کی بابت باز پرس ہو۔ پھر فرمایا اللہ تعالیٰ کے محبوب وہ لوگ ہیں جو صفیں باندھ کر دشمنان اللہ کے مقابلے میں ڈٹ جاتے ہیں تاکہ اللہ کا بول بالا ہو اسلام کی حفاظت ہو اور دین کا غلبہ ہو' مسند احمد میں تین قسم کے لوگوں کی تین حالتیں ہیں جنہیں دیکھ کر اللہ تبارک و تعالیٰ خوش ہوتا ہے اور ہنس دیتا ہے رات کو اٹھ کر تہجد پڑھنے والے' نماز کیلئے صفیں باندھنے والے' میدان جنگ میں صف بندی کرنے والے' [1] ابن ابی حاتم میں ہے حضرت مطرف رحمہ اللہ فرماتے ہیں مجھے بروایت حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ ایک حدیث پہنچی تھی میرے جی میں تھا کہ خود حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مل کر یہ حدیث سامنے سن لوں چنانچہ ایک مرتبہ جا کر آپ سے ملاقات کی اور واقعہ بیان کیا آپ نے خوشنودی کا اظہار فرما کر کہا وہ حدیث کیا ہے؟ میں نے کہا یہ کہ اللہ تعالیٰ تین شخصوں کو دشمن جانتا ہے اور تین کو دوست رکھتا ہے فرمایا ہاں میں اپنے خلیل حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ نہیں بول سکتا فی الواقع آپ نے ہم سے یہ حدیث بیان فرمائی ہے' میں نے پوچھا وہ تین کون ہیں؟ جنہیں اللہ تعالیٰ محبوب جانتا ہے فرمایا ایک تو وہ جو اللہ کی راہ میں جہاد کرے خالص خوشنودی اللہ کی نیت سے نکلے دشمن سے جب مقابلہ ہو تو دلیرانہ جہاد کرے تم اس کی تصدیق خود کتاب اللہ میں بھی دیکھ سکتے ہو پھر آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی اور پھر پوری حدیث بیان کی [2] ابن ابی حاتم میں یہ حدیث اسی طرح ان ہی الفاظ میں اتنی ہی آئی ہے ہاں ترمذی اور نسائی میں پوری حدیث ہے اور ہم نے بھی اسے دوسری جگہ مکمل وارد کیا ہے' فالحمدللہ۔ حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ سے ابن ابی حاتم میں منقول ہے اللہ تعالیٰ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتا ہے آپ میرے بندے متوکل اور پسندیدہ ہیں بدخلق بدزبان بازاروں میں شوروغل کرنے والے نہیں برائی کا بدلہ برائی سے

---

[1] **[ضعیف :** ابن ماجہ : کتاب السنة : باب فیما انکرت الجهمیة (۲۰۰) مسند احمد (۸۰/۳)] حافظ بوصیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں مقال ہے۔ [الزوائد (۸۷/۱)] شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ابن ماجہ] اس کی سند میں مجالد بن سعید راوی ضعیف ہے۔]

[2] **[ضعیف :** مسند احمد (۱۵۳/۵) ترمذی : کتاب صفة الجنة : باب احادیث فی صفة الثلاثة یحبهم الله (۲۵۶۸) نسائی : کتاب الزکاة : باب ثواب فیمن یطعی (۲۵۷۱) صحیح ابن حبان (۳۳۴۹) مستدرك حاکم (۱۱۳/۲)] شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ترمذی]

نہیں لیتے بلکہ درگزر کر کے معاف کر دیتے ہیں۔ آپ کی جائے پیدائش مکہ ہے' جائے ہجرت طابہ ہے' ملک آپ کا شام ہے' امت آپ کی بکثرت حمد اللہ کرنے والی ہے' ہر حال میں اور ہر منزل میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کرتے رہتے ہیں۔ صبح کے وقت حمد وثنا بیان کرتے رہتے ہیں۔ صبح کے وقت ذکر اللہ میں ان کی پست آوازیں برابر سنائی دیتی ہیں جیسے شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ۔ اپنے ناخن اور مونچھیں کترتے ہیں اور اپنی تہبند اپنی آدھی پنڈلیوں تک باندھتے ہیں ان کی صفیں میدان جہاد میں ایسی ہوتی ہیں جیسی نماز میں' پھر حضرت کعب ؓ نے اسی آیت کی تلاوت کی پھر فرمایا سورج کی نگہبانی کرنے والے جہاں وقت نماز آ جائے نماز ادا کر لینے والے گو سواری پر ہوں' حضرت سعید بن جبیر ؒ فرماتے ہیں جب تک حضور ﷺ صفیں نہ بنوا لیتے دشمن سے لڑائی شروع نہیں کرتے تھے' پس صف بندی کی تعلیم مسلمانوں کو اللہ کی دی ہوئی ہے ایک دوسرے سے ملے کھڑے رہیں' ثابت قدم رہیں اور ٹلیں نہیں۔ تم نہیں دیکھتے کہ عمارت کا بنانے والا نہیں چاہتا کہ اس کی عمارت میں کہیں اونچ نیچ ہو ٹیڑھی ترچھی ہو یا سوراخ رہ جائیں اسی طرح اللہ تعالیٰ نہیں چاہتا کہ اس کے امر میں اختلاف ہو میدان جنگ میں اور بوقت نماز مسلمانوں کی صف بندی خود اس نے کی ہے پس تم اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کرو جو احکام بجا لائے گا یہ اس کیلئے عصمت اور بچاؤ ثابت ہے۔ ابو بحریہ فرماتے ہیں مسلمان گھوڑوں پر سوار ہو کر لڑنا نہیں پسند کرتے تھے انہیں تو یہ اچھا معلوم ہوتا تھا کہ زمین پر پیدل صفیں بنا کر آمنے سامنے کا مقابلہ کریں' آپ فرماتے ہیں جب تم مجھے دیکھو کہ میں نے صف میں سے ادھر ادھر توجہ کی تو تم جو چاہو ملامت کرنا اور برا بھلا کہنا۔

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ لِمَ تُؤْذُوْنَنِيْ وَقَدْ تَّعْلَمُوْنَ اَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ ۭ فَلَمَّا زَاغُوْٓا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝ وَاِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًۢا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ ۭ فَلَمَّا جَاۗءَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝

یاد کر جب کہ موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا اے میری قوم کے لوگو! تم مجھے کیوں ستا رہے ہو حالانکہ تمہیں بخوبی معلوم ہے کہ میں تمہاری جانب اللہ کا رسول ہوں' پس جب وہ لوگ ٹیڑھے ہی رہے تو اللہ نے ان کے دلوں کو اور ٹیڑھا کر دیا' اللہ تعالیٰ ایسی نافرمان قوم کو ہدایت نہیں دیتا ○ اور جب مریم کے بیٹے عیسیٰ نے کہا اے میری قوم بنی اسرائیل! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں مجھ سے پہلے کتاب تورات کی میں تصدیق کرنے والا ہوں اور اپنے بعد آنے والے ایک رسول کی میں تمہیں خوشخبری سنانے والا ہوں جن کا نام احمد ہے' پھر جب وہ ان کے پاس کھلی دلیلیں لائے تو یہ کہنے لگے یہ تو کھلا جادو ہے ○

عیسیٰ علیہ السلام کی طرف سے احمد مجتبیٰ ﷺ کی پیش گوئی: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کلیم اللہ حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا کہ تم میری رسالت کی سچائی جانتے ہو پھر کیوں میرے درپے آزار ہو رہے ہو؟ اس میں گویا

ایک طرح سے آنحضور ﷺ کو تسلی دی جاتی ہے' چنانچہ آپ بھی جب ستائے جاتے تو فرماتے اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر رحمت نازل فرمائے وہ اس سے زیادہ ستائے گئے لیکن پھر بھی صابر رہے [1] اور ساتھ اس میں مومنوں کو ادب سکھایا جا رہا ہے کہ وہ اللہ کے نبی کو ایذا نہ پہنچائیں ایسا نہ کریں جس سے آپ کا دل دکھتا ہو' چنانچہ اور جگہ ہے ﴿لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اٰذَوْا مُوْسٰى﴾ [2] الخ' ایمان والو! تم ایسے نہ ہونا جیسے موسیٰ کو ایذا دینے والے تھے اللہ تعالیٰ نے اپنے اس ذی عزت بندے کو ان کے بہتانوں سے پاک کیا' پس جبکہ یہ لوگ علم کے باوجود اتباع حق سے ہٹ گئے اور ٹیڑھے چلنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے بھی ان کے دل ہدایت سے ہٹا دیئے شک و حیرت ان میں سما گئی' جیسے اور جگہ ہے ﴿وَنُقَلِّبُ اَفْـِٕدَتَهُمْ﴾ [3] الخ' یعنی ہم ان کے دل اور آنکھیں الٹ دیں گے جس طرح یہ ہماری آیتوں پر پہلی دفعہ ایمان نہیں لائے اور ہم انہیں ان کی سرکشی کی حالت میں چھوڑ دیں گے جس میں وہ سرگرداں رہیں گے اور جگہ ہے ﴿وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ﴾ [4] الخ' جو رسول کی مخالفت کرے ہدایت ظاہر ہو جانے کے بعد اور مومنوں کے راستے کے سوا کسی دوسرے کی تابعداری کرے ہم اسے ایسی طرف متوجہ کریں گے جس طرف وہ متوجہ ہوا ہے اور بالآخر اسے ہم جہنم میں ڈال دیں گے اور وہ بہت بری جگہ ہے' یہاں بھی ارشاد ہوتا ہے اللہ تعالیٰ فاسقوں کی رہبری نہیں کرتا' پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا خطبہ بیان ہوتا ہے جو آپ نے بنی اسرائیل میں پڑھا تھا جس میں فرمایا تھا کہ توراۃ میں میری خوش خبری دی گئی تھی اور اب میں تمہیں اپنے بعد آنے والے ایک رسول کی پیش گوئی سناتا ہوں جو نبی امی عربی مکی احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں' پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام بنی اسرئیل کے نبیوں کو ختم کرنے والے ہیں اور حضرت محمد ﷺ کل انبیاء اور مرسلین کے خاتم ہیں' آپ کے بعد نہ تو کوئی نبی آئے گا نہ رسول' نبوت و رسالت سب آپ پر من کل الوجوہ ختم ہو گئی' صحیح بخاری شریف میں ایک نہایت پاکیزہ حدیث وارد ہوئی ہے جس میں ہے کہ آپ نے فرمایا میرے بہت سے نام ہیں محمد' احمد' ماحی' جس کی وجہ سے اللہ نے کفر کو مٹایا اور میں حاشر ہوں جس کے قدموں پر لوگوں کا حشر کیا جائے گا اور میں عاقب ہوں' یہ حدیث مسلم شریف میں بھی ہے [5] ابوداؤد میں ہے کہ حضور ﷺ نے ہمارے سامنے اپنے بہت سے نام بیان فرمائے جو ہمیں محفوظ رہے ان میں سے یہ چند ہیں' فرمایا میں محمد ہوں' میں احمد ہوں' میں حاشر ہوں' میں مقفی ہوں' میں نبی الرحمۃ ہوں' میں نبی التوبہ ہوں' میں نبی الملحمہ ہوں' یہ حدیث بھی صحیح مسلم میں ہے [6] قرآن کریم میں ہے ﴿اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب المغازی : باب غزوۃ الطائف (۴۳۳۵) صحیح مسلم : کتاب الزکاۃ: باب اعطاء المؤلفۃ قلوبھم (۱۰۶۲)]

[2] [الاحزاب : ۶۹]

[3] [الانعام : ۱۱۰]

[4] [النسآء : ۱۱۵]

[5] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب التفسیر : سورۃ الصف (۴۸۹۶) صحیح مسلم : کتاب الفضائل : باب فی اسمائہ (۲۳۵۴) ترمذی : کتاب الادب (۲۸۴۰) مسند احمد (۴/ ۸۰)]

[6] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الفضائل : باب فی اسمائہ (۲۳۵۵)]

﴿الرَّسُوۡلَ النَّبِیَّ الۡاُمِّیَّ الَّذِیۡ یَجِدُوۡنَهٗ مَكۡتُوۡبًا عِنۡدَهُمۡ فِی التَّوۡرٰىةِ وَالۡاِنۡجِیۡلِ﴾ [1] الخ، جو پیروی کرتے ہیں اس رسول نبی امی کی جنہیں اپنے پاس لکھا ہوا پاتے ہیں توراۃ میں بھی اور انجیل میں بھی، اور جگہ فرمان ہے ﴿وَاِذۡ اَخَذَ اللّٰهُ مِیۡثَاقَ النَّبِیّٖنَ﴾ [2] الخ، اللہ تعالیٰ نے جب نبیوں سے عہد لیا کہ جب کبھی میں تمہیں کتاب وحکمت دوں پھر تمہارے پاس میرا رسول آئے جو اسے سچ کہتا ہو جو تمہارے ساتھ ہے تو تم اس پر ضرور ایمان لاؤ گے اور اس کی ضرور مدد کرو گے کیا تم اس کا اقرار کرتے ہو اور اس پر میرا عہد لیتے ہو؟ سب نے کہا ہمیں اقرار ہے فرمایا بس گواہ رہو میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں ہوں، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے کوئی نبی ایسا مبعوث نہیں فرمایا جس سے یہ اقرار نہ لیا ہو کہ ان کی زندگی میں اگر حضرت محمد ﷺ مبعوث کیے جائیں تو وہ آپ کی تابعداری کرے بلکہ ہر نبی سے یہ وعدہ لیا جاتا رہا کہ وہ اپنی اپنی امت سے بھی عہد لے لیں، ایک مرتبہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے دریافت کیا کہ حضور ﷺ آپ ہمیں اپنی خبر سنایئے آپ نے فرمایا میں اپنے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہوں اور عیسیٰ علیہ السلام کی خوشخبری ہوں میری والدہ کا جب پاؤں بھاری ہوا تو خواب میں دیکھا کہ گویا ان میں سے ایک نور نکلا ہے جس سے شام کے شہر بصریٰ کے محلات چمک اٹھے (ابن اسحاق) [3] اس کی سند عمدہ ہے اور دوسری سندوں سے اس کے شواہد بھی ہیں، مسند احمد میں ہے میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک خاتم الانبیاء تھا درآنحالیکہ حضرت آدم مٹی میں گندھے ہوئے تھے۔ میں تمہیں اس کی ابتدا سناؤں۔ میں اپنے والد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت اور اپنی ماں کا خواب ہوں۔ انبیاء کی والدہ اسی طرح خواب دکھائی جاتی ہیں [4] مسند احمد میں اور سند سے بھی اسی کے قریب روایت مروی ہے [5] مسند احمد کی اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں نجاشی بادشاہ حبشہ کے ہاں بھیج دیا تھا ہم تقریباً اسی (۸۰) آدمی تھے۔ ہم میں حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت جعفر، حضرت عبداللہ بن رواحہ، حضرت عثمان بن مظعون، حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہم وغیرہ بھی تھے۔ ہمارے یہاں پہنچنے پر قریش نے یہ خبر پا کر ہمارے پیچھے اپنی طرف سے بادشاہ کے پاس دو سفیر بھیجے عمرو بن عاص اور عمارہ بن ولید ان کے ساتھ دربار شاہی کیلئے تحفے بھی بھیجے جب یہ آئے تو انہوں نے بادشاہ کے سامنے سجدہ کیا پھر دائیں بائیں گھوم کر بیٹھ گئے پھر اپنی درخواست پیش کی کہ ہمارے کنبے قبیلے کے چند لوگ ہمارے دین کو چھوڑ کر ہم سے بگڑ کر آپ کے ملک میں چلے آئے ہیں ہماری قوم نے ہمیں اس لئے آپ کی خدمت میں بھیجا ہے کہ آپ انہیں ہمارے حوالے کر دیجئے، نجاشی نے پوچھا وہ کہاں ہیں؟ انہوں نے کہا یہیں اسی شہر میں ہیں حکم ہوا کہ انہیں

---

[1] [سورۃ الاعراف: آیت ۱۵۷] [2] [سورۃ آل عمران: آیت ۸۱]

[3] [تفسیر ابن جریر الطبری (۲۰۷۵) مستدرک حاکم (۲/۶۰۰)] امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔]

[4] [صحیح لغیرہ دون الجملۃ : مسند احمد (۴/۱۲۷)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں یہ روایت اس جملہ "وکذلك امهات النبيين ترين" کے علاوہ صحیح لغیرہ ہے۔[الموسوعۃ الحدیثیۃ (۱۷۱۵۰)]

[5] [صحیح لغیرہ : مسند احمد (۵/۲۶۲)] شیخ شعیب ارناؤوط نے اسے صحیح لغیرہ کہا ہے۔[الموسوعۃ الحدیثیۃ (۱۷۱۶۳)]

حاضر کرو چنانچہ یہ مسلمان صحابہ دربار میں آئے ان کے خطیب اس وقت حضرت جعفر رضی اللہ عنہ تھے باقی لوگ ان کے ماتحت تھے یہ جب آئے تو انہوں نے سلام تو کیا لیکن سجدہ نہ کیا درباریوں نے کہا تم بادشاہ کے سامنے سجدہ کیوں نہیں کرتے؟ جواب ملا کہ ہم اللہ کے سوا کسی اور کو سجدہ نہیں کرتے' پوچھا گیا کیوں؟ فرمایا اللہ تعالیٰ نے اپنا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہماری طرف بھیجا اور اس رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو سجدہ نہ کریں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا کہ ہم نمازیں پڑھتے رہیں زکوٰۃ ادا کرتے رہیں' اب عمرو بن عاص سے نہ رہا گیا ایسا نہ ہو کہ ان باتوں کا اثر بادشاہ پر پڑے درباریوں اور خود بادشاہ کو بھڑکانے کیلئے وہ بیچ میں بول پڑا کہ حضور ان کے اعتقاد حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے بارے میں آپ لوگوں سے بالکل مخالف ہیں' اس پر بادشاہ نے پوچھا بتاؤ تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ کے بارے میں کیا عقیدہ رکھتے ہو؟ انہوں نے کہا اس بارے میں ہمارا عقیدہ وہی ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنی پاک کتاب میں ہمیں تعلیم فرمایا کہ وہ کلمۃ اللہ ہیں روح اللہ ہیں جس روح کو اللہ تعالیٰ نے کنواری مریم بتول کی طرف القا کیا جو کنواری تھیں جنہیں کسی انسان نے ہاتھ بھی نہیں لگایا تھا نہ انہیں بچہ ہونے کا کوئی موقعہ تھا بادشاہ نے یہ سن کر زمین سے ایک تنکا اٹھایا اور کہا اے حبشہ کے لوگو اور واعظو عالمو اور درویشو ان کا اور ہمارا اس کے بارے میں عقیدہ ایک ہی ہے اللہ کی قسم ان کے اور ہمارے عقیدہ میں اس تنکے جتنا بھی فرق نہیں۔ اے جماعت مہاجرین! تمہیں مرحبا ہو اور اس رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی مرحبا ہو جن کے پاس سے تم آئے ہو میری گواہی ہے کہ وہ اللہ کے سچے رسول ہیں یہ وہی ہیں جن کی پیش گوئی ہم نے انجیل میں پڑھی ہے اور یہ وہی ہیں جن کی بشارت ہمارے پیغمبر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دی ہے میری طرف سے تمہیں عام اجازت ہے جہاں چاہو رہو سہو اللہ کی قسم! اگر ملک کی اس جھنجٹ سے میں آزاد ہوتا تو یقیناً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتا آپ کی جوتیاں اٹھاتا آپ کی خدمت کرتا اور آپ کو وضو کراتا اتنا کہہ کر حکم دیا کہ یہ دونوں قریشی جو تحفہ لے کر آئے ہیں وہ انہیں واپس کر دیا جائے۔ ان مہاجرین کرام میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تو جلد ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے آملے جنگ بدر میں آپ نے شرکت کی۔ اس شاہ حبشہ رضی اللہ عنہ کے انتقال کی خبر جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو آپ نے ان کیلئے بخشش کی دعا مانگی۔ [1] یہ پورا واقعہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ [2]

تفسیری موضوع سے چونکہ یہ الگ چیز ہے اس لئے ہم نے اسے یہاں مختصراً وارد کر دیا مزید تفصیل سیرت کی کتابوں میں ملاحظہ ہو ہمارا مقصود یہ ہے کہ عالی جناب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بابت اگلے انبیاء کرام علیہم السلام برابر پیشین گوئیاں کرتے رہے اور اپنی امت کو اپنی کتاب میں سے آپ کی صفتیں سناتے رہے اور آپ کی اتباع و نصرت کا انہیں حکم کرتے رہے ہاں آپ کے امر کی شہرت حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی دعا کے بعد ہوئی جو تمام انبیاء کے باپ تھے اسی

---

[1] [ضعیف : مسند احمد (۱/ ٤٦١)] شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحديثية (٤٤٠٠)]

[2] [اسناده ضعيف : مسند احمد (۱/ ۲۰۱)] حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

طرح مزید شہرت کا باعث حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہوئی جس حدیث میں آپ نے سائل کے سوال پر اپنے امر نبوت کی نسبت دعاء خلیل اور نوید مسیح کی طرف کی ہے اس سے یہی مراد ہے ان دونوں کے ساتھ آپ کا اپنی والدہ محترمہ کا خواب ذکر کرنا اس لئے تھا کہ اہل مکہ میں آپ کی شروع شہرت کا باعث یہ خواب تھا اللہ تعالیٰ آپ پر بے شمار درود و رحمت بھیجے۔

پھر ارشاد ہوتا ہے کہ باوجود اس قدر شہرت اور باوجود انبیاء کی متواتر پیش گوئیوں کے بھی جب آپ روشن دلیلیں لے کر آئے تو مخالفین نے اور کافروں نے کہہ دیا کہ یہ تو صاف صاف جادو ہے۔

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُوَ يُدْعٰۤى اِلَى الْاِسْلَامِ ؕ وَاللّٰهُ لَا
يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۞ يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ ؕ وَاللّٰهُ مُتِمُّ
نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ۞ هُوَ الَّذِیْۤ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ
لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۙ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ۞

اس شخص سے زیادہ ظالم اور کون ہے؟ جو اللہ پر جھوٹ افترا باندھے حالانکہ وہ اسلام کی طرف بلایا جاتا ہے اور اللہ ایسے ظالموں کو ہدایت نہیں دیا کرتا ○ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے منہ سے بجھا دیں اور اللہ اپنے نور کو کمال تک پہنچانے والا ہے گو کافر برا مانیں ○ وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچا دین دے کر بھیجا ہے تا کہ اسے اور تمام مذاہب پر غالب کر دے اگرچہ مشرکین ناخوش ہوں ○

کفار حق کو مٹانا چاہتے ہیں: ارشاد ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ پر افترا باندھے اور اس کے شریک و سہیم مقرر کرے اس سے بڑھ کر کوئی ظالم نہیں اگر یہ شخص بے خبر ہوتا جب بھی ایک بات تھی یہاں تو یہ حالت ہے کہ وہ توحید اور اخلاص کی طرف برابر بلایا جا رہا ہے بھلا ایسے ظالموں کی قسمت میں ہدایت کہاں؟ ان کفار کی چاہت تو یہ ہے کہ حق کو باطل سے رد کر دیں ان کی مثال بالکل ایسی ہی ہے جیسے کوئی سورج کی شعاع کو اپنے منہ کی پھونک سے بے نور کرنا چاہے جس طرح اس کے منہ کی پھونک سے سورج کی روشنی کا جاتا رہنا محال ہے۔ اسی طرح یہ بھی محال ہے کہ اللہ کا دین ان کفار سے رد ہو جائے اللہ تعالیٰ فیصلہ کر چکا ہے کہ وہ اپنے نور کو پورا کر کے ہی رہے گا کافر برا مانیں تو مانتے رہیں۔

اس کے بعد اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنے دین کی حقانیت کو واضح فرمایا ان دونوں آیتوں کی پوری تفسیر سورۂ برات میں گزر چکی ہے۔ فالحمد للہ۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ۞ تُؤْمِنُوْنَ
بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَ تُجَاهِدُوْنَ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ
لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۞ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ
تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِیْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۞ وَاُخْرٰى
تُحِبُّوْنَهَا ؕ نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ فَتْحٌ قَرِيْبٌ ؕ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۞

اے ایمان والو! کیا میں تمہیں وہ تجارت نہ بتلاؤں جو تمہیں دردناک عذاب سے بچالے؟ ○ اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اللہ کی راہ میں اپنے مال اور اپنی جانوں سے جہاد کرو یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم میں علم ہو ○ اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ معاف فرمادے گا اور تمہیں ان جنتوں میں پہنچائے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اور صاف ستھرے گھروں میں جو جنت عدن میں ہوں گے یہی ہے بہت بڑی کامیابی ○ اور تمہیں ایک دوسری نعمت بھی دے گا جسے تم چاہتے ہو وہ اللہ کی مدد اور جلدی فتح یابی ہے ایمانداروں کو خوشخبری دے دو ○

مجاہدین کی اللہ سے تجارت: حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ والی حدیث پہلے گزر چکی ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ پوچھنا چاہا کہ سب سے زیادہ محبوب عمل اللہ تعالیٰ کو کونسا ہے؟ اس پر اللہ عزوجل نے یہ سورت نازل فرمائی، جس میں فرمارہا ہے کہ آؤ میں تمہیں ایک سراسر نفع والی تجارت بتاؤں جس میں گھاٹے کی کوئی صورت ہی نہیں جس سے مقصود حاصل اور ڈر زائل ہوجائے گا وہ یہ ہے کہ تم اللہ کی وحدانیت اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان لاؤ اپنا جان و مال اس کی راہ میں قربان کرنے پر تل جاؤ' جان لو کہ یہ دنیا کی تجارت اور اس کیلئے کدوکاوش کرنے سے بہت ہی بہتر ہے' اگر اس میری بتائی ہوئی تجارت کے تاجر تم بن گئے تو تمہاری ہر لغزش سے ہر گناہ سے میں درگزر کرلوں گا اور جنتوں کے پاکیزہ محلات میں اور بلند و بالا درجوں میں تمہیں پہنچاؤں گا' تمہارے بالا خانوں اور ان ہمیشگی والے باغات کے درختوں تلے سے صاف شفاف نہریں پوری روانی سے جاری رہیں گی' یقین مانو کہ زبردست کامیابی اور اعلیٰ مقصدوری یہی ہے' اچھا اس سے بھی زیادہ سنو تم جو ہمیشہ دشمنوں کے مقابلہ میں میری مدد طلب کرتے رہتے ہو اور اپنی فتح چاہتے ہو میرا وعدہ ہے کہ یہ بھی تمہیں دوں گا ادھر مقابلہ ہوا ادھر فتح ہوئی ادھر سامنے آئے ادھر فتح و نصرت نے رکاب بوسی کی اور جگہ ارشاد ہوتا ہے ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ تَنْصُرُوا اللَّهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ﴾ [1] ایمان والو! اگر تم اللہ کے دین کی مدد کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کرے گا اور تمہیں ثابت قدمی عنایت فرمائے گا' اور فرمان ہے ﴿وَلَيَنْصُرَنَّ اللَّهُ مَنْ يَنْصُرُهُ إِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ﴾ [2] یعنی یقیناً اللہ تعالیٰ اس کی مدد کرے گا جو اللہ کے دین کی مدد کرے گا بیشک اللہ تعالیٰ بڑی قوت والا اور غیر فانی عزت والا ہے' یہ مدد اور یہ فتح دنیا میں اور وہ جنت اور نعمت آخرت میں ان لوگوں کے حصہ میں ہے جو اللہ تعالیٰ کے اور اس کے رسول کی اطاعت میں لگے رہیں اور دین اللہ کی خدمت میں جان و مال سے دریغ نہ کریں اسی لئے فرمایا کہ اے نبی ان ایمان والوں کو میری طرف سے یہ خوشخبری پہنچادو۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا أَنْصَارَ اللَّهِ كَمَا قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ لِلْحَوَارِيِّينَ
مَنْ أَنْصَارِي إِلَى اللَّهِ ۖ قَالَ الْحَوَارِيُّونَ نَحْنُ أَنْصَارُ اللَّهِ ۖ فَآمَنَتْ طَائِفَةٌ مِنْ بَنِي
إِسْرَائِيلَ وَكَفَرَتْ طَائِفَةٌ ۖ فَأَيَّدْنَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَىٰ عَدُوِّهِمْ فَأَصْبَحُوا
ظَاهِرِينَ ﴿١٤﴾ ع

ع ۲

[1] [سورۃ محمد: آیت ۷] [2] [سورۃ الحج: آیت ۴۰]

اے ایمان والو! تم اللہ تعالیٰ کے مددگار بن جاؤ جس طرح حضرت مریم (علیہا السلام) کے بیٹے حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) نے حواریوں سے فرمایا کہ کون ہے جو اللہ کی راہ میں میرا مددگار رہے؟ حواریوں نے کہا ہم اللہ کی راہ کے مددگار ہیں پس بنی اسرائیل میں سے ایک جماعت تو ایمان لائی اور ایک جماعت نے کفر کیا' ہم نے مومنوں کی ان کے دشمنوں کے مقابلہ پر تائید کی پس وہ غالب آ گئے ○

عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ ساتھی: اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنے مومن بندوں کو حکم دیتا ہے کہ وہ ہر آن اور ہر لحظہ ہر جان مال عزت آبرو قول فعل حرکت سے دل اور زبان سے اللہ کی اور اس کے رسول کی تمام تر باتوں کی تعمیل میں رہیں' پھر مثال دیتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تابعداروں کو دیکھو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آواز پر فوراً لبیک پکار اٹھے اور ان کے اس کہنے پر کہ کوئی ہے جو اللہ کی باتوں میں میری امداد کرے انہوں نے بلاغور علی الفور کہہ دیا کہ ہم سب آپ کے ساتھی ہیں' اور دین اللہ کی امداد میں آپ کے تابع ہیں' چنانچہ روح اللہ علیہ صلوات اللہ نے اسرائیلیوں اور یونانیوں میں انہیں مبلغ بنا کر شام کے شہروں میں بھیجا' حج کے دنوں میں سرور رسل صلی اللہ علیہ وسلم بھی فرمایا کرتے تھے کہ کوئی ہے جو مجھے جگہ دے تا کہ میں اللہ کی رسالت کو پہنچا دوں قریش تو مجھے رب کا پیغام پہنچانے سے روک رہے ہیں [1] چنانچہ اہل مدینہ کے قبیلے اوس وخزرج کو اللہ تعالیٰ نے یہ سعادت ابدی بخشی انہوں نے آپ سے بیعت کی آپ کی باتیں قبول کیں' اور مضبوط عہد و پیمان کئے کہ اگر آپ ہمارے ہاں آ جائیں تو پھر سرخ و سیاہ کی طاقت نہیں جو آپ کو دکھ پہنچائے ہم آپ کی طرف سے جانیں لڑا دیں گے اور آپ پر کوئی آنچ نہ آنے دیں گے' پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھیوں کو لے کر ہجرت کر کے ان کے ہاں آ گئے تو فی الواقع انہوں نے اپنے کہے کو پورا کر دکھایا اور اپنی زبان کی پاسداری کی اسی لئے انصار کے معزز لقب سے ممتاز ہوئے اور یہ لقب گویا ان کا امتیازی نام بن گیا اللہ ان سے خوش ہوا اور انہیں بھی راضی کرے آمین! جبکہ حواریوں کو لے کر آپ دین اللہ کی تبلیغ کیلئے کھڑے ہوئے تو بنی اسرائیل کے کچھ لوگ تو راہ راست پر آ گئے اور کچھ نہ آئے بلکہ آپ کو اور آپ کی والدہ ماجدہ طاہرہ کو بدترین برائی کی طرف منسوب کیا ان یہودیوں پر اللہ کی پھٹکار پڑی اور ہمیشہ کیلئے راندہ درگاہ بن گئے' پھر ماننے والوں میں سے بھی ایک جماعت ماننے میں ہی حد سے گزر گئی اور انہیں ان کے درجہ سے بہت بڑھا دیا' پھر اس گروہ میں بھی کئی گروہ ہو گئے' بعض تو کہنے لگے کہ سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بیٹے ہیں بعض نے کہا تین میں سے تیسرے ہیں یعنی باپ بیٹا اور روح القدس اور بعض نے تو آپ کو اللہ ہی مان لیا' ان سب کا ذکر سورۂ نساء میں مفصل ملاحظہ ہو' سچے ایمان والوں کی جناب باری نے آخر الزمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے تائید کی ان کے دشمن نصرانیوں پر انہیں غالب کر دیا' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جب اللہ کا ارادہ ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو

---

[1] [صحیح: مسند احمد (٣/٣٢٢) دلائل النبوۃ للبیہقی (٢/٤٤٢) مستدرك حاكم (٢/٦٢٤) صحيح ابن حبان (٦٢٧٤) ابوداود (٤٧٣٤) ترمذی (٢٩٢٦) ابن ماجه (٢٠١)] امام حاکمؒ، امام ذہبیؒ اور امام ابن حبانؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس کی سند صحیح ہے۔ حافظ ابن حجرؒ نے اسے حسن کہا ہے۔ [فتح الباری (٧/٦٣)]

آسمان پر چڑھا لے آپ نہادھوکر اپنے اصحاب کے پاس آئے سر سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے یہ بارہ (۱۲) صحابہ تھے جو ایک گھر میں بیٹھے ہوئے تھے آتے ہی فرمایا تم میں وہ بھی ہیں جو مجھ پر ایمان لا چکے ہیں لیکن پھر میرے ساتھ کفر کریں گے اور ایک دو دفعہ نہیں بلکہ بارہ بارہ مرتبہ' پھر فرمایا تم میں سے کون اس بات پر آمادہ ہے کہ اس پر میری مشابہت ڈالی جائے اور وہ میرے بدلے قتل کیا جائے اور جنت میں میرے درجے میں میرا ساتھی بنے' ایک نوجوان جوان سب میں کم عمر تھا' اٹھ کھڑا ہوا اور اپنے آپ کو پیش کیا' آپ نے فرمایا تم بیٹھ جاؤ' پھر وہی بات کہی اب کی مرتبہ بھی کم عمر نوجوان صحابی کھڑے ہوئے' حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اب کی مرتبہ بھی انہیں بٹھا دیا' پھر تیسری مرتبہ یہی سوال کیا' اب کی مرتبہ بھی یہی نوجوان کھڑے ہوئے آپ نے فرمایا بہت بہتر' اسی وقت ان کی شکل وصورت بالکل حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسی ہوگئی اور خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسی گھر کے ایک روزن سے آسمان کی طرف اٹھا لئے گئے۔ اب یہودیوں کی فوج آئی اور انہوں نے اس نوجوان کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سمجھ کر گرفتار کرلیا اور قتل کر دیا اور سولی پر چڑھا دیا' اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیشین گوئی کے مطابق ان باقی گیارہ (۱۱) لوگوں میں سے بعض نے بارہ بارہ مرتبہ کفر کیا' حالانکہ وہ اس سے پہلے ایماندار تھے' پھر بنی اسرائیل کے ماننے والے گروہ کے تین فرقے ہوگئے' ایک فرقے نے تو کہا خود اللہ ہمارے درمیان بصورت مسیح تھا' جب تک چاہا رہا پھر آسمان پر چڑھ گیا' انہیں یعقوبیہ کہا جاتا ہے' ایک فرقے نے کہا ہم میں اللہ کا بیٹا تھا جب تک اللہ نے چاہا اسے ہم میں رکھا اور جب چاہا اپنی طرف چڑھا لیا' انہیں نسطوریہ کہا جاتا ہے' تیسری جماعت حق پر قائم رہی ان کا عقیدہ ہے کہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہم میں تھے' جب تک اللہ کا ارادہ رہا آپ ہم میں موجود رہے پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف اٹھا لیا' یہ جماعت مسلمانوں کی ہے۔ پھر ان دونوں کافر جماعتوں کی طاقت بڑھ گئی اور انہوں نے ان تمام مسلمانوں کو مار پیٹ کر قتل وغارت کرنا شروع کیا اور یہ دبے بھی رہے اور مغلوب بھی رہے یہاں تک کہ اللہ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا' پس بنی اسرائیل کی وہ مسلمان جماعت آپ پر بھی ایمان لائی اور ان کافر جماعتوں نے آپ سے بھی کفر کیا' ان ایمان والوں کی اللہ تعالیٰ نے مدد کی اور انہیں ان کے دشمنوں پر غالب کر دیا' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا غالب آجانا اور دین اسلام کا تمام ادیان کو مغلوب کر دینا ہی غالب آنا اور اپنے دشمنوں پر فتح پانا ہے۔ ملاحظہ ہو تفسیر ابن جریر اور سنن نسائی۔ [1] پس یہ امت حق پر قائم رہ کر ہمیشہ تک غالب رہے گی یہاں تک کہ امر اللہ یعنی قیامت آجائے اور یہاں تک کہ اس امت کے آخری لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہو کر مسیح دجال سے لڑائی کریں گے جیسے کہ صحیح احادیث میں موجود ہے۔ واللہ اعلم۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے سورۂ صف کی تفسیر ختم ہوئی' فالحمد للہ۔

تفسیر سورۃ الجمعہ

صحیح مسلم شریف میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ

---

[1] [تفسیر ابن جریر الطبری (۹۲/۲۸) نسائی فی السنن الکبری (۴۸۹/۶)]

کی نماز میں سورۂ جمعہ اور سورۂ منافقون پڑھا کرتے تھے۔ [1]

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ①
هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ
الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۗ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ② وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا
يَلْحَقُوْا بِهِمْ ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ③ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ
ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ④

آسمان وزمین کی ہر ہر چیز اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتی ہے جو بادشاہ نہایت پاک صاف ہے غالب و باحکمت ہے ○ جس نے ناخواندہ لوگوں میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا جو انہیں اس کی آیتیں پڑھ سناتا اور ان کو پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب و حکمت سکھاتا ہے یقیناً یہ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے ○ اور دوسروں کیلئے بھی انہی میں سے جواب تک ان سے نہیں ملے اور وہی ہے غالب باحکمت ○ یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے اپنا فضل دے اللہ تعالیٰ بہت بڑے فضل کا مالک ہے ○

ہر چیز اللہ کی تسبیح میں مصروف: ہر بے زبان اور ناطق چیز اللہ تعالیٰ عزوجل کی پاکیزگی بیان کرتی رہتی ہے جیسے اور جگہ فرمایا کہ کوئی چیز ایسی نہیں جو اس کی تسبیح اس کی حمد کے ساتھ نہ کرتی ہو [2] تمام مخلوق خواہ آسمان کی ہو خواہ زمین کی اس کی تعریفوں اور پاکیزگیوں کے بیان میں مصروف و مشغول ہے وہ آسمان وزمین کا بادشاہ اور ان دونوں میں اپنا تصرف اور اٹل حکم جاری کرنے والا ہے وہ تمام نقصانات سے پاک اور بے عیب ہے تمام صفات کمالیہ کے ساتھ موصوف وہ عزیز وحکیم ہے۔ اس کی تفسیر کئی بار گزر چکی ہے ﴿ اُمِّيُّوْنَ ﴾ سے مراد عرب ہیں۔ جیسے اور جگہ فرمان باری ہے ﴿ وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتَابَ وَالْاُمِّيّٖنَ ءَاَسْلَمْتُمْ ﴾ [3] الخ، یعنی تو اہل کتاب اور ان پڑھ لوگوں سے کہہ دے کہ کیا تم نے اسلام قبول کیا؟ اور وہ مسلمان ہو جائیں تو وہ راہ راست پر ہیں اور اگر منہ پھیر لیں تو تجھ پر تو صرف پہنچا دینا ہے اور بندوں کی پوری دیکھ بھال کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے یہاں عرب کا ذکر کرنا اس لئے نہیں کہ غیر عرب کی نفی ہو بلکہ صرف اس لئے ہے کہ ان پر احسان و اکرام بہ نسبت دوسروں کے بہت زیادہ ہے۔

---

[1] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الجمعة : باب ما یقرء فی صلاة الجمعة (۸۷۷) ترمذی : کتاب الصلاة : ما جآء فی القراء ة فی صلوة الجمعة (۵۱۹) ابو داؤد : کتاب الصلوة : باب ما یقرء به فی الجمعة (۱۱۲۴) ابن ماجه : کتاب اقامة الصلاة والسنة فیها : باب ما جاء فی القراء ة فی الصلاة یوم الجمعة (۱۱۱۸) مسند احمد (۲/۴۲۹)]

[2] [سورۃ بنی اسرائیل : آیت ٤٤]

[3] [آل عمران : ۲۰]

جیسے اور جگہ ہے ﴿ وَاِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ ﴾ [1] یعنی یہ تیرے لئے بھی نصیحت ہے اور تیری قوم کیلئے بھی یہاں بھی قوم کی خصوصیت نہیں کیونکہ قرآن کریم سب جہان والوں کے لئے نصیحت ہے اسی طرح اور جگہ ہے ﴿ وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ﴾ [2] اپنے قرابت دار اور کنبہ والوں کو ڈرا دے' یہاں بھی یہ مطلب ہرگز نہیں کہ آپ کی تنبیہ صرف اپنے گھر والوں کے ساتھ ہی مخصوص ہے بلکہ عام ہے' ارشاد باری ہے ﴿ قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا ﴾ [3] لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔ اور جگہ فرمان ہے ﴿ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ ﴾ [4] یعنی اس کے ساتھ میں تمہیں خبردار کر دوں اور ہر اس شخص کو جسے یہ پہنچے' اسی طرح قرآن کی بابت فرمایا ﴿ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ مِنَ الْاَحْزَابِ فَالنَّارُ مَوْعِدُهٗ ﴾ [5] تمام گروہ میں سے جو بھی اس کا انکار کرے وہ جہنمی ہے' اسی طرح کی اور بھی بہت سی آیتیں ہیں' جن سے صاف ثابت ہے کہ حضور ﷺ کی بعثت روئے زمین کی طرف تھی' کل مخلوق کے آپ پیغمبر تھے' ہر سرخ و سیاہ کی طرف آپ نبی بنا کر بھیجے گئے تھے۔ ﴿ صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَسَلَامُهٗ عَلَيْهِ ﴾ سورۂ انعام کی تفسیر میں اس کا پورا بیان ہم کر چکے ہیں اور بہت سی آیات و احادیث وہاں وارد کی ہیں۔ فالحمد للہ۔ یہاں یہ فرمانا کہ ان پڑھوں یعنی عربوں میں اپنا رسول بھیجنا اس لئے ہے کہ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کی دعا کی قبولیت معلوم ہو جائے' آپ نے اہل مکہ کیلئے دعا مانگی تھی کہ اللہ تعالیٰ ان میں ایک رسول ان ہی میں سے بھیجے جو انہیں اللہ کی آیتیں پڑھ کر سنائے' انہیں پاکیزگی سکھائے اور کتاب و حکمت کی تعلیم دے' پس اللہ تعالیٰ نے آپ کی یہ دعا قبول فرمائی اور جبکہ مخلوق کو نبی اللہ کی سخت حاجت تھی سوائے چند اہل کتاب کے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سچے دین پر قائم تھے اور افراط تفریط سے الگ تھے باقی تمام دنیا دین حق کو بھلا بیٹھی تھی اور اللہ کی نامرضی کے کاموں میں مبتلا تھی اللہ تعالیٰ نے آپ کو مبعوث فرمایا' آپ نے ان ان پڑھوں کو اللہ کے کلام کی آیتیں پڑھ کر سنائیں انہیں پاکیزگی سکھائی اور کتاب و حکمت کا معلم بنا دیا حالانکہ اس سے پہلے وہ کھلی گمراہی میں تھے' سنئے عرب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین کے دعویدار تھے لیکن حالت یہ تھی کہ اصل دین کو خرد برد کر چکے تھے اس میں اس قدر تبدل تغیر کر دیا تھا کہ توحید شرک سے اور یقین شک سے بدل چکا تھا ساتھ ہی بہت سی اپنی ایجاد کردہ بدعتیں دین اللہ میں شامل کر دی تھیں' اسی طرح اہل کتاب نے بھی اپنی کتابوں کو بدل دیا تھا ان میں تحریف کر لی تھی اور متغیر کر دیا تھا ساتھ ہی معنی میں بھی الٹ پھیر کر لیا تھا' پس اللہ پاک نے حضرت محمد ﷺ کو عظیم الشان شریعت اور کامل مکمل دین دے کر دنیا والوں کی طرف بھیجا کہ اس فساد کی آپ اصلاح کریں' اہل دنیا کو اصل احکام الٰہی پہنچائیں اللہ کی مرضی اور نامرضی کے احکام لوگوں کو معلوم کرا دیں' جنت سے قریب کرنے والے عذاب سے نجات دلوانے والے تمام اعمال بتائیں' ساری مخلوق کے ہادی بنیں اصول و فروع سب سکھائیں' کوئی چھوٹی بڑی بات باقی نہ چھوڑیں' تمام تر شکوک و شبہات سب کے دور کر دیں اور ایسے دین پر لوگوں کو ڈال دیں جن میں ہر

---

[1] [الزخرف : ٤٤] [2] [الشعراء : ٢١٤] [3] [الاعراف : ١٥٨]

[4] [الانعام : ١٩] [5] [هود : ١٧]

بھلائی موجود ہو اس بلند و بالا خدمت کیلئے آپ میں وہ برتریاں اور بزرگیاں جمع کر دیں جو نہ آپ سے پہلے کسی میں تھیں نہ آپ کے بعد کسی میں ہو سکیں، اللہ تعالیٰ آپ پر ہمیشہ ہمیشہ درود و سلام نازل فرماتا رہے آمین! دوسری آیت کی تفسیر میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے صحیح بخاری شریف میں مروی ہے کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ پر سورۂ جمعہ نازل ہوئی جب آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی تو لوگوں نے پوچھا کہ ﴿اٰخَرِیۡنَ مِنۡهُمۡ﴾ سے کیا مراد ہے؟ تین مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال ہوا تب آپ نے اپنا ہاتھ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے سر پر رکھا اور فرمایا اگر ایمان ثریا ستارے کے پاس ہوتا تو بھی ان لوگوں میں سے ایک یا کئی ایک پا لیتے۔[1] اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سورت مدنی ہے اور یہ بھی ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیغمبری تمام دنیا والوں کی طرف ہے صرف عرب کیلئے مخصوص نہیں کیونکہ آپ نے اس آیت کی تفسیر میں فارس والوں کو فرمایا۔ اسی عام بعثت کی بناء پر آپ نے فارس و روم کے بادشاہوں کے نام اسلام قبول کرنے کے فرامین بھیجے۔ حضرت مجاہد رحمہ اللہ وغیرہ بھی فرماتے ہیں اس سے مراد عجمی لوگ ہیں یعنی رب کے سوا کے جو لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائیں اور آپ کی وحی کی تصدیق کریں۔ ابن ابی حاتم کی حدیث میں ہے کہ اب سے تین تین پشتوں کے بعد آنے والے میرے امتی بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے، پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت کی۔[2] وہ اللہ عزت وحکمت والا ہے، اپنی شریعت اور اپنی تقدیر میں غالب باحکمت ہے، پھر فرمان ہے یہ اللہ کا فضل ہے یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسی زبردست عظیم الشان نبوت کے ساتھ سرفراز فرمانا، اور اس امت کو اس فضل عظیم سے بہرہ ور کرنا یہ خاص اللہ کا فضل ہے، اللہ اپنا فضل جسے چاہے دے، وہ بہت بڑے فضل و کرم والا ہے۔

مَثَلُ الَّذِيۡنَ حُمِّلُوا التَّوۡرٰىةَ ثُمَّ لَمۡ يَحۡمِلُوۡهَا كَمَثَلِ الۡحِمَارِ يَحۡمِلُ اَسۡفَارًا ؕ بِئۡسَ
مَثَلُ الۡقَوۡمِ الَّذِيۡنَ كَذَّبُوۡا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهۡدِى الۡقَوۡمَ الظّٰلِمِيۡنَ ۝٥
قُلۡ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ هَادُوۡۤا اِنۡ زَعَمۡتُمۡ اَنَّكُمۡ اَوۡلِيَآءُ لِلّٰهِ مِنۡ دُوۡنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا
الۡمَوۡتَ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ ۝٦ وَلَا يَتَمَنَّوۡنَهٗۤ اَبَدًاۢ بِمَا قَدَّمَتۡ اَيۡدِيۡهِمۡ ؕ وَاللّٰهُ
عَلِيۡمٌۢ بِالظّٰلِمِيۡنَ ۝٧ قُلۡ اِنَّ الۡمَوۡتَ الَّذِىۡ تَفِرُّوۡنَ مِنۡهُ فَاِنَّهٗ مُلٰقِيۡكُمۡ ثُمَّ تُرَدُّوۡنَ
اِلٰى عٰلِمِ الۡغَيۡبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمۡ بِمَا كُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ ۝٨

ع

جن لوگوں کو تورات پر عمل کرنے کا حکم دیا گیا پھر انہوں نے اس پر عمل نہیں کیا ان کی مثال اس گدھے کی سی ہے جو بہت سی

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب التفسیر: باب قوله واخرين منهم لما يلحقوا بهم (٤٨٩٧) صحيح مسلم: كتاب فضائل الصحابة: باب فضل فارس (٢٥٤٦) ترمذی: کتاب تفسیر القرآن: باب ومن سورة الجمعة (٣٣١٠)]

[2] [طبرانی کبیر (٦٠٠٥)]

کتابیں لادے ہوئے ہو' اللہ کی باتوں کو جھٹلانے والوں کی بڑی بری مثال ہے' اللہ ایسے ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا ○ کہہ دے کہ اے یہودیو! اگر تمہارا دعویٰ ہے کہ تم اللہ کے دوست ہو دوسرے لوگ نہیں تو تم موت کی تمنا کرو اگر تم سچے ہو ○ یہ ہرگز موت کی تمنا نہ کریں گے بوجہ ان اعمال کے جو اپنے آگے اپنے ہاتھوں بھیج رکھے ہیں یہ نا انصاف اللہ تعالیٰ کو خوب معلوم ہیں ○ کہہ دے کہ جس موت سے تم بھاگتے پھرتے ہو وہ تو تمہیں پہنچ کر ہی رہے گی پھر تم سب چھپے کھلے کے جاننے والے اللہ کی طرف لوٹائے جاؤ گے اور وہ تمہیں تمہارے کیئے ہوئے تمام کام بتلا دے گا ○

بے عمل عالم کی مثال گدھے کی مانند: ان آیتوں میں یہودیوں کی مذمت بیان ہو رہی ہے کہ انہیں تورات دی گئی اور عمل کرنے کیلئے انہوں نے اسے لیا پھر عمل نہ کیا' فرمایا جاتا ہے کہ ان کی مثال گدھے کی سی ہے کہ اگر اس پر کتابوں کا بوجھ لاد دیا جائے تو اسے یہ معلوم تو ہے کہ اس پر کوئی بوجھ ہے لیکن یہ نہیں جانتا کہ اس میں کیا ہے؟ اسی طرح یہ یہود ہیں کہ ظاہری الفاظ تو خوب رٹے ہوئے ہیں لیکن نہ تو یہ معلوم ہے کہ مطلب کیا ہے؟ نہ اس پر ان کا عمل ہے بلکہ اور تبدیل و تحریف کرتے رہتے ہیں' پس دراصل یہ اس بے سمجھ جانور سے بھی بدتر ہیں' کیونکہ اسے تو قدرت نے سمجھ ہی نہیں دی لیکن یہ سمجھ رکھتے ہوئے پھر بھی اس کا استعمال نہیں کرتے۔ اسی لئے دوسری آیت میں فرمایا گیا ہے ﴿أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ أُولَٰئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ﴾ [1] یہ لوگ مثل چوپایوں کے ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ بہکے ہوئے ہیں۔ یہ غافل لوگ ہیں۔ یہاں فرمایا اللہ کی آیتوں کو جھٹلانے والوں کی بری مثال ہے' ایسے ظالم اللہ کی رہنمائی سے محروم رہتے ہیں۔ مسند احمد میں ہے جو شخص جمعہ کے دن امام کے خطبہ کی حالت میں بات کرے' وہ مثل گدھے کے ہے جو کتابیں اٹھائے ہوئے ہو اور جو اسے کہے کہ چپ رہ اس کا بھی جمعہ جاتا رہا۔ [2] پھر فرماتا ہے اے یہودیو! اگر تمہارا دعویٰ ہے کہ تم حق پر ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب ناحق پر ہیں تو آؤ اور دعا مانگو کہ ہم دونوں میں سے جو حق پر نہ ہو اللہ اسے موت دے' پھر فرماتا ہے کہ انہوں نے جو اعمال آگے بھیج رکھے ہیں وہ ان کے سامنے ہیں مثلاً کفر' فسق و فجور' ظلم نافرمانی وغیرہ اس وجہ سے ہماری پیشین گوئی ہے کہ وہ اس پر آمادگی نہیں کریں گے' ان ظالموں کو اللہ بخوبی جانتا ہے۔ سورۂ بقرہ کی آیت ﴿قُلْ إِنْ كَانَتْ﴾ [3] الخ' کی تفسیر میں یہودیوں کے اس مباہلہ کا پورا ذکر ہم کر چکے ہیں اور وہیں یہ بھی بیان کر دیا ہے کہ مراد یہ ہے کہ اپنے اوپر اگر خود گمراہ ہوں تو ان پر تو یا اپنے مقابل پر اگر وہ گمراہ ہوں موت کی بددعا کریں' جیسے کہ نصرانیوں کے مباہلہ کا ذکر سورۂ آل عمران میں گزر چکا ہے' ملاحظہ ہو تفسیر آیت ﴿فَمَنْ حَاجَّكَ﴾ [4] الخ' مشرکین سے بھی مباہلہ کا اعلان کیا گیا تھا ملاحظہ ہو تفسیر سورۂ مریم آیت ﴿قُلْ مَنْ كَانَ فِي الضَّلَالَةِ﴾ [5] الخ'

---

[1] [سورۃ الاعراف: آیت ۱۷۹]

[2] **[ضعیف** : مسند احمد (۱/ ۲۳۰) مجمع الزوائد (۳۱۲۳)] اس کی سند میں مجالد بن سعید ضعیف ہے۔]

[3] [سورۃ البقرہ: آیت ۹۴]

[4] [سورۃ آل عمران: آیت ٦١]

[5] [سورۃ مریم: آیت ۷۵]

یعنی اے نبی ﷺ ان سے کہہ دے کہ جو گمراہی میں ہو رحمٰن اسے اور بڑھا دے۔ مسند احمد میں ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ابوجہل لعنۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اگر میں محمد (ﷺ) کو کعبہ کے پاس دیکھوں گا تو اس کی گردن ناپوں گا جب یہ خبر رسول اللہ ﷺ کو پہنچی تو آپ نے فرمایا اگر یہ ایسا کرتا تو سب کے دیکھتے فرشتے اسے پکڑ لیتے اور اگر یہود مقابلہ پر آ کر موت طلب کرتے تو یقیناً وہ مرجاتے اور اپنی جگہ جہنم میں دیکھ لیتے اور اگر مباہلہ کیلئے لوگ نکلتے تو وہ لوٹ کر اپنے اہل وعیال کو ہرگز نہ پاتے۔ یہ حدیث بخاری، ترمذی اور نسائی میں بھی موجود ہے [1] پھر فرماتا ہے موت سے تو کوئی بچ نہیں سکتا، جیسے سورۂ نساء میں ہے ﴿اَیۡنَ مَا تَکُوۡنُوۡا یُدۡرِکۡکُّمُ الۡمَوۡتُ وَلَوۡ کُنۡتُمۡ فِیۡ بُرُوۡجٍ مُّشَیَّدَۃٍ﴾ [2] یعنی تم جہاں کہیں بھی ہو وہاں تمہیں موت پا ہی لے گی گو مضبوط محلوں میں ہو، معجم طبرانی کی ایک مرفوع حدیث میں ہے موت سے بھاگنے والے کی مثال ایسی ہے جیسے ایک لومڑی ہو جس پر زمین کا کچھ قرض ہو وہ اس خوف سے کہ کہیں یہ مجھ سے مانگ نہ بیٹھے، بھاگے، بھاگتے بھاگتے جب تھک جائے تب اپنے بھٹ میں گھس جائے جہاں گھسی اور زمین نے پھر اس سے تقاضا کیا کہ لومڑی میرا قرض ادا کر و وہ پھر وہاں سے دم دبائے ہوئے تیزی سے بھاگی آخر یونہی بھاگتے بھاگتے ہلاک ہوگئی۔ [3]

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِذَا نُوۡدِیَ لِلصَّلٰوۃِ مِنۡ یَّوۡمِ الۡجُمُعَۃِ فَاسۡعَوۡا اِلٰی ذِکۡرِ اللّٰهِ
وَذَرُوا الۡبَیۡعَ ؕ ذٰلِکُمۡ خَیۡرٌ لَّکُمۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ ۝۹ فَاِذَا قُضِیَتِ الصَّلٰوۃُ فَانۡتَشِرُوۡا
فِی الۡاَرۡضِ وَابۡتَغُوۡا مِنۡ فَضۡلِ اللّٰهِ وَاذۡکُرُوا اللّٰهَ کَثِیۡرًا لَّعَلَّکُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ ۝۱۰

اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو جمعہ کے دن جب جمعہ کی نماز کی اذان دی جائے تو تم اللہ کے ذکر کی طرف جلدی جایا کرو اور خرید وفروخت چھوڑ دو یہ تمہارے حق میں بہت بہتر ہے اگر تم کو سمجھ ہے ○ پھر جب نماز ہو چکے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو اور بکثرت اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا کرو تا کہ تم فلاح پالو○

جمعہ کے دن کی اہمیت: جمعہ کا لفظ جمع سے مشتق ہے، وجہ اشتقاق یہ ہے کہ اس دن مسلمان بڑی بڑی مساجد میں اللہ کی عبادت کیلئے جمع ہوتے ہیں اور یہ بھی وجہ ہے کہ اسی دن تمام مخلوق کامل ہوئی چھ دن میں ساری کائنات بنائی گئی ہے چھٹا دن جمعہ کا ہے، اسی دن حضرت آدم پیدا کئے گئے، اسی دن جنت میں بسائے گئے اور اسی دن وہاں سے نکالے گئے، اسی دن قیامت قائم ہوگی، اس دن میں ایک ایسی ساعت ہے کہ اس وقت مسلمان بندہ اللہ تعالیٰ سے جو طلب کرے اللہ تعالیٰ اسے عنایت فرماتا ہے، جیسے کہ صحیح حدیث میں آیا ہے، ابن ابی حاتم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب التفسیر: باب کلا لئن لم ینته (٤٩٥٨) ترمذی: کتاب تفسیر القرآن: باب ومن سورۃ اقراء باسم ربك (٣٣٤٨) مسند احمد (١/٣٦٨)]

[2] [سورۃ النسآء: آیت ٧٨]

[3] [اسنادہ ضعیف: طبرانی (٦٩٢٢) مجمع الزوائد (٣٢٣/٢) العقیلی (٢٠٠/٤)] حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے پوچھا جانتے ہو جمعہ کا دن کیا ہے؟ انہوں نے کہا اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ علم ہے۔ آپ نے فرمایا اس دن تیرے ماں باپ (یعنی آدم وحوا) کو اللہ تعالیٰ نے جمع کیا۔ یا یوں فرمایا کہ تمہارے باپ کو جمع کیا۔ [1] اسی طرح ایک موقوف حدیث میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ فاللہ اعلم پہلے اسے یوم العروبہ کہا جاتا تھا' پہلی امتوں کو بھی ہر سات دن میں ایک دن دیا گیا تھا' لیکن جمعہ کی ہدایت انہیں نہیں ہوئی' یہودیوں نے ہفتہ پسند کیا جس میں مخلوق کی پیدائش شروع بھی نہ ہوئی تھی' نصاریٰ نے اتوار اختیار کیا جس میں مخلوق کی ابتدا ہوئی ہے اور اس امت کیلئے اللہ تعالیٰ نے جمعہ پسند فرمایا جس دن اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پورا کیا تھا' جیسے صحیح بخاری کی حدیث میں ہے کہ ہم دنیا میں آنے کے اعتبار سے تو سب کے پیچھے ہیں لیکن قیامت کے دن سب سے پہلے ہوں گے سوائے اس کے کہ انہیں ہم سے پہلے کتاب اللہ دی گئی' پھر ان کے اس دن میں انہوں نے اختلاف کیا اللہ تعالیٰ نے ہمیں راہ راست دکھائی پس لوگ اس میں بھی ہمارے پیچھے ہیں یہودی کل اور نصرانی پرسوں [2] مسلم میں اتنا اور بھی ہے کہ قیامت کے دن تمام مخلوق میں سب سے پہلے فیصلہ ہمارے بارے میں کیا جائے گا [3] یہاں اللہ تعالیٰ مومنوں کو جمعہ کے دن اپنی عبادت کیلئے جمع ہونے کا حکم دے رہا ہے' سعی سے مراد یہاں دوڑنا نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ ذکر اللہ یعنی نماز کیلئے قصد کرو' چل پڑو' کوشش کرو' کام کاج چھوڑ کر اٹھ کھڑے ہو جاؤ' جیسے اس آیت میں سعی کوشش کے معنی میں ہے ﴿وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰی لَهَا سَعْيَهَا﴾ [4] یعنی جو شخص آخرت کا ارادہ کرے پھر اس کیلئے کوشش بھی کرے' حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرأت میں بجائے "فَاسْعَوْا" کے "فَامْضُوْا" ہے' یہ یاد رہے کہ نماز کیلئے دوڑ کر جانا منع ہے۔ بخاری ومسلم میں ہے جب تم اقامت سنو تو نماز کیلئے سکینت اور وقار کے ساتھ چلو' دوڑو نہیں' جو پاؤ پڑھ لو' جو فوت ہو ادا کر لو۔ [5] ایک اور روایت میں ہے کہ آپ نماز میں تھے کہ لوگوں کے پاؤں کی آہٹ زور زور سے سنی' فارغ ہو کر فرمایا کیا بات ہے؟ لوگوں نے کہا حضرت' ہم جلدی جلدی نماز میں شامل ہوئے فرمایا ایسا نہ کرو نماز کو اطمینان کے ساتھ چل کر آؤ جو پاؤ پڑھ لو جو چھوٹ جائے پوری کرلو [6] حضرت حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں اللہ کی قسم یہاں یہ حکم نہیں کہ دوڑ کر نماز کیلئے آؤ

---

1. [**ضعیف**: مسند احمد (٥/٤٣٩) نسائی (٣/١٠٤) طبرانی اوسط (١/٢٥٠)] اس کی سند میں ابومعشر سندی راوی ہے جسے امام بخاریؒ نے منکر الحدیث کہا ہے۔]
2. [**صحیح**: صحیح بخاری: کتاب الاذان: باب فرض الجمعة (٨٧٦) صحیح مسلم: کتاب الجمعة: باب هداية هذه الامة ليوم الجمعة (٨٥٥)]
3. [**صحیح**: صحیح مسلم: كتاب الجمعة: باب هداية هذه الامة ليوم الجمعة (٨٥٦)]
4. [سورة بنی اسرائیل: آیت ١٩]
5. [**صحیح**: صحیح بخاری: کتاب الاذان: باب لا يسعى الى الصلاة ولياتها بالسكينة والوقار (٦٣٦) صحيح مسلم: كتاب المساجد: باب استحباب اتيان الصلاة بوقار وسكينة (٦٠٢)]
6. [**صحیح**: صحیح مسلم: کتاب المساجد: باب استحباب اتيان الصلاة بوقار وسكينة (٦٠٣) ابن ماجه: كتاب الصلاة: باب المشي الى الصلاة (٧٧٥) مسند احمد (٢/٥٣٢)]

یہ تو منع ہے بلکہ مراد دل اور نیت اور خشوع خضوع ہے' حضرت قتادہ ؒ فرماتے ہیں اپنے دل اور اپنے عمل سے کوشش کرو جیسے اور جگہ ہے ﴿فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ﴾ [1] حضرت ذبیح اللہ علیہ السلام جب حضرت خلیل اللہ ؒ کے ساتھ چلنے پھرنے کے قابل ہو گئے۔

جمعہ کیلئے آنے والے کو غسل بھی کرنا چاہیے' بخاری و مسلم میں ہے کہ جب تم میں سے کوئی جمعہ کی نماز کیلئے جانے کا ارادہ کرے وہ غسل کرلیا کرے [2] اور حدیث میں ہے جمعہ کے دن کا غسل ہر بالغ پر واجب ہے [3] اور روایت میں ہے کہ ہر بالغ کے لیے ساتویں دن سر اور جسم کا دھونا ہے [4] صحیح مسلم کی حدیث میں ہے کہ وہ دن جمعہ کا دن ہے [5] سنن اربعہ میں ہے جو شخص جمعہ کے دن اچھی طرح غسل کرے اور سویرے ہی سے مسجد کی طرف چل دے پیدل جائے سوار نہ ہو اور امام کے قریب ہو کر بیٹھے خطبے کو کان لگا کر سنے لغو کام نہ کرے تو اسے ہر ایک قدم کے بدلے سال بھر کے روزوں اور سال بھر کے قیام کا ثواب ہے [6] بخاری مسلم میں ہے جو شخص جمعہ کے دن جنابت کے غسل کی طرح غسل کرے' اول ساعت میں جائے اس نے گویا ایک اونٹ اللہ کی راہ میں قربان کیا دوسری ساعت میں جانے والا مثل گائے کی قربانی کرنے والے کے ہے' تیسری ساعت میں جانے والا مثل بھیڑ کی قربانی کرنے والے کے ہے' چوتھی ساعت میں جانے والا مرغ راہ اللہ میں تصدق کرنے والے کی طرح ہے' پانچویں ساعت میں جانے والا انڈا راہ للہ دینے والے جیسا ہے' پھر جب امام آ جائے فرشتے خطبہ سننے کیلئے حاضر

---

[1] [سورة الصافات : آیت ۱۰۲]

[2] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الجمعة : باب فضل غسل یوم الجمعة (۸۷۷) صحیح مسلم : کتاب الجمعة (۸٤٤) ترمذی : کتاب الجمعة (٤۹۲) مسند احمد (۲/۹-۳۷)]

[3] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الاذان : باب وضوء الصبیان ومتی یجب علیهم الغسل والطهور (۸۵۸) صحیح مسلم : کتاب الجمعة : باب وجوب غسل الجمعة علی کل بالغ (۸٤٦) نسائی : کتاب الجمعة : باب ایجاب الغسل یوم الجمعة (۱۳۷۸) ابو داؤد : کتاب الطهارة : باب فی الغسل للجمعة (۳٤۱) ابن ماجه : کتاب اقامة الصلاة : باب ما جاء فی الغسل یوم الجمعة (۱۰۸۹)]

[4] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الجمعة : باب الطیب والسواك یوم الجمعة (۸٤۹) صحیح بخاری : کتاب الجمعة : باب هل علی من لم یشهد الجمعة (۸۹۷)]

[5] [صحیح : نسائی : کتاب الجمعة : باب ایجاب الغسل یوم الجمعة (۱۳۷۹) مسند احمد (۳/۳۰٤) ابن ابی شیبة (۱/۹۵)] شیخ البانی ؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح نسائی ، ارواء الغلیل (۱/۱۷۳) صحیح الجامع الصغیر (٤۰۳٤)] حافظ زبیر علی زئی بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔]

[6] [صحیح : ترمذی : کتاب الصلاة : باب ما جآء فی فضل الغسل یوم الجمعة (٤۹٦) نسائی : کتاب الجمعة : باب فضل غسل یوم الجمعة (۱۳۸۰) ابو داؤد : کتاب الطهارة : باب فی الغسل للجمعة (۳٤۵) ابن ماجه : کتاب اقامة الصلاة والسنة فیها : باب ما جآء فی الغسل یوم الجمعة (۱۰۸۷) مسند احمد (٤/۱۰٤)] امام ترمذیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔[صحیح ترمذی]

ہوجاتے ہیں[1] مستحب ہے کہ جمعہ کے دن اپنی طاقت کے مطابق اچھا لباس پہنے، خوشبو لگائے، مسواک کرے اور صفائی اور پاکیزگی کے ساتھ جمعہ کی نماز کیلئے آئے، ایک حدیث میں غسل کے ساتھ مسواک کرنا اور خوشبو ملنا بھی ہے[2] مسند احمد میں ہے جو شخص جمعہ کے دن غسل کرے اور اپنے گھر والوں کو خوشبو ملے اگر ہو اور اچھا لباس پہنے پھر مسجد میں آئے اور کچھ نوافل پڑھے اگر جی چاہے اور کسی کو ایذا نہ دے (یعنی گردنیں پھلانگ کر نہ آئے نہ کسی بیٹھے ہوئے کو ہٹائے) پھر جب امام آجائے اور خطبہ شروع ہو خاموشی سے سنے تو اس کے گناہ جو اس جمعہ سے لے کر دوسرے جمعہ تک کے ہوں سب کا کفارہ ہوجاتا ہے[3] ابوداؤد اور ابن ماجہ میں ہے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منبر پر بیان فرماتے ہوئے سنا کہ تم میں سے کسی پر کیا حرج ہے اگر وہ اپنے روزمرہ کے محنتی لباس کے علاوہ دو کپڑے خرید کر جمعہ کیلئے مخصوص رکھے۔[4] حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمان اس وقت فرمایا جب لوگوں پر وہی معمولی چادریں دیکھیں تو فرمایا کہ اگر طاقت ہو تو ایسا کیوں نہ کرلو۔ جس اذان کا یہاں اس آیت میں ذکر ہے اس سے مراد وہ اذان ہے جو امام کے منبر پر بیٹھ جانے کے بعد ہوتی ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں یہی اذان تھی جب آپ گھر سے تشریف لاتے منبر پر جاتے اور آپ کے بیٹھ جانے کے بعد آپ کے سامنے یہ اذان ہوتی تھی، اس سے پہلے کی اذان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں نہ تھی اسے امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے صرف لوگوں کی کثرت کو دیکھ کر زیادہ کیا۔ صحیح بخاری شریف میں ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں جمعہ کی اذان اسی وقت ہوتی تھی جب امام منبر پر خطبہ کہنے کیلئے بیٹھ جاتا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے میں جب لوگ بہت زیادہ ہوگئے تو آپ نے دوسری اذان ایک الگ مکان پر کہلوائی زیادہ کی اس مکان کا نام زوراتھا۔[5]

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : كتاب الجمعة : باب فضل الجمعة (٨٨١) صحيح مسلم : كتاب الجمعة : باب فضل التهجير يوم الجمعة (٨٥٠) ابوداؤد : كتاب الطهارة : باب فی الغسل للجمعة (٣٥١) ترمذی : كتاب الجمعة : باب ما جآء فی التكبير الى الجمعة (٤٩٩) نسائی : كتاب الجمعة : باب وقت الجمعة (١٣٨٩) مسند احمد (٢/٤٦٠)]

[2] [صحیح : صحیح بخاری : كتاب الجمعة : باب الطيب يوم الجمعة (٨٨٠) صحيح مسلم : كتاب الجمعة : باب الطيب و السواك يوم الجمعة (٨٤٦)]

[3] [صحیح : ابو داؤد : كتاب الصلاة : باب اللباس للجمعة (١٠٧٨) ابن ماجه : كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها : باب ما جآء فی الزينة يوم الجمعة (١٠٩٥) مسند احمد (٥/٤٢٠)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ابوداود (٩٥٣)]

[4] [صحیح : ابن ماجه : كتاب اقامة الصلوة و السنة فيها : باب ما جآء فی زينة يوم الجمعة (١٠٩٦)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ابن ماجه (٨٩٩)] حافظ زبیر علی زئی فرماتے ہیں کہ یہ روایت شواہد کی وجہ سے حسن ہے۔]

[5] [صحیح : صحیح بخاری : كتاب الجمعة : باب الاذان يوم الجمعة (٩١٢)]

مسجد کے قریب سب سے بلند مکان یہی تھا۔ حضرت مکحول رحمہ اللہ سے ابن ابی حاتم میں روایت ہے کہ اذان صرف ایک ہی تھی جب امام آتا تھا اس کے بعد صرف تکبیر ہوتی تھی' جب نماز کھڑی ہونے لگے' اسی اذان کے وقت خرید وفروخت حرام ہوتی ہے' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس سے پہلے کی اذان کا حکم صرف اس لئے دیا تھا کہ لوگ جمع ہو جائیں۔ جمعہ میں آنے کا حکم آزاد مردوں کو ہے عورتوں' غلاموں اور بچوں کو نہیں' مسافر مریض اور تیمار دار اور ایسے ہی اور عذر والے بھی معذور گنے گئے ہیں جیسے کہ کتب فروع میں اس کا ثبوت موجود ہے۔ پھر حکم ہوتا ہے بیع کو چھوڑ دو یعنی ذکر اللہ کے لئے چل پڑو تجارت کو ترک کر دو جب نماز جمعہ کی اذان ہو جائے علماء کرام کا اتفاق ہے کہ اذان کے بعد خرید وفروخت حرام ہے' اس میں اختلاف ہے کہ دینے والا اگر دے تو وہ بھی صحیح ہے یا نہیں؟ ظاہر آیت سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی صحیح نہ ٹھہرے گا۔ واللہ اعلم' پھر فرماتا ہے بیع کو چھوڑ کر ذکر اللہ اور نماز کی طرف آنا ہی تمہارے حق میں دین ودنیا کی بہتری کا باعث ہے اگر تم میں علم ہو۔ ہاں جب نماز سے فراغت ہو جائے تو اس مجمع سے چلے جانا اور اللہ کے فضل کی تلاش میں لگ جانا' تمہارے لئے حلال ہے۔ عراک بن مالک رضی اللہ عنہ جمعہ کی نماز سے فارغ ہو کر لوٹ کر مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو جاتے اور یہ دعا پڑھتے ﴿اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَجَبْتُ دَعْوَتَكَ وَصَلَّیْتُ فَرِیْضَتَكَ وَانْتَشَرْتُ كَمَا اَمَرْتَنِیْ فَارْزُقْنِیْ مِنْ فَضْلِكَ وَاَنْتَ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ﴾ یعنی اے اللہ! میں نے تیری آواز پر حاضری دی اور تیری فرض کردہ نماز ادا کی پھر تیرے حکم کے مطابق اس مجمع سے اٹھ آیا' اب تو مجھے اپنا فضل نصیب فرما تو سب سے بہتر روزی رساں ہے (ابن ابی حاتم) اس آیت کو پیش نظر رکھ کر بعض سلف صالحین نے فرمایا ہے کہ جو شخص جمعہ کے دن جمعہ کے بعد خرید وفروخت کرے اسے اللہ تعالیٰ ستر حصے زیادہ برکت دے گا۔ پھر فرماتا ہے کہ خرید وفروخت کی حالت میں بھی ذکر اللہ کیا کرو دنیا کے نفع میں اس قدر مشغول نہ ہو جاؤ کہ اخروی نفع بھول بیٹھو۔ حدیث شریف میں ہے جو شخص کسی بازار میں جائے اور وہاں ﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ﴾ پڑھے اللہ تعالیٰ اس کیلئے ایک لاکھ نیکیاں لکھتا ہے اور ایک لاکھ برائیاں معاف فرماتا ہے۔ [1] حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں بندہ کثیر الذکر اسی وقت کہلاتا ہے جبکہ کھڑے بیٹھے لیٹے ہر وقت اللہ کی یاد کرتا رہے۔

وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَا ا انْفَضُّوْٓا اِلَيْهَا وَتَرَكُوْكَ قَآئِمًا ۭ قُلْ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنَ اللَّهْوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ ۭ وَاللّٰهُ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴿11﴾ ع

اور جب کوئی سودا بکتا دیکھیں یا کوئی تماشا نظر آ جائے تو اس کی طرف دوڑ جاتے ہیں اور تجھے کھڑا ہی چھوڑ دیتے ہیں تو کہہ دے کہ اللہ کے پاس جو ہے وہ کھیل اور تجارت سے بہتر ہے' اور اللہ تعالیٰ بہترین روزی رساں ہے ○

---

[1] [حسن: ابن ماجه: كتاب التجارات: باب الاسواق ودخولها (٢٢٣٥) ترمذی: كتاب الدعوات: باب ما يقول اذا دخل السوق (٣٤٢٨) مسند احمد (٤٧/١) دارمی: كتاب الاستئذان: باب ما يقول اذا دخل السوق (٢٦٩٥) مسند عبد بن حميد (٢٨) مستدرك حاكم (٥٣٨/١)] امام حاکم رحمہ اللہ نے اسے صحیح کہا ہے۔ شیخ البانی رحمہ اللہ اسے حسن کہتے ہیں۔ [صحيح ابن ماجه]

تجارت کے لیے جمعہ چھوڑنے والوں پر عتاب: مدینہ میں جمعہ والے دن تجارتی مال کے آجانے کی وجہ سے جو حضرات خطبہ چھوڑ کر اٹھ کھڑے ہوئے تھے' انہیں اللہ تعالیٰ عتاب کررہا ہے کہ یہ لوگ جب کوئی تجارت یا کھیل تماشہ دیکھ لیتے ہیں تو اس کی طرف چل کھڑے ہوتے ہیں' اور تجھے خطبہ میں ہی کھڑا چھوڑ دیتے ہیں' حضرت مقاتل بن حیان رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ مال تجارت دحیہ بن خلیفہ کا تھا جمعہ والے دن آیا اور شہر میں خبر کیلئے طبل بجنے لگا حضرت دحیہ اس وقت تک مسلمان نہ ہوئے تھے' طبل کی آواز سن کر سب لوگ اٹھ کھڑے ہوئے صرف چند لوگ رہ گئے' مسند احمد میں ہے صرف بارہ آدمی رہ گئے باقی لوگ اس تجارتی قافلہ کی طرف چل دیئے جس پر یہ آیت اتری۔ [1] مسند ابو یعلی میں اتنا اور بھی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر یہ بھی باقی نہ رہتے اور سب اٹھ کر چلے جاتے تو تم سب پر یہ وادی آگ بن کر بھڑک اٹھتی' جو لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے نہیں گئے تھے' ان میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی تھے [2] اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جمعہ کا خطبہ کھڑے ہو کر پڑھنا چاہیے' صحیح مسلم میں ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن دو خطبے پڑھتے تھے درمیان میں بیٹھ جاتے تھے قرآن شریف پڑھتے تھے اور لوگوں کو تذکیر و نصیحت فرماتے تھے' یہاں یہ بات بھی معلوم رہنی چاہیے [3] کہ یہ واقعہ بقول بعض کے اس وقت کا ہے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کی نماز کے بعد خطبہ پڑھا کرتے تھے۔ مراسیل ابوداؤد میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ سے پہلے جمعہ کی نماز پڑھا کرتے تھے جیسے عیدین میں ہوتا ہے' یہاں تک کہ ایک مرتبہ آپ خطبہ سنا رہے تھے کہ ایک شخص نے آن کر کہا دحیہ بن خلیفہ مال تجارت لے کر آ گیا ہے' یہ سن کر سوائے چند لوگوں کے اور سب اٹھ کھڑے ہو گئے۔ [4] پھر کہتا ہے اے نبی انہیں خبر سنا دو کہ دار آخرت کا ثواب جو عند اللہ ہے وہ کھیل تماشوں سے خرید و فروخت سے بہت ہی بہتر ہے' اللہ پر توکل رکھ کر' طلب رزق اوقات اجازت میں جو کرے اللہ اسے بہترین طریق پر روزیاں دے گا۔ الحمد للہ سورۂ جمعہ کی تفسیر پوری ہوئی۔

تفسیر سورة المنافقون

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
اِذَا جَآءَکَ الۡمُنٰفِقُوۡنَ قَالُوۡا نَشۡہَدُ اِنَّکَ لَرَسُوۡلُ اللّٰہِ ۘ وَ اللّٰہُ یَعۡلَمُ اِنَّکَ لَرَسُوۡلُہٗ ؕ
وَ اللّٰہُ یَشۡہَدُ اِنَّ الۡمُنٰفِقِیۡنَ لَکٰذِبُوۡنَ ۚ﴿۱﴾ اِتَّخَذُوۡۤا اَیۡمَانَہُمۡ جُنَّۃً فَصَدُّوۡا عَنۡ
سَبِیۡلِ اللّٰہِ ؕ اِنَّہُمۡ سَآءَ مَا کَانُوۡا یَعۡمَلُوۡنَ ﴿۲﴾ ذٰلِکَ بِاَنَّہُمۡ اٰمَنُوۡا ثُمَّ کَفَرُوۡا فَطُبِعَ

---

[1] [**صحيح**: صحيح بخاری: كتاب التفسير: باب واذا راو تجارة او لهوا (٤٨٩٩) صحيح مسلم: كتاب الجمعة: باب قوله تعالى واذا راو تجارة اور لهوا (٨٦٣) ترمذی (٣٣١١) مسند احمد (٣/٣١٣)]

[2] [مسند ابو يعلى (١٩٧٩)]

[3] [**صحيح**: صحيح مسلم: كتاب الجمعة: باب ذكر الخطبتين قبل الصلاة (٨٦٢)]

[4] [**اسناده ضعيف**: ابوداؤد في المراسيل (٥٩)] حافظ زبیر علی زئی بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔]

عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ۝ وَاِذَا رَاَيْتَهُمْ تُعْجِبُكَ اَجْسَامُهُمْ ۭ وَاِنْ يَّقُوْلُوْا تَسْمَعْ لِقَوْلِهِمْ ۭ كَاَنَّهُمْ خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ ۭ يَحْسَبُوْنَ كُلَّ صَيْحَةٍ عَلَيْهِمْ ۭ هُمُ الْعَدُوُّ فَاحْذَرْهُمْ ۭ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ۡ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ۝

شروع کرتا ہوں مہربانی اور رحم کرنے والے اللہ کے نام سے

تیرے پاس جب منافق آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم اس بات کے قائل ہیں کہ بیشک آپ اللہ کے رسول ہیں' اللہ جانتا ہے کہ یقیناً تو اس کا رسول ہے' اللہ گواہی دیتا ہے کہ یہ منافق قطعاً جھوٹے ہیں ○ انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا رکھا ہے پس اللہ کی راہ سے رک گئے بیشک برا ہے وہ کام جو یہ کر رہے ہیں ○ یہ اس سبب سے ہے کہ یہ ایمان لا کر پھر کافر ہو گئے پس ان کے دلوں پر مہر کر دی گئی اب یہ نہیں سمجھتے ○ جب تو انہیں دیکھے تو ان کے جسم تجھے خوشنما معلوم ہوں' یہ جب باتیں کرنے لگیں تو تو ان کی باتوں پر اپنے کان لگائے' گویا کہ وہ لکڑیاں ہیں سہارے سے لگائی ہوئیں' ہر سخت آواز کو اپنی ہی ہلاکی سمجھتے ہیں' یہی حقیقی دشمن ہیں ان سے بچتا رہ' اللہ انہیں غارت کرے' کہاں سے پھرے جاتے ہیں ○

اللہ تعالیٰ منافقوں کے نفاق کو ظاہر کرتا ہے کہ گو یہ تیرے پاس آ کر قسمیں کھا کھا کر اپنے اسلام کا اظہار کرتے ہیں تیری رسالت کا اقرار کرتے ہیں مگر دراصل دل کے کھوٹے ہیں' فی الواقع آپ رسول اللہ ﷺ بھی ہیں' ان کا یہ قول بھی ہے مگر چونکہ دل میں اس کا کوئی اثر نہیں' لہٰذا یہ جھوٹے ہیں' یہ تجھے رسول اللہ ﷺ مانتے ہیں' اس بارے میں اگر یہ سچے ہونے کیلئے قسمیں بھی کھائیں لیکن آپ یقین نہ کیجئے۔ یہ قسمیں تو ان کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے یہ تو اپنے جھوٹ کو سچ بنانے کا ایک ذریعہ ہیں' مقصد یہ ہے کہ مسلمان ان سے ہوشیار رہیں کہیں انہیں سچا ایماندار سمجھ کر کسی بات میں ان کی تقلید نہ کرنے لگیں کہ یہ اسلام کے رنگ میں تم کو کفر کا ارتکاب کرا دیں' یہ بداعمال لوگ اللہ کی راہ سے دور ہیں۔ ضحاک کی قراءت میں ﴿ اِيمَانَهُمْ ﴾ الف کی زیر کے ساتھ ہے تو مطلب یہ ہوگا کہ انہوں نے اپنی ظاہری تصدیق کو اپنے لئے تقیہ بنا لیا ہے کہ قتل سے اور حکم کفر سے دنیا میں بچ جائیں۔ یہ نفاق ان کے دلوں میں اس گناہ کی شومی کے باعث رچ گیا ہے کہ ایمان سے پھر کر کفر کی طرف اور ہدایت سے ہٹ کر ضلالت کی جانب آ گئے ہیں' اب دلوں پر مہر الٰہی لگ چکی ہے اور بات کی تہہ کو پہنچنے کی قابلیت سلب ہو چکی ہے' بظاہر تو خوش گو ہیں اس فصاحت اور بلاغت سے گفتگو کرتے ہیں کہ خواہ مخواہ دوسرے کے دل کو مائل کر لیں' لیکن باطن میں بڑے کھوٹے بڑے کمزور دل والے نامرد اور بدنیت ہیں' جہاں کوئی بھی واقعہ رونما ہوا اور سمجھ بیٹھے کہ ہائے مرے اور جگہ ہے ﴿ اَشِحَّةً عَلَيْكُمْ ﴾ [1] الخ' تمہارے مقابلہ میں بخل کرتے ہیں' پھر جس وقت خوف ہوتا ہے تو تمہاری طرف اس طرح آنکھیں پھیر پھیر کر دیکھتے ہیں گویا کسی شخص پر موت کی بیہوشی طاری ہے' پھر جب خوف چلا جاتا ہے تو تمہیں اپنی بدکاری سے ایذا دیتے ہیں' اور مال غنیمت کی حرص میں نہ کہنے کی باتیں کہہ گزرتے ہیں یہ بے ایمان ہیں ان کے اعمال غارت ہیں اللہ پر یہ امر نہایت ہی آسان ہے' پس ان کی یہ آوازیں خالی پیٹ

---

[1] [سورۃ الاحزاب: آیت ١٩]

کے ڈھول کی بلند بانگ سے زیادہ وقعت نہیں رکھتیں، یہی تمہارے دشمن ہیں ان کی چکنی چپڑی باتوں اور ثقہ اور مسکین صورتوں کے دھوکے میں نہ آنا' اللہ انہیں برباد کرے ذرا سوچیں تو کیوں ہدایت کو چھوڑ کر بے راہی پر چل رہے ہیں؟ مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا منافقوں کی بہت سی علامتیں ہیں جن سے وہ پہچان لئے جاتے ہیں ان کا سلام لعنت ہے ان کی خوراک لوٹ مار ہے اور غنیمت حرام اور خیانت ہے وہ مسجدوں کی نزدیکی ناپسند کرتے ہیں وہ نمازوں کیلئے آخری وقت آتے ہیں تکبر اور نخوت والے ہوتے ہیں نرمی اور سلوک' تواضع اور انکساری سے محروم ہوتے ہیں نہ خود ان کاموں کو کریں نہ دوسروں کے ان کاموں کو وقعت کی نگاہ سے دیکھیں رات کی لکڑیاں اور دن کے شور وغل کرنے والے اور روایت میں ہے دن کو خوب کھانے پینے والے اور رات کو خشک لکڑیوں کی طرح پڑے رہنے والے۔ [1]

وَاِذَا قِیْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا یَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَوَّوْا رُءُوْسَهُمْ وَرَاَیْتَهُمْ یَصُدُّوْنَ
وَهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ ۵ سَوَآءٌ عَلَیْهِمْ اَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ اَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ؕ لَنْ
یَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ ۶ هُمُ الَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ لَا
تُنْفِقُوْا عَلٰی مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ حَتّٰی یَنْفَضُّوْا ؕ وَلِلّٰهِ خَزَآئِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَا یَفْقَهُوْنَ ۷ یَقُوْلُوْنَ لَئِنْ رَّجَعْنَاۤ اِلَی الْمَدِیْنَةِ لَیُخْرِجَنَّ
الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ ؕ وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَا
یَعْلَمُوْنَ ۸ ع

ع ۱۲

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ آؤ تمہارے لئے اللہ کے رسول استغفار کریں تو اپنے سر مٹکاتے ہیں اور تو دیکھے گا کہ وہ تکبر کرتے ہوئے رک جاتے ہیں ○ ان کے حق میں آپ کا استغفار کرنا اور نہ کرنا دونوں برابر ہے اللہ تعالیٰ انہیں ہرگز نہ بخشے گا' بیشک اللہ تعالیٰ ایسے نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا ○ یہی وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ جو لوگ رسول اللہ کے پاس ہیں انہیں کچھ نہ دو یہاں تک کہ وہ ادھر ادھر چلے جائیں' آسمان وزمین کے کل خزانے اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہیں لیکن یہ منافق بے سمجھ ہیں ○ یہ کہتے ہیں کہ اگر اب لوٹ کر مدینہ کو جائیں گے۔ تو عزت والا وہاں سے ذلت والے کو نکال دے گا سنو عزت تو صرف اللہ تعالیٰ کیلئے اور اس کے رسول کیلئے اور ایمانداروں کیلئے ہے لیکن یہ منافق بے علم ہیں ○

منافقوں کا تکبر اور اکڑ: ملعون منافقوں کا ذکر ہو رہا ہے کہ ان کے گناہوں پر جب ان سے سچے مسلمان کہتے ہیں کہ آؤ رسول اللہ ﷺ تمہارے لئے استغفار کریں گے تو اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ معاف فرما دے گا تو یہ تکبر کے

---

[1] [ضعیف: مسند احمد (۲/۲۹۳) مسند بزار (۸۵) مجمع الزوائد (۱/۴۱۱)] امام ہیثمیؒ نے فرمایا ہے کہ اس میں عبد الملک بن قدامہ راوی ہے جسے امام دارقطنیؒ وغیرہ نے ضعیف کہا ہے۔ حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔ شیخ شعیب ارناؤوط نے بھی اس کی سند کو ضعیف کہا ہے۔ [الموسوعة الحدیثیة (۷۹۲۶)]

ساتھ سر ہلانے لگتے ہیں اور اعراض کرتے ہیں اور رک جاتے ہیں اور اس بات کو حقارت کے ساتھ رد کر دیتے ہیں' اس کا بدلہ یہی ہے اب ان کیلئے بخشش کے دروازے بند ہیں نبی کا استغفار بھی انہیں کچھ نفع نہ دے گا' بھلا ان فاسقوں کی قسمت میں ہدایت کہاں؟ سورۂ براءت میں بھی اسی مضمون کی آیت گزر چکی ہے اور وہیں اس کی تفسیر اور ساتھ ہی اس کے متعلق کی حدیثیں بھی بیان کر دی گئی ہیں' ابن ابی حاتم میں ہے کہ سفیان منافق نے اپنا منہ دائیں جانب پھیر لیا تھا اور غضب و تکبر کے ساتھ ترچھی آنکھوں سے گھور کر دکھایا تھا اسی کا ذکر اس آیت میں ہے اور سلف میں سے اکثر حضرات کا فرمان ہے کہ یہ سب کا سب بیان عبداللہ بن ابی ابن سلول کا ہے جیسے کہ عنقریب آ رہا ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ ۔سیرت محمد بن اسحاق میں ہے کہ عبداللہ بن ابی ابن سلول اپنی قوم کا بڑا اور شریف شخص تھا جب نبی ﷺ جمعہ کے دن خطبہ کیلئے منبر پر بیٹھتے تھے تو یہ کھڑا ہو جاتا تھا اور کہتا تھا لوگو! یہ ہیں اللہ کے رسول جو تم میں موجود ہیں جن کی وجہ سے اللہ نے تمہارا اکرام کیا اور تمہیں عزت دی اب تم پر فرض ہے کہ تم آپ کی مدد کرو اور آپ کی عزت و تکریم کرو آپ کا فرمان سنو اور جو فرمائیں بجالاؤ یہ کہہ کر بیٹھ جایا کرتا تھا' احد کے میدان میں اس کا نفاق کھل گیا اور یہ وہاں سے حضور ﷺ کی کھلی نافرمانی کر کے تہائی لشکر کو لے کر مدینہ کو واپس لوٹ آیا جب رسول اللہ ﷺ غزوۂ احد سے فارغ ہوئے اور مدینہ میں مع الخیر تشریف لائے جمعہ کا دن آیا اور منبر پر چڑھے تو حسب عادت یہ آج بھی کھڑا ہوا اور کہنا چاہتا ہی تھا کہ بعض صحابہ ادھر ادھر سے کھڑے ہو گئے اور اس کے کپڑے پکڑ کر کہنے لگے دشمن اللہ بیٹھ جا تو اب یہ کہنے کا منہ نہیں رکھتا تو نے جو کچھ کیا ہے کسی سے مخفی نہیں اب تو اس کا اہل نہیں کہ زبان سے جو جی میں آئے بک دے' یہ ناراض ہو کر لوگوں کی گردنیں پھلانگتا ہوا باہر نکل گیا اور کہتا جاتا تھا کہ گویا میں کسی بد بات کے کہنے کیلئے کھڑا ہوا تھا میں تو اس کا کام مضبوط کرنے کیلئے کھڑا ہوا تھا چند انصاری رضی اللہ عنہم اسے مسجد کے دروازہ پر مل گئے انہوں نے کہا کیا بات ہے؟ تو کہا میں تو اس کا کام مضبوط کرنے کے لیے کھڑا ہوا تھا جو چند اصحاب مجھ پر اچھل کر آ گئے گھسیٹنے لگے گویا کہ میں کسی بری بات کے کہنے کیلئے کھڑا ہوا تھا حالانکہ میری نیت یہ تھی کہ میں آپ کی باتوں کی تائید کروں انہوں نے کہا خیر اب تم واپس چلو ہم رسول اللہ ﷺ سے عرض کریں گے آپ تمہارے لئے بخشش چاہیں گے اس نے کہا مجھے کوئی ضرورت نہیں [1] حضرت قتادہ رحمہ اللہ اور حضرت سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ آیت عبداللہ بن ابی کے بارے میں اتری ہے واقعہ یہ تھا کہ اسی کی قوم کے ایک نوجوان مسلمان نے اس کی ایسی ہی چند بری باتیں رسول اللہ ﷺ تک پہنچائی تھیں حضور ﷺ نے اسے بلوایا تو یہ صاف انکار کر گیا اور قسمیں کھا گیا' انصاریوں نے اس صحابی کو ملامت اور ڈانٹ ڈپٹ کی اور اسے جھوٹا سمجھا اس پر یہ آیتیں اتریں اور اس منافق کی جھوٹی قسموں اور اس نوجوان صحابی کی سچائی کا اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا اب اس سے کہا گیا کہ تو چل اور رسول اللہ ﷺ سے استغفار کر تو اس نے انکار کے لہجے میں سر ہلا دیا اور نہ گیا [2] ابن ابی حاتم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی

---

[1] [مرسل : سیرة ابن هشام (٣/٦٩) سیرة ابن کثیر (٣/١٠٣)]

[2] [مرسل : تفسیر ابن جریر الطبری (٣٤١٦٠)]

عادت مبارک تھی کہ جس منزل میں اترتے وہاں سے کوچ نہ کرتے جب تک نماز نہ پڑھ لیں، غزوہ تبوک میں حضور ﷺ کو خبر پہنچی کہ عبداللہ بن ابی کہہ رہا ہے ہم عزت والے ان ذلت والوں کو مدینہ پہنچ کر نکال دیں گے پس آپ نے آخری دن میں اترنے سے پہلے ہی کوچ کر دیا اس سے کہا گیا کہ حضور ﷺ کے پاس جا کر اپنی خطا کی معافی اللہ سے طلب کر اس کا بیان اس آیت میں ہے، اس کی سند سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ تک صحیح ہے۔ لیکن یہ کہنا کہ واقعہ غزوہ تبوک کا ہے اس میں نظر ہے بلکہ یہ ٹھیک نہیں ہے اس لئے کہ عبداللہ بن ابی ابن سلول تو اس غزوہ میں تھا ہی نہیں بلکہ لشکر کی ایک جماعت کو لے کر یہ تو لوٹ گیا تھا، کتب سیر و مغازی کے مصنفین میں تو یہ مشہور ہے کہ یہ واقعہ غزوہ مریسیع یعنی غزوہ بنوالمصطلق کا ہے چنانچہ اس قصہ میں حضرت محمد بن یحیٰی بن حبان اور حضرت عبداللہ بن ابوبکر اور حضرت عاصم بن عمر بن قتادہ رحمۃ اللہ علیہم سے مروی ہے کہ اس لڑائی کے موقعہ پر حضور ﷺ کا ایک جگہ قیام تھا، وہاں حضرت جہجاہ بن سعید غفاری اور حضرت سنان بن یزید کا پانی کے ازدحام پر کچھ جھگڑا ہو گیا جہجاہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے کارندے تھے، جھگڑے نے طول پکڑا سنان نے انصاریوں کو اپنی مدد کیلئے آواز دی اور جہجاہ نے مہاجرین کو۔ اس وقت حضرت زید بن ارقم وغیرہ انصار کی ایک جماعت عبداللہ بن ابی کے پاس بیٹھی ہوئی تھی، اس نے جب یہ فریاد سنی تو کہنے لگا لو ہمارے ہی شہروں میں ان لوگوں نے ہم پر حملے شروع کر دیئے اللہ کی قسم ہماری اور ان قریشیوں کی مثال وہی ہے، کسی نے کہا کہ اپنے کتے کو موٹا تازہ کرتا ہے کہ تجھے ہی کاٹے اللہ کی قسم اگر ہم لوٹ کر مدینہ گئے تو ہم ذی مقدور لوگ ان بے مقدوروں کو وہاں سے نکال دیں گے پھر اس کی قوم کے جو لوگ اس کے پاس بیٹھے تھے اس سے کہنے لگا یہ سب آفت تم نے خود اپنے ہاتھوں اپنے اوپر لی ہے تم نے انہیں اپنے شہر میں بسایا تم نے انہیں اپنے مال کا آدھوں آدھ حصہ دیا اب بھی اگر تم ان کی مالی امداد نہ کرو، تو یہ خود تنگ آ کر مدینہ سے نکل بھاگیں گے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے یہ تمام باتیں سنیں آپ اس وقت بہت کم عمر تھے سیدھے سرکار نبوت میں حاضر ہوئے اور کل واقعہ بیان فرمایا اس وقت آپ کے پاس حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی بیٹھے ہوئے تھے غضبناک ہو کر فرمانے لگے یارسول اللہ ﷺ عباد بن بشیر رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایئے کہ اس کی گردن الگ کر دے حضور ﷺ نے فرمایا پھر تو لوگوں میں مشہور ہو جائے گا کہ محمد (ﷺ) اپنے ساتھیوں کی گردنیں مارتے ہیں یہ ٹھیک نہیں جاؤ لوگوں میں کوچ کی منادی کردو، عبداللہ بن ابی کو جب یہ علم ہوا کہ اس کی گفتگو کا علم آنحضرت ﷺ کو ہو گیا ہے تو بہت سٹ پٹایا اور حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عذر معذرت اور حیلے حوالے، تاویل و تحریف کرنے لگا اور قسمیں کھا گیا کہ میں نے ایسا ہرگز نہیں کہا، چونکہ یہ شخص اپنی قوم میں ذی عزت اور باوقعت تھا اور لوگ بھی کہنے لگے حضور ﷺ شاید اس بچے نے ہی غلطی کی ہو اسے وہم ہو گیا ہو واقعہ ثابت تو ہوتا نہیں، حضور ﷺ یہاں سے جلدی ہی کوچ کے وقت سے پہلے ہی تشریف لے چلے راستے میں حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ ملے اور آپ کی شان نبوت کے قابل باادب سلام کیا پھر عرض کی حضور ﷺ آج کیا بات ہے کہ وقت سے پہلے ہی کوچ کیا؟ حضور ﷺ نے فرمایا: کیا تمہیں معلوم نہیں ہوا، کہ تمہارے ساتھی ابن ابی نے کیا کہا وہ کہتا ہے کہ مدینہ جا کر ہم عزیز ان ذلیلوں کو نکال دیں گے حضرت اسید رضی اللہ عنہ

نے کہا یارسول ﷺ عزت والے آپ ہیں اور ذلیل وہ ہیں یارسول اللہ ﷺ آپ اس کی ان باتوں کا خیال بھی نہ فرمائیے دراصل یہ بہت جلا ہوا ہے سنئے اہل مدینہ نے اسے سردار بنانے پر اتفاق کرلیا تھا تاج تیار ہو رہا تھا کہ اللہ رب العزت آپ کو لایا اس کے ہاتھ سے ملک نکل گیا پس یہ چراغ پا ہو رہا ہے' حضور ﷺ چلتے ہی رہے' دوپہر کو ہی چل دیئے تھے شام ہوئی رات ہوئی صبح ہوئی یہاں تک کہ دھوپ میں تیزی آ گئی تب آپ نے پڑاؤ کیا تاکہ لوگ اس بات میں پھر نہ الجھ جائیں' چونکہ تمام لوگ تھکے ہارے اور رات کے جاگے ہوئے تھے اترتے ہی سب سو گئے ادھر یہ سورت نازل ہوئی (سیرۃ ابن اسحاق) [1] بیہقی میں ہے کہ ہم ایک غزوے میں حضور ﷺ کے ساتھ تھے ایک مہاجر نے ایک انصار کو پتھر مار دیا اس پر بات بڑھ گئی ان دونوں نے اپنی اپنی جماعت سے فریاد کی اور انہیں پکارا! حضور ﷺ سخت ناراض ہوئے اور فرمانے لگے یہ کیا جاہلیت کی ہانک لگانے لگے اس فضول عادت کو چھوڑ دو' عبداللہ بن ابی ابن سلول کہنے لگا اب مہاجر یہ کرنے لگ گئے اللہ کی قسم مدینہ پہنچتے ہی ہم ذی عزت ان ذلیلوں کو وہاں سے نکال باہر کریں گے مدینہ شریف میں انصار کی تعداد مہاجرین سے بہت زیادہ تھی گو بعد میں مہاجرین بہت زیادہ ہو گئے تھے' حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جب ابن ابی کے اس قول کا علم ہوا تو حضور ﷺ سے اس کے قتل کرنے کی اجازت چاہی مگر آپ نے روک دیا [2] مسند احمد میں ہے زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ غزوہ تبوک میں میں نے جب اس منافق کا یہ قول حضور ﷺ کے سامنے بیان کیا اور اس نے آ کر انکار کیا اور قسمیں کھا گیا اور اس وقت میری قوم نے مجھے بہت کچھ برا کہا اور ہر طرح ملامت کی کہ میں نے ایسا کیوں کیا؟ میں نہایت غمگین دل ہو کر وہاں سے چل دیا اور سخت رنج و غم میں تھا کہ حضور ﷺ نے مجھے یاد فرمایا اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے تیرا عذر نازل فرمایا ہے اور تیری سچائی ظاہر کی ہے اور یہ آیت اتری ﴿هُمُ الَّذِينَ﴾ الخ یہ حدیث اور بھی بہت سی کتابوں میں ہے [3] مسند احمد میں ہے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کا یہ بیان اس طرح ہے کہ میں اپنے چچا کے ساتھ ایک غزوے میں تھا اور میں نے عبداللہ بن ابی کی دونوں باتیں سنیں میں نے اپنے چچا سے بیان کیں اور میرے چچا نے حضور ﷺ سے عرض کیں جب آپ نے اسے بلایا تو اس نے انکار کیا اور قسمیں کھا گیا۔ حضور ﷺ نے اسے سچا اور مجھے جھوٹا جانا میرے چچا نے بھی مجھے برا بھلا کہا مجھے اس قدر غم و ندامت ہوئی کہ میں نے گھر سے باہر نکلنا چھوڑ دیا یہاں تک کہ یہ سورت اتری اور آپ نے میری تصدیق کی اور مجھے یہ سورت سنائی۔ [4] مسند کی اور روایت میں ہے کہ ایک سفر

---

[1] [مرسل : دلائل النبوة للبيهقي (٤/ ٥٢ ـ ٥٣)]

[2] [صحيح : صحيح بخاری : كتاب التفسير : باب قوله سواء عليهم استغفرت لهم (٤٩٠٥) صحيح مسلم : كتاب البر والصلة : باب نصر الاخ ظالما او مظلوما (٢٥٨٤) ترمذی : كتاب تفسير القرآن : باب ومن سورة المنافقين (٣٣١٥) مسند احمد (٣/ ٣٣٨)]

[3] [صحيح : صحيح بخاری : كتاب التفسير : باب ذلك بانهم النوتم كفروا (٩٠٢) ترمذی : كتاب تفسير القرآن : باب ومن سورة المنافقين (٣٣١٤) مسند احمد (٤/ ٣٦٨)]

[4] [صحيح : صحيح بخاری: كتاب التفسير : باب اتخذوا ايمانهم جنة (٤٠٩١)]

کے موقعہ پر جب صحابہ رضی اللہ عنہم کو تنگی پہنچی تو اس نے انہیں کچھ دینے کی ممانعت کردی الخ۔ [1] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب انہیں اس لئے بلوایا کہ آپ ان کیلئے استغفار کریں تو انہوں نے اس سے بھی منہ پھیرلیا' قرآن کریم نے انہیں ٹیک لگائی ہوئی لکڑیاں اس لئے کہا کہ یہ لوگ اچھے جمیل جسم والے تھے [2] ترمذی میں حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم ایک غزوے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے ہمارے ساتھ کچھ اعرابی لوگ بھی پانی کی جگہ پہنچے وہ پہلے پہنچنا چاہتے تھے ہم بھی اسی کی کوشش میں رہتے تھے ایک مرتبہ ایک اعرابی نے جا کر پانی پر قبضہ کر کے حوض پر کرلیا اور اس کے اردگرد پتھر رکھ دیئے اور اوپر سے چمڑا پھیلا دیا ایک انصاری نے آ کر اس حوض میں سے اپنے اونٹ کو پانی پلانا چاہا اس نے روکا انصاری نے پلانے پر زور دیا اور اس نے ایک لکڑی اٹھا کر انصاری رضی اللہ عنہ کے سر پر ماری جس سے اس کا سر زخمی ہوگیا۔ یہ چونکہ عبداللہ بن ابی کا ساتھی تھا سیدھا اس کے پاس آیا اور تمام ماجرا کہہ سنایا عبداللہ بن ابی بہت بگڑا' اور کہنے لگا ان اعرابیوں کو کچھ نہ دو خود بھوکے مرتے بھاگ جائیں گے' یہ اعرابی کھانے کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آجاتے تھے اور کھالیا کرتے تھے تو عبداللہ بن ابی نے کہا تم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کھانا لے کر ایسے وقت جاؤ جب یہ لوگ نہ ہوں آپ اپنے ساتھیوں کے ساتھ کھالیں گے یہ رہ جائیں گے یونہی بھوکوں مرتے بھاگ جائیں گے اور اب ہم مدینہ جا کر ان کمینوں کو نکال باہر کریں گے' میں اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ردیف تھا اور میں نے یہ سب سنا اپنے چچا سے ذکر کیا چچا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا آپ نے اسے بلوایا یہ انکار کر گیا اور حلف اٹھالیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے سچا سمجھا اور مجھے جھوٹا قرار دیا میرے چچا میرے پاس آئے اور کہا تم نے یہ حرکت کیا کی؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تجھ پر ناراض ہوگئے اور تجھے جھوٹا جانا اور دیگر مسلمانوں نے بھی جھوٹا سمجھا مجھ پر غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا سخت غم واندوہ کی حالت میں سر جھکائے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا رہا تھا تھوڑی ہی دیر گزری ہوگی کہ آپ میرے پاس آئے' میرا کان پکڑا' جب میں نے سر اٹھا کر آپ کی طرف دیکھا تو آپ مسکرائے اور چل دیئے' اللہ کی قسم مجھے اس قدر خوشی ہوئی کہ بیان سے باہر ہے اگر دنیا کی ابدی زندگی مل جاتی جب بھی میں اتنا خوش نہ ہو سکتا' پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ میرے پاس آئے اور پوچھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تم سے کیا کہا؟ میں نے کہا: فرمایا تو کچھ بھی نہیں مسکراتے ہوئے تشریف لے گئے' آپ نے فرمایا بس خوش ہو' آپ کے بعد ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ تشریف لائے یہی سوال مجھ سے کیا اور میں نے یہی جواب دیا صبح کو سورۂ منافقون نازل ہوئی۔ [3] دوسری روایت میں اس سورت کا ﴿مِنۡهَا الۡاَذَلَّ﴾ تک پڑھنا بھی مروی ہے [4] عبداللہ بن لہیعہ اور موسیٰ بن عقبہ نے بھی اسی

---

[1] [صحیح: مسند احمد (۳۷۳/٤)]

[2] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب التفسیر: باب اذا جاءك المنافقون (٤٩٠٠)،(٤٩٠٣) صحیح مسلم: کتاب صفات المنافقین: باب صفات المنافقین واحکامهم (۲۷۷۲)]

[3] [صحیح: ترمذی: کتاب تفسیر القرآن: باب ومن سورة المنافقین (۳۳۱۳) دلائل النبوة للبیهقی (٥٤/٤)] امام ترمذیؒ نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔ شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔[صحیح ترمذی]

[4] [حسن: مستدرك حاکم (٤٨٨/٢)] حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو حسن کہتے ہیں۔]

حدیث کو مغازی میں بیان کیا ہے لیکن ان دونوں کی روایت میں خبر پہنچانے والے کا نام اوس بن اقرم ہے جو قبیلہ بنو حارث بن خزرج میں سے تھے، تو ممکن ہے کہ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے بھی خبر پہنچائی ہو اور حضرت اوس رضی اللہ عنہ نے بھی اور یہ بھی ممکن ہے کہ راوی سے نام میں غلطی ہوگئی ہو۔ واللہ اعلم' ابن ابی حاتم میں ہے کہ یہ واقعہ غزوہ مریسیع کا ہے یہ وہ غزوہ ہے جس میں حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو بھیج کر حضور ﷺ نے مناۃ بت کو تڑوایا تھا جو قفا مشلّل اور سمندر کے درمیان تھا' اسی غزوہ میں دو شخصوں کے درمیان جھگڑا ہو گیا ایک مہاجر تھا دوسرا قبیلہ بہز کا تھا اور قبیلہ بہز انصاریوں کا حلیف تھا بہزی نے انصاریوں کو اور مہاجر نے مہاجرین کو آواز دی کچھ لوگ دونوں طرف سے کھڑے ہوگئے اور جھگڑا ہونے لگا جب ختم ہوا تو منافق اور بیمار دل لوگ عبداللہ بن ابی کے پاس جمع ہوئے اور کہنے لگے ہمیں تو تم سے بہت کچھ امیدیں تھیں تم ہمارے دشمنوں سے ہمارا بچاؤ تھے اب تو تم بیکار ہوگئے ہو' نفع کا خیال نہ نقصان کا تم نے ہی ان جلالیب کو اتنا چڑھا دیا کہ بات بات پر سر پر چڑھ دوڑیں' نئے مہاجرین کو یہ لوگ جلالیب کہتے تھے' اس دشمن اللہ نے جواب دیا کہ اب مدینہ پہنچتے ہی ان سب کو دیس سے نکالا دیں گے' مالک بن دخشن جو منافق تھا اس نے کہا میں تو تمہیں پہلے ہی سے کہتا ہوں کہ ان لوگوں کے ساتھ سلوک کرنا چھوڑ دو خود بخود منتشر ہو جائیں گے یہ باتیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سن لیں اور خدمت نبوی میں آ کر عرض کرنے لگے کہ اس بانی فتنہ عبداللہ بن ابی کا قصہ پاک کرنے کی مجھے اجازت دیجئے آپ نے فرمایا اچھا اگر اجازت دوں تو کیا تم قتل کر ڈالو گے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ اللہ کی قسم ابھی اپنے ہاتھ سے اس کی گردن مار دوں گا' آپ نے فرمایا اچھا بیٹھ جاؤ اتنے میں حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ بھی یہی کہتے ہوئے آئے آپ نے ان سے بھی یہی پوچھا اور انہوں نے بھی یہی جواب دیا آپ نے انہیں بھی بٹھا لیا' پھر تھوڑی دیر گزری ہوگی کہ کوچ کرنے کا حکم دیا اور وقت سے پہلے لشکر نے کوچ کیا' وہ دن رات دوسری صبح برابر چلتے ہی رہے جب دھوپ میں تیزی آ گئی' اترنے کو فرمایا' پھر دوپہر ڈھلتے ہی جلدی سے کوچ کیا اور اسی طرح چلتے رہے تیسرے دن صبح کو قفا مشلّل سے مدینہ شریف پہنچ گئے' حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بلوایا ان سے پوچھا کہ کیا میں اس کے قتل کا تجھے حکم دیتا تو تو اسے مار ڈالتا؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یقیناً میں اس کا سر تن سے جدا کر دیتا۔ آپ نے فرمایا اگر تو اسے اس دن قتل کر ڈالتا تو بہت سے لوگوں کے ناک خاک آلود ہو جاتے کہ میں اگر انہیں کہتا تو وہ بھی اسے مار ڈالنے میں تامل نہ کرتے پھر لوگوں کو باتیں بنانے کا موقعہ ملتا کہ محمد (ﷺ) اپنے ساتھیوں کو بے دردی کے ساتھ مار ڈالتا ہے اسی واقعہ کا بیان ان آیتوں میں ہے' یہ سیاق بہت غریب ہے اور اس میں بہت ایسی عمدہ باتیں ہے جو دوسری روایتوں میں نہیں' سیرۃ محمد بن اسحاق میں ہے کہ عبداللہ بن ابی منافق کے بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ جو پکے سچے مسلمان تھے اس واقعہ کے بعد نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور گزارش کی کہ یا رسول اللہ ﷺ میں نے سنا ہے کہ میرے باپ نے جو بکواس کی ہے اس کے بدلے آپ اسے قتل کرنا چاہتے ہیں اگر یونہی ہے تو اس کے قتل کا حکم آپ کسی اور کو نہ کیجئے میں خود جاتا ہوں اور ابھی اس کا سر آپ کے قدموں تلے ڈالتا ہوں' قسم اللہ کی قبیلہ خزرج کا ایک ایک شخص جانتا ہے کہ مجھ سے زیادہ کوئی بیٹا اپنے باپ سے

احسان وسلوک اور محبت وعزت کرنے والا نہیں (لیکن میں فرمان رسول ﷺ پر اپنے پیارے باپ کی گردن مارنے کو تیار ہوں) اگر آپ نے کسی اور کو یہ حکم دیا اور اس نے اسے مارا تو مجھے ڈر ہے کہ کہیں جوش انتقام میں میں اسے نہ مار بیٹھوں اور ظاہر ہے کہ اگر یہ حرکت مجھ سے ہوگئی تو میں کافر کے بدلے ایک مسلمان کو مار کر جہنمی بن جاؤں گا آپ میرے باپ کے قتل کا حکم دیجئے آپ نے فرمایا نہیں نہیں میں اسے قتل کرنا نہیں چاہتا ہم تو اس سے اور نرمی برتیں گے۔ اور اس کے ساتھ حسن سلوک کریں گے جب تک وہ ہمارے ساتھ ہے [1] حضرت عکرمہؒ اور حضرت ابن زید رحمہم اللہ کا بیان ہے کہ جب حضور ﷺ اپنے لشکروں سمیت مدینہ پہنچے تو اس منافق عبداللہ بن ابی کے لڑکے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ مدینہ شریف کے دروازے پر کھڑے ہوگئے تلوار کھینچ لی لوگ مدینہ میں داخل ہونے لگے یہاں تک کہ ان کا باپ آیا تو یہ فرمانے لگے پرے رہو مدینہ میں نہ جاؤ اس نے کہا کیا بات ہے؟ مجھے کیوں روک رہا ہے؟ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تو مدینہ میں نہیں جاسکتا جب تک تیرے لئے اللہ اور اس کے رسول اجازت نہ دیں عزت والے آپ ہی ہیں اور تو ذلیل ہے یہ رک کر کھڑا ہوگیا یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے آپ کی عادت مبارک تھی کہ لشکر کے آخری حصے میں ہوتے تھے آپ کو دیکھ کر اس منافق نے اپنے بیٹے کی شکایت کی آپ نے ان سے پوچھا کہ اسے کیوں روک رکھا ہے؟ انہوں نے کہا قسم اللہ کی جب تک آپ کی اجازت نہ ہو یہ اندر نہیں جاسکتا چنانچہ حضور ﷺ نے اجازت دی حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اپنے باپ کو شہر میں داخل ہونے دیا [2] مسند حمیدی میں ہے کہ آپ نے اپنے والد سے کہا جب تک تو اپنی زبان سے یہ نہ کہے کہ رسول اللہ ﷺ عزت والے اور میں ذلیل تو مدینہ میں نہیں جاسکتا اور اس سے پہلے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا تھا کہ یا رسول اللہ ﷺ اپنے باپ کی ہیبت کی وجہ سے میں نے آج تک نگاہ اونچی کر کے ان کے چہرے کو بھی نہیں دیکھا لیکن آپ اگر اس پر ناراض ہیں تو مجھے حکم دیجئے میں ابھی اس کی گردن حاضر کرتا ہوں کسی اور کو اس کے قتل کا حکم نہ دیجئے ایسا نہ ہو کہ میں اپنے باپ کے قاتل کو اپنی آنکھوں سے چلتا پھرتا نہ دیکھ سکوں۔ [3]

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَاۤ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝ وَاَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُوْلَ رَبِّ لَوْلَاۤ اَخَّرْتَنِيْۤ اِلٰۤى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ وَلَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا ۚ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝

---

[1] [مرسل : تفسير ابن جرير الطبري (٣٤١٧٩) سيرة ابن هشام (٣/٢٢٩)]

[2] [مرسل : تفسير ابن جرير طبري (٣٤١٧١)]

[3] [مسند حميدى (٢/٥٢٠)، (١٢٤٠)]

اے مسلمانو! تمہارا مال اور تمہاری اولادیں تمہیں اللہ کے ذکر سے غافل نہ کر دے جو ایسا کریں وہ بڑے ہی زیاں کار ہیں ○ اور جو کچھ ہم نے تمہیں دے رکھا ہے اس میں سے ہماری راہ میں اس سے پہلے خرچ کرو کہ تم میں سے کسی کو موت آ جائے تو کہنے لگے اے میرے پروردگار مجھے تو تھوڑی دیر کی مہلت کیوں نہیں دیتا؟ کہ میں صدقہ کر دوں اور نیک لوگوں میں سے ہو جاؤں ○ جب کسی کی مدت عمر پوری ہو جائے پھر اسے اللہ تعالیٰ ہرگز مہلت نہیں دیتا' اور جو کچھ تم کرتے ہو اس سے اللہ تعالیٰ بخوبی باخبر ہے ○

مال واولاد ذکرِ الٰہی سے غافل نہ کر دے: اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کو حکم دیتا ہے کہ وہ بکثرت ذکر اللہ کیا کریں اور وہ تنبیہ کرتا ہے کہ ایسا نہ ہو کہ مال واولاد کی محبت میں پھنس کر ذکر اللہ سے غافل ہو جاؤ' پھر فرماتا ہے کہ جو ذکر اللہ سے غافل ہو جائے اور دنیا کی زینت کو ہی سب کچھ سمجھ بیٹھے اپنے رب کی اطاعت میں سست پڑ جائے' وہ اپنا نقصان آپ کرنے والا ہے۔ پھر اپنی اطاعت میں مال خرچ کرنے کا حکم دے رہا ہے کہ اپنی موت سے پہلے خرچ کر لو' موت کے وقت کی بے کسی دیکھ کر نادم ہونا اور امیدیں باندھنا کچھ نفع نہ دے گا' اس وقت انسان چاہے گا کہ تھوڑی سی دیر کیلئے بھی اگر چھوڑ دیا جائے تو جو کچھ نیک عمل ہو سکے کر لے اور اپنا مال بھی دل کھول کر راہ اللہ دے لے لیکن آہ اب وقت کہاں! آنے والی مصیبت آن پڑی اور نہ ٹلنے والی آفت سر پر کھڑی ہوگئی اور جگہ فرمان ہے ﴿وَاَنْذِرِ النَّاسَ يَوْمَ يَاْتِيْهِمُ الْعَذَابُ﴾ [1] الخ' یعنی لوگوں کو ہوشیار کر دے جس دن ان کے پاس عذاب آئے گا تو یہ ظالم کہنے لگیں گے اے ہمارے رب ہمیں تھوڑی سی مہلت مل جائے تاکہ ہم تیری دعوت قبول کر لیں اور تیرے رسولوں کی اتباع کریں۔ اس آیت میں تو کافروں کی مذمت کا ذکر ہے' دوسری آیت میں نیک عمل میں کمی کرنے والوں کے افسوس کا بیان اس طرح ہوا ہے ﴿حَتّٰٓى اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ﴾ [2] الخ یعنی جب ان میں سے کسی کو موت آنے لگتی ہے تو کہتا ہے ''میرے رب مجھے لوٹا دے تو میں نیک اعمال کر لوں''۔ یہاں فرماتا ہے ''موت کا وقت آگے پیچھے نہیں ہوتا' اللہ خود خبر رکھنے والا ہے کہ کون اپنے قول میں صادق ہے اور اپنے سوال میں حق بجانب ہے یہ لوگ تو اگر لوٹائے جائیں تو پھر ان باتوں کو بھول جائیں گے اور وہی کچھ کرنے لگ جائیں گے جو اس سے پہلے کرتے رہے'' ترمذی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ہر وہ شخص جو مالدار ہو اور اس نے حج نہ کیا ہو یا زکوٰۃ نہ دی ہو وہ موت کے وقت واپس لوٹنے کی آرزو کرتا ہے ایک شخص نے کہا حضرت! اللہ کا خوف کیجئے واپسی کی آرزو تو کافر کرتے ہیں آپ نے فرمایا جلدی کیوں کرتے ہو؟ سنو قرآن فرماتا ہے پھر آپ نے یہ پورا رکوع تلاوت کر سنایا اس نے پوچھا زکوٰۃ کتنے میں واجب ہے؟ فرمایا دو سو اور اس سے زیادہ میں۔ پوچھا حج کب فرض ہو جاتا ہے؟ فرمایا جب راہ خرچ اور سواری خرچ کی طاقت ہو [3] ایک

---

[1] [سورۃ ابراھیم: آیت ٤٤]

[2] [سورۃ المومنون : آیت ٩٩۔ ١٠٠]

[3] [ضعیف : ترمذی : کتاب تفسیر القرآن : باب ومن سورۃ المنافقین (٣٣١٦) تفسیر ابن جریر الطبری (٣٤١٨١) العقیلی فی الضعفاء (١٣٤/٢) ابن عدی (١١٣٣/٣)] شیخ البانیؒ اسے ضعیف کہتے ہیں۔ [ضعیف ترمذی] اس کی سند میں ابوجناب کلبی ضعیف ہے۔]

مرفوع روایت بھی اسی طرح مروی ہے لیکن موقوف ہی زیادہ صحیح ہے۔ ضحاک کی روایت ابن عباس رضی اللہ عنہما والی بھی منقطع ہے' دوسری سند میں ایک راوی ابو جناب کلبی رحمہ اللہ ہے وہ بھی ضعیف ہے' واللہ اعلم' ابن ابی حاتم میں ہے کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے صحابہ رضی اللہ عنہم نے زیادتی عمر کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا جب اجل آ جائے پھر موخر نہیں ہوتی زیادتی عمر صرف اس طرح ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی بندے کو نیک صالح اولاد دے جو اس کیلئے اس کے مرنے کے بعد دعا کرتی رہے اور وہ دعا اسے اس کی قبر میں پہنچتی رہے۔ [1] اللہ کے فضل وکرم اور لطف ورحم سے سورۂ منافقون کی تفسیر ختم ہوئی۔ فالحمدللہ۔

تفسیر سورۃ التغابن

ابن عساکر کی ایک بہت ہی غریب بلکہ منکر حدیث میں ہے کہ جو بچہ پیدا ہوتا ہے اس کے سر کے جوڑوں میں سورۂ تغابن کی پانچ آیتیں لکھی ہوتی ہیں۔ [2]

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ ۡ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ① هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَّمِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ② خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ ۚ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ③ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ④

آسمان وزمین کی ہر ہر چیز اللہ کی پاکی بیان کرتی ہے' اسی کی سلطنت ہے اور اسی کی تعریف ہے' اور وہ ہر ہر چیز پر قادر ہے ○ اسی نے تمہیں پیدا کیا ہے سو تم میں بعض تو کافر ہیں اور بعض ایماندار ہیں' جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ خوب دیکھ رہا ہے ○ اسی نے آسمانوں کو اور زمین کو عدل وحکمت سے پیدا کیا اسی نے تمہاری صورتیں بنائیں اور بہت اچھی بنائیں اور اسی کی طرف لوٹنا ہے ○ وہ آسمان وزمین کی ہر چیز کا علم رکھتا ہے اور جو کچھ تم چھپاؤ اور ظاہر کرو وہ سب کو جانتا ہے' اللہ تو دلوں کی باتوں تک کو جاننے والا ہے ○

مسبحات کی سورتوں میں سب سے آخری سورت یہی ہے' مخلوقات کی تسبیح الٰہی کا بیان کئی دفعہ ہو چکا ہے' ملک وحمد والا اللہ ہی ہے ہر چیز پر اس کی حکومت کام میں اور ہر چیز کا اندازہ مقرر کرنے میں۔ وہ تعریف کا مستحق' جس چیز

---

[1] [اسنادہ موضوع : تفسیر ابن ابی حاتم] حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو موضوع کہتے ہیں۔]

[2] [موضوع : طبرانی اوسط (۱۷۸٤) ابن حبان (۸۱/۳)] امام ابن جوزی رحمہ اللہ نے اسے موضوعات میں ذکر کیا ہے۔[۱۵۲/۱] ابن طاہر مقدسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس میں ولید بن ولید قابل حجت نہیں۔[معرفة التذكرة (٦٨٠)]

کا ارادہ کرے اس کو پورا کرنے کی قدرت بھی رکھتا ہے نہ کوئی اس کا مزاحم بن سکے نہ اسے کوئی روک سکے وہ اگر نہ چاہے تو کچھ بھی نہ ہو، وہی تمام مخلوق کا خالق ہے اس کے ارادے سے بعض انسان کافر ہوئے بعض مومن، وہ بخوبی جانتا ہے کہ مستحق ہدایت کون ہے؟ اور مستحق ضلالت کون ہے؟ وہ بندوں کے اعمال پر شاہد ہے اور ہر ایک عمل کا پورا پورا بدلہ دے گا' اس نے عدل وحکمت کے ساتھ آسمان وزمین کی پیدائش کی ہے' اس نے تمہیں پاکیزہ اور خوبصورت شکلیں دے رکھی ہیں' جیسے اور جگہ ارشاد ہے ﴿یَا اَیُّهَا الْاِنْسَانُ مَاغَرَّکَ﴾ [1] الخ اے انسان تجھے تیرے رب کریم سے کس چیز نے غافل کر دیا' اسی نے تجھے پیدا کیا پھر درست کیا پھر ٹھیک ٹھاک کیا اور جس صورت میں چاہا تجھے ترکیب دی۔ اور جگہ ارشاد ہے ﴿اَللّٰهُ الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ قَرَارًا﴾ [2] الخ' اللہ ہی ہے جس نے تمہارے لئے زمین کو قرارگاہ اور آسمان کو چھت بنایا اور تمہیں بہترین صورتیں دیں اور پاکیزہ چیزیں کھانے کو عنایت فرمائیں' آخر سب کو اسی کی طرف لوٹنا ہے' آسمان وزمین اور ہر نفس اور کل کائنات کا علم اسے حاصل ہے یہاں تک کہ دل کے ارادوں اور پوشیدہ باتوں سے بھی واقف ہے۔

اَلَمْ یَاْتِکُمْ نَبَؤُا الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ ۫ فَذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۝۵ ذٰلِکَ بِاَنَّهٗ کَانَتْ تَّاْتِیْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ فَقَالُوْٓا اَبَشَرٌ یَّهْدُوْنَنَا ۫ فَکَفَرُوْا وَ تَوَلَّوْا وَّاسْتَغْنَی اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ غَنِیٌّ حَمِیْدٌ ۝۶

کیا تمہارے پاس اس سے پہلے کے کافروں کی خبر نہیں پہنچی؟ جنہوں نے اپنے اعمال کا وبال چکھ لیا' اور جن کیلئے دردناک عذاب ہے ○ اس لئے کہ ان کے پاس ان کے رسول معجزے لے کر آئے تو انہوں نے کہہ دیا کہ کیا انسان ہماری رہنمائی کرے گا؟ پس انکار کر دیا اور منہ پھیر لیا اللہ نے بھی بے نیازی کی' اور اللہ تو ہے ہی بہت بے پرواہ سب خوبیوں والا ○

یہاں گزشتہ کافروں کے کفر اور ان کی بری سزا اور بدترین بدلے کا ذکر ہو رہا ہے کہ کیا تمہیں تم سے پہلے منکروں کا حال معلوم نہیں؟ کہ رسولوں کی مخالفت اور حق کی تکذیب کیا رنگ لائی؟ اور آخرت میں برباد ہو گئے یہاں بھی اپنے بد افعال کا خمیازہ بھگتا اور وہاں کا بھگتنا ابھی باقی ہے جو نہایت الم انگیز ہے۔ اس کی وجہ سوا اس کے کچھ بھی نہیں کہ دلائل و براہین اور روشن نشان کے ساتھ جو انبیاء اللہ علیہم السلام ان کے پاس آئے انہوں نے انہیں نہ مانا اور اپنے نزدیک اسے محال جانا کہ انسان پیغمبر ہو اور انہی جیسے ایک آدم زاد کے ہاتھ پر انہیں ہدایت دی جائے پس انکار کر بیٹھے اور عمل چھوڑ دیا' اللہ تعالیٰ نے بھی ان سے بے پرواہی برتی وہ تو غنی ہے ہی اور ساتھ ہی حمد وثنا کے لائق بھی۔

---

[1] [سورۃ الانفطار: آیت ٦ـ٨]

[2] [سورۃ غافر: آیت ٦٤]

زَعَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اَنْ لَّنْ يُّبْعَثُوْا ؕ قُلْ بَلٰى وَ رَبِّیْ لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ ؕ وَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ۞ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ النُّوْرِ الَّذِیْۤ اَنْزَلْنَا ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۞ يَوْمَ يَجْمَعُكُمْ لِيَوْمِ الْجَمْعِ ذٰلِكَ يَوْمُ التَّغَابُنِ ؕ وَ مَنْ يُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ وَ يَعْمَلْ صَالِحًا يُّكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ وَ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَاۤ اَبَدًا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۞ وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَاۤ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَ بِئْسَ الْمَصِيْرُ ۞

ان کافروں کا خیال ہے کہ دوبارہ زندہ نہ کئے جائیں گے تو کہہ دے کہ ہاں اللہ کی قسم تم ضرور زندہ کئے جاؤ گے پھر جو تم نے کیا ہے اس کی خبر دیئے جاؤ گے اللہ پر یہ بالکل ہی آسان ہے ○ سو تم اللہ پر اور اس کے رسول پر اور اس نور پر جسے ہم نے نازل فرمایا ہے ایمان لاؤ اور اللہ تعالیٰ تمہارے عمل پر باخبر ہے ○ جس دن تم سب کو اس جمع ہونے کے دن جمع کرے گا وہ یہی دن ہے ہار جیت کا' جو شخص اللہ پر ایمان لا کر نیک عمل کرے اللہ اس سے اس کی برائیاں دور کر دے گا اور اسے جنتوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں جن میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے' یہی بہت بڑی کامیابی ہے ○ اور جن لوگوں نے نہ مانا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا وہ سب جہنمی ہیں جو جہنم میں ہمیشہ رہیں گے وہ بہت بری جگہ ہے پھر جانے کی ○

قیامت کے منکر مشرک: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کفار مشرکین ملحدین کہتے ہیں کہ مرنے کے بعد نہیں اٹھیں گے' اے نبی (ﷺ) تم ان سے کہہ دو کہ ہاں اٹھو گے پھر تمہارے تمام چھوٹے بڑے چھپے کھلے اعمال کا اظہار تم پر کیا جائے گا' سنو تمہارا دوبارہ پیدا کرنا تمہیں بدلے دینا وغیرہ تمام کام اللہ تعالیٰ پر بالکل آسان ہیں' یہ تیسری آیت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو قسم کھا کر قیامت کی حقانیت کے بیان کرنے کو فرمایا ہے' پہلی آیت تو سورۂ یونس میں ہے ﴿وَيَسْتَنْبِئُوْنَكَ اَحَقٌّ هُوَ قُلْ اِیْ وَرَبِّیْۤ اِنَّهٗ لَحَقٌّ وَمَاۤ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ﴾ [1] یعنی یہ لوگ تجھ سے پوچھتے ہیں کہ کیا وہ حق ہے؟ تو کہہ میرے رب کی قسم وہ حق ہے اور تم اللہ کو ہرا نہیں سکتے' دوسری آیت سورۂ سبا میں ہے ﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَاْتِيْنَا السَّاعَةُ قُلْ بَلٰى وَرَبِّیْ لَتَاْتِيَنَّكُمْ﴾ [2] کافر کہتے ہیں ہم پر قیامت نہ آئے گی تو کہہ دے کہ ہاں میرے رب کی قسم یقیناً اور بالضرور آئے گی' اور تیسری آیت یہی۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ اللہ پر' رسول اللہ پر' نور منزل یعنی قرآن کریم پر ایمان لاؤ تمہارا کوئی خفیہ عمل بھی اللہ تعالیٰ پر پوشیدہ نہیں۔ قیامت والے دن اللہ تعالیٰ تم سب کو جمع کرے گا اور اسی لئے اس کا نام یوم الجمع ہے' جیسے اور جگہ ہے ﴿ذٰلِكَ يَوْمٌ مَّجْمُوْعٌ لَّهُ النَّاسُ وَذٰلِكَ يَوْمٌ مَّشْهُوْدٌ﴾ [3] یہ لوگوں کے جمع کئے جانے اور ان کے حاضر باش ہونے کا دن ہے اور جگہ ہے ﴿قُلْ اِنَّ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ لَمَجْمُوْعُوْنَ اِلٰى مِيْقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ﴾ [4] یعنی قیامت

[1] [سورۂ یونس: آیت ۵۳]
[2] [سورۂ سبا: آیت ۳]
[3] [سورۂ ھود: آیت ۱۰۳]
[4] [سورۂ الواقعہ: آیت ۴۹-۵۰]

والے دن تمام اولین اور آخرین جمع کیے جائیں گے' ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں یوم التغابن قیامت کا ایک نام ہے' اس نام کی وجہ یہ ہے کہ اہل جنت اہل دوزخ کو نقصان میں ڈالیں گے حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس سے زیادہ تغابن کیا ہوگا کہ ان کے سامنے انہیں جنت میں اور ان کے سامنے انہیں جہنم میں لے جائیں گے۔ گویا اسی کی تفسیر اس کے بعد والی آیت میں ہے کہ ایماندار' نیک اعمال والوں کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے اور بہتی نہروں والی ہمیشہ رہنے والی جنت میں انہیں داخل کیا جائے گا۔ اور پوری کامیابی کو پہنچ جائے گا اور کفر و تکذیب کرنے والے جہنم کی آگ میں جائیں گے جہاں پڑے جلنے کا عذاب پاتے رہیں گے بھلا اس سے برا ٹھکانا اور کیا ہوسکتا ہے؟

مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَمَنْ يُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ يَهْدِ قَلْبَهٗ ۭ وَاللّٰهُ
بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ⑪ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاِنَّمَا
عَلٰي رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ⑫ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ وَعَلَي اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ
الْمُؤْمِنُوْنَ ⑬

کوئی مصیبت بغیر اللہ کی اجازت کے نہیں پہنچ سکتی' جو اللہ پر ایمان لائے اللہ اس کے دل کو ہدایت دیتا ہے' اور اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے ○ لوگو! اللہ کا کہنا مانو اور اس کے رسول کا کہنا مانو پس اگر اعراض کرو تو ہمارے رسول کے ذمہ صرف صاف صاف پہنچا دینا ہے ○ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں' مسلمانوں کو اللہ ہی پر توکل رکھنا چاہئے ○

مختار کل صرف اللہ تعالیٰ: سورۂ حدید میں بھی یہ مضمون گزر چکا ہے کہ جو کچھ ہوتا ہے وہ اللہ کی اجازت اور اس کے حکم سے ہوتا ہے اس کی قدر و مشیت کے بغیر کچھ بھی نہیں ہوسکتا' اب جس شخص کو کوئی تکلیف پہنچے وہ جان لے کہ اللہ تعالیٰ کی قضاو قدر سے مجھے یہ تکلیف پہنچی' پھر صبر و تحمل سے کام لے اللہ کی مرضی پر ثابت قدم رہے' ثواب اور بھلائی کی امید رکھے رضا بہ قضا کے سوا لب نہ ہلائے تو اللہ تعالیٰ اس کے دل کی رہبری کرتا ہے اور اسے بدلے کے طور پر ہدایت قلبی عطا فرماتا ہے۔ وہ دل میں یقین صادق کی چمک دیکھتا ہے اور بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ اس مصیبت کا بدلہ یا اس سے بھی بہتر دنیا میں ہی عطا فرما دیتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ اس کا ایمان مضبوط ہو جاتا ہے' اسے مصائب ڈگمگا نہیں سکتے' وہ جانتا ہے کہ جو پہنچا وہ خطا کرنے والا نہ تھا اور جو نہ پہنچا وہ ملنے والا ہی نہ تھا' حضرت علقمہ رحمہ اللہ کے سامنے یہ آیت پڑھی جاتی ہے اور آپ سے اس کا مطلب دریافت کیا جاتا ہے تو فرماتے ہیں اس سے مراد وہ شخص ہے جو ہر مصیبت کے وقت اس بات کا عقیدہ رکھے کہ یہ منجانب اللہ ہے پھر راضی خوشی اسے برداشت کر لے' یہ بھی مطلب ہے کہ وہ انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھ لے۔ [1] متفق علیہ حدیث میں ہے کہ مومن پر تعجب ہے ہر ایک بات میں اس کیلئے بہتری ہوتی ہے نقصان پر صبر و ضبط کر کے نفع اور بھلائی پر شکر

[1] [سورۃ البقرہ: آیت ۱۵۶]

واحسان مندی کر کے بہتری سمیٹ لینا ہے یہ دوطرفہ بھلائی مومن کے سوا کسی اور کے حصے میں نہیں [1] مسند احمد میں ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ یارسول اللہ ﷺ سب سے افضل عمل کونسا ہے؟ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا' اس کی تصدیق کرنا اس کی راہ میں جہاد کرنا۔ اس نے کہا حضرت! میں کوئی آسان کام چاہتا ہوں آپ نے فرمایا جو فیصلہ قسمت کا تجھ پر جاری ہو تو اس میں اللہ تعالیٰ کا گلہ شکوہ نہ کر اس کی رضا پر راضی رہ یہ اس سے ہلکا امر ہے۔ [2] پھر اپنی اور اپنے رسول ﷺ کی اطاعت کا حکم دیتا ہے کہ امور شرعی میں ان اطاعتوں میں سرمو تجاوز نہ کرو جس کا حکم ملے بجالاؤ' جس سے روکا جائے رک جاؤ' اگر تم اس کے ماننے سے اعراض کرتے ہو تو ہمارے رسول ﷺ پر کوئی بوجھ نہیں' ان کے ذمہ صرف تبلیغ تھی جو وہ کر چکے اب عمل نہ کرنے کی سزا تمہیں اٹھانا پڑے گی۔ پھر فرمان ہے کہ اللہ تعالیٰ واحد وصمد ہے اس کے سوا کسی کی ذات کسی طرح کی عبادت کے لائق نہیں' یہ خبر معنی میں طلب کے ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی توحید مانو اخلاص کے ساتھ صرف اسی کی عبادت کرو' پھر فرماتا ہے چونکہ توکل اور بھروسہ کے لائق بھی وہی ہے تم اسی پر بھروسہ رکھو' جیسے اور جگہ ہے ﴿رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا﴾ [3] مشرق اور مغرب کا رب وہی ہے' معبود حقیقی بھی اس کے سوا کوئی نہیں تو اسی کو اپنا کارساز بنالے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ ۚ
وَاِنْ تَعْفُوْا وَتَصْفَحُوْا وَتَغْفِرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿١٤﴾ اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَ
اَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۭ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿١٥﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَاسْمَعُوْا
وَاَطِيْعُوْا وَاَنْفِقُوْا خَيْرًا لِّاَنْفُسِكُمْ ۭ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰۗىِٕكَ
هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿١٦﴾ اِنْ تُقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعِفْهُ لَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۭ
وَاللّٰهُ شَكُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿١٧﴾ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿١٨﴾

اے ایمان والو! تمہاری بعض بیویاں اور بعض بچے تمہارے دشمن ہیں خبردار ان سے ہوشیار رہنا' اگر تم معاف کر دو اور درگزر کر جاؤ اور بخش دو تو اللہ تعالیٰ بخشنے والا ہے ○ تمہارے مال و اولاد تو سراسر تمہاری آزمائش ہی ہے' اور بہت بڑا اجر اللہ کے پاس ہے ○ پس جہاں تک تم سے ہو سکے اللہ سے ڈرتے رہو اور سنتے اور مانتے چلے جاؤ اور اللہ کی راہ میں خیرات کرتے رہو جو تمہارے لئے بہتر ہے اور جو شخص اپنے نفس کی حرص سے محفوظ رکھا جائے وہی کامیاب ہے ○ اگر تم اللہ کو اچھا قرض دو گے (یعنی اسکی راہ میں خرچ کرو گے) تو وہ اسے تمہارے لئے بڑھاتا جائے گا اور تمہارے گناہ معاف فرما دے گا' اللہ بڑا قدردان بڑا بردبار ہے ○ وہ پوشیدہ اور ظاہر کا جاننے والا ہے زبردست حکمت والا ہے ○

---

① [صحيح : صحيح مسلم : كتاب الزهد : باب المومن امره كله خير (٢٩٩٩) مسند احمد (٤/٣٣٢)]

② [ضعيف : مسند احمد (٥/٣١٨) مجمع الزوائد (١/٦٤)] اس کی سند میں ابن لہیعہ ضعیف ہے۔

③ [سورۃ المزمل: آیت ۹]

بعض بیویاں اور بچے فتنہ ہیں: ارشاد ہوتا ہے کہ بعض عورتیں اپنے مردوں کو اور بعض اولاد اپنے ماں باپ کو یاد اللہ اور نیک عمل سے روک دیتی ہے جو درحقیقت دشمنی ہے' جس سے پہلے بھی تنبیہ ہو چکی ہے کہ ایسا نہ ہو تمہارے مال اور تمہاری اولاد تمہیں یاد اللہ سے غافل کر دیں اگر ایسا ہو گیا تو تمہیں بڑا گھاٹا رہے گا یہاں بھی فرماتا ہے کہ ان سے ہوشیار رہو' اپنے دین کی نگہبانی ان کی ضروریات اور فرمائشات کے پورا کرنے پر مقدم رکھو' بیوی بچوں اور مال کی خاطر انسان قطع رحمی کر گزرتا ہے اللہ کی نافرمانی پر تل جاتا ہے ان کی محبت میں پھنس کر احکام اسلامی کو پس پشت ڈال دیتا ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں بعض اہل مکہ اسلام قبول کر چکے تھے مگر زن و فرزند کی محبت نے انہیں ہجرت سے روک دیا پھر جب اسلام کا خوب افشا ہو گیا تب یہ لوگ حاضر ہوئے دیکھا کہ ان سے پہلے کے مہاجرین نے بہت کچھ علم دین حاصل کر لیا ہے اب جی میں آیا کہ اپنے بال بچوں کو سزا دیں جس پر یہ فرمان ہوا کہ ﴿وَاِنْ تَعْفُوْا﴾ [1] الخ' یعنی اب درگزر کرو آئندہ کیلئے ہوشیار رہو' اللہ تعالیٰ مال و اولاد دے کر انسان کو پرکھ لیتا ہے کہ معصیت میں مبتلا ہونے والے کون ہیں؟ اور اطاعت گزار کون ہیں؟ اللہ کے پاس جو اجر عظیم ہے تمہیں چاہئے اس پر نگاہیں رکھو جیسے اور جگہ فرمان ہے ﴿زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ﴾ [2] الخ' یعنی بطور آزمائش کے لوگوں کے لئے دنیوی خواہشات یعنی بیویاں اور اولاد' سونے چاندی کے بڑے بڑے لگے ہوئے ڈھیر' شائستہ گھوڑے' مویشی' کھیتی کی محبت کو زینت دی گئی ہے مگر یہ سب دنیا کی چند روزہ زندگی کا سامان ہے' اور ہمیشہ رہنے والا اچھا ٹھکانا تو اللہ ہی کے پاس ہے۔ مسند احمد میں ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ فرما رہے تھے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ لمبے لمبے کرتے پہنے آ گئے دونوں بچے کرتوں میں الجھ کر گرتے پڑتے آ رہے تھے یہ کرتے سرخ رنگ کے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظریں جب ان پر پڑیں تو منبر سے اتر کر انہیں اٹھا کر لائے اور اپنے سامنے بٹھا لیا اور فرمانے لگے اللہ تعالیٰ سچا ہے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی سچ فرمایا ہے کہ تمہارے مال و اولاد فتنہ ہیں ان دونوں کو گرتے پڑتے آتے دیکھ کر صبر نہ کر سکا آخر خطبہ چھوڑ کر انہیں اٹھانا پڑا۔ [3] مسند میں ہے حضرت اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کندہ قبیلے کے وفد میں میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت حاضر ہوا۔ آپ نے مجھ سے پوچھا تمہاری کچھ اولاد بھی ہے میں نے کہا ہاں اب آتے ہوئے ایک لڑکا ہوا ہے کاش کہ اس کی بجائے کوئی

---

[1] [صحیح: ترمذی: کتاب تفسیر القرآن: باب ومن سورة التغابن (۳۳۱۷)] امام ترمذیؒ نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔ شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔ [صحیح ترمذی]

[2] [سورة آل عمران: آیت ۱۴]

[3] [صحیح: ترمذی: کتاب المناقب: باب حمله ووضعه الحسن والحسین (۳۷۷۴) ابو داؤد: کتاب الصلاة: باب الامام یقطع الخطبة للامر یحدث (۱۱۰۹) ابن ماجه: کتاب اللباس: باب لبس الاحمر للرجال (۳۶۰۰) نسائی: کتاب الجمعة: باب نزول الامام عن المنبر قبل فراغه من الخطبه (۱۴۱۲) مسند احمد (۵/۳۵٤) مستدرك حاكم (٤/۳۵٤)] امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ شیخ البانیؒ بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔ [صحیح ترمذی]

درندہ ہی ہوتا آپ نے فرمایا خبردار! ایسا نہ کہو ان میں آنکھوں کی ٹھنڈک ہے' اور اگر انتقال کر جائیں تو اجر ہے' پھر فرمایا ہاں یہی بزدلی اور غم کا سبب بھی بن جاتے ہیں یہ بزدلی اور غم بھی ہیں [1] بزار میں ہے اولاد دل کا پھل ہے اور یہ بخل ونامردی اور غمگینی کا باعث بھی ہے [2] طبرانی میں ہے تیرا دشمن صرف وہی نہیں جو تیرے مقابلے میں کفر پر جم کر لڑائی کیلئے آیا کیونکہ اگر تو نے اسے قتل کر دیا تو تیرے لئے باعث نور ہے اور اگر اس نے تجھے قتل کر دیا تو تو قطعاً جنتی ہو گیا۔ پھر فرمایا شاید تیرا دشمن تیرا بچہ ہے جو تیری پیٹھ سے نکلا پھر تجھ سے دشمنی کرنے لگا تیرا پورا دشمن تیرا مال ہے جو تیری ملکیت میں ہے پھر دشمنی کرتا ہے۔ [3] پھر فرماتا ہے اپنے مقدور بھر اللہ کا خوف رکھو اس کے عذاب سے بچنے کی کوشش کرو' بخاری ومسلم میں ہے جو حکم میں کروں اسے اپنی مقدور بھر بجا لاؤ جس سے میں روک دوں رک جاؤ [4] بعض مفسرین کا فرمان ہے کہ سورۂ آل عمران کی آیت ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ﴾ [5] الخ کی ناسخ یہ آیت ہے' یعنی پہلے فرمایا تھا اللہ تعالیٰ سے اس قدر ڈرو جتنا اس سے ڈرنا چاہئے لیکن اب فرما دیا کہ اپنی طاقت کے مطابق' چنانچہ حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں پہلی آیت لوگوں پر بھاری پڑی تھی اس قدر لمبے قیام کرتے تھے کہ پیروں پر ورم آ جاتا تھا اور اتنے لمبے سجدے کرتے تھے کہ پیشانیاں زخمی ہو جاتی تھیں پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتار کر تخفیف کر دی' اور بھی بعض مفسرین نے یہی فرمایا ہے اور پہلی آیت کو منسوخ اور اس دوسری آیت کو ناسخ بتایا ہے' پھر فرماتا ہے: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانبردار بن جاؤ ان کے فرمان سے ایک انچ ادھر ادھر نہ ہٹو' نہ آگے بڑھو' نہ پیچھے سرکو' نہ امر کو چھوڑو' نہ نہی کا خلاف کرو' جو اللہ نے تمہیں دے رکھا ہے اس میں سے رشتہ داروں کو فقیروں مسکینوں کو اور حاجت مندوں کو دیتے رہو' اللہ نے تم پر احسان کیا تم دوسری مخلوق پر احسان کرو تا کہ اس جہان میں بھی اللہ کے احسان کے مستحق بن جاؤ اور اگر یہ نہ کیا تو دونوں جہان کی بربادی اپنے ہاتھوں آپ مول لو گے' آیت ﴿وَمَنْ يُّوْقَ﴾ [6] الخ کی تفسیر سورہ حشر کی اس آیت میں گزر چکی ہے۔ جب تم کوئی چیز راہ اللہ دو گے اللہ اس کا بدلہ دے گا ہر صدقے کی جزا عطا فرمائے گا' تمہارا مسکینوں کے ساتھ سلوک کرنا گویا اللہ کو قرض دینا ہے۔ بخاری ومسلم کی حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کون ہے۔ جو ایسے کو قرض دے جو نہ تو ظالم ہو نہ مفلس ہو نہ نادہندہ [7] پس فرماتا ہے وہ تمہیں بہت کچھ بڑھا چڑھا کر پھیر دے گا' جیسے سورۂ بقرہ میں بھی فرمایا کہ کئی

---

[1] [صحیح وهذا اسناد ضعيف : مسند احمد (٢١١/٥) مستدرك حاكم (٢٣٩/٤)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے البتہ یہ سند ضعیف ہے۔ [الموسوعة الحديثية (٢١٨٤٠)]

[2] [ضعيف : مسند بزار (١٨٩١) مسند ابو يعلى (١٠٣٢)] اس میں عطیہ عوفی ضعیف ہے۔]

[3] [ضعيف : طبرانی (٣٤٤٥)] اس میں محمد بن اسماعیل راوی ضعیف ہے۔]

[4] [صحیح : صحيح بخاری : كتاب الاعتصام : باب الاقتداء بسنن رسول الله (٧٢٨٨) صحيح مسلم : كتاب الحج : باب فرض الحج مرة فى العمرة (١٣٣٧)]

[5] [سورة آل عمران : آيت ١٠٢] [6] [سورة الحشر : آيت ٩]

[7] [صحیح : صحيح مسلم : كتاب صلوة المسافرين : باب الترغيب فى الدعا والذكر فى آخر الليل (٧٥٨) صحيح بخاری (١١٤٥)]

کئی گنا بڑھا کر دے گا‘ ساتھ ہی خیرات سے تمہارے گناہ معاف فرما دے گا‘ اللہ بڑا قدر دان ہے‘ تھوڑی سی نیکی کا بہت بڑا اجر دیتا ہے‘ وہ بردبار ہے درگزر کرتا ہے بخش دیتا ہے گناہوں سے اور لغزشوں سے چشم پوشی کر لیتا ہے‘ خطاؤں اور برائیوں کو معاف فرما دیتا ہے وہ چھپے کھلے کا عالم ہے اور وہ غالب اور باحکمت ہے‘ ان اسماء حسنیٰ کی تفسیر کئی کئی مرتبہ اس سے پہلے گزر چکی ہے‘

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور لطف و رحم سے سورۃ تغابن کی تفسیر ختم ہوئی۔ فالحمدللہ۔

تفسیر سورۃ الطلاق

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
یٰۤاَیُّہَا النَّبِیُّ اِذَا طَلَّقۡتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوۡہُنَّ لِعِدَّتِہِنَّ وَ اَحۡصُوا الۡعِدَّۃَ ۚ
وَ اتَّقُوا اللّٰہَ رَبَّکُمۡ ۚ لَا تُخۡرِجُوۡہُنَّ مِنۡۢ بُیُوۡتِہِنَّ وَ لَا یَخۡرُجۡنَ اِلَّاۤ اَنۡ
یَّاۡتِیۡنَ بِفَاحِشَۃٍ مُّبَیِّنَۃٍ ؕ وَ تِلۡکَ حُدُوۡدُ اللّٰہِ ؕ وَ مَنۡ یَّتَعَدَّ حُدُوۡدَ اللّٰہِ
فَقَدۡ ظَلَمَ نَفۡسَہٗ ؕ لَا تَدۡرِیۡ لَعَلَّ اللّٰہَ یُحۡدِثُ بَعۡدَ ذٰلِکَ اَمۡرًا ①

شروع اللہ تعالیٰ مہربانی اور رحم کرنے والے کے نام سے

اے نبی (اپنی امت سے کہو کہ) جب تم اپنی بیویوں کو طلاق دینا چاہو تو ان کی عدت میں انہیں طلاق دو اور عدت کا حساب رکھو اور اللہ سے جو تمہارا پروردگار ہے ڈرتے رہو نہ تم انہیں اپنے گھروں سے نکالو اور نہ وہ خود نکلیں ہاں یہ اور بات ہے کہ وہ کھلی برائی کر بیٹھیں‘ یہ ہیں اللہ کی مقرر کردہ حدیں‘ جو شخص اللہ کی حدوں سے آگے نکل جائے اس نے یقیناً اپنا ہی برا کیا کوئی نہیں جانتا شاید اس کے بعد اللہ تعالیٰ کوئی نئی بات پیدا کر دے ○

اولاً تو نبی ﷺ سے شرافت و کرامت کے طور پر خطاب کیا گیا پھر تبعاً آپ کی امت سے خطاب کیا گیا اور طلاق کے مسئلہ کو سمجھایا گیا‘ ابن ابی حاتم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو طلاق دی وہ اپنے میکے آ گئیں اس پر یہ آیت اتری اور آپ سے فرمایا کہ ان سے رجوع کر لو وہ بہت زیادہ روزہ رکھنے والی اور بہت زیادہ نماز پڑھنے والی ہیں اور وہ یہاں بھی آپ کی بیوی ہیں اور جنت میں بھی آپ کی ازواج رضی اللہ عنہن میں داخل ہیں [1] یہی روایت مرسلاً ابن جریر میں بھی مروی ہے‘ اور سندوں سے بھی آئی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو طلاق دی پھر رجوع کر لیا‘ صحیح بخاری شریف میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی بیوی صاحبہ کو حیض کی حالت میں طلاق دے دی‘ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ واقعہ آنحضور ﷺ سے بیان کیا آپ ناراض ہوئے اور فرمایا اسے چاہئے کہ رجوع کر لے پھر حیض سے پاک ہونے تک روکے رکھے پھر دوسرا حیض آئے اور اس سے نہا لیں پھر اگر جی چاہے طلاق دیں یعنی اسی پاکیزگی کی حالت میں بات چیت کرنے سے پہلے

---

[1] [ضعیف و مرسل : الدرالمنثور للسیوطی (٦/٣٤٨) تفسیر ابن جریر الطبری (٢٤٢٤٤)]

یہی وہ عدت ہے جس کا حکم اللہ نے دیا ہے [1] یہ حدیث اور بھی بہت سی کتابوں میں بہت سی سندوں کے ساتھ مذکور ہے‘ حضرت عبدالرحمٰن بن ریحان رحمہ اللہ نے جو عزہ کے مولیٰ ہیں حضرت ابوالزبیر رحمہ اللہ کے سنتے ہوئے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سوال کیا کہ اس شخص کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں جس نے اپنی بیوی کو حیض کی حالت میں طلاق دی؟ تو آپ نے فرمایا سنو ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی بیوی کو حیض کی حالت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں طلاق دی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ اسے لوٹا لے چنانچہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے رجوع کر لیا اور یہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا اس سے پاک ہو جانے کے بعد اسے اختیار رہے خواہ طلاق دے خواہ بسا لے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تلاوت کی ﴿يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ فِيْ قُبُلِ عِدَّتِهِنَّ﴾ (مسلم) [2] دوسری روایت میں ہے ﴿فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ﴾ یعنی طہر کی حالت میں جماع سے پہلے‘ بہت سے بزرگوں نے یہی فرمایا ہے‘ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں یعنی حالت حیض میں طلاق نہ دو نہ اس طہر میں طلاق دو جس میں جماع ہو چکا ہو بلکہ اس وقت تک چھوڑ دے جب حیض آ جائے پھر اس سے نہا لے تب ایک طلاق دے‘ حضرت عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں عدت سے مراد طہر ہے‘ قرء سے مراد حیض ہے یا حمل کی حالت میں‘ جب حمل ظاہر ہو‘ جس طہر میں مجامعت کر چکا ہے اس میں طلاق نہ دے نہ معلوم حاملہ ہے یا نہیں‘ یہیں سے باسمجھ علماء نے احکام طلاق لئے ہیں اور طلاق کی دو قسمیں ہیں طلاق سنت اور طلاق بدعت‘ طلاق سنت تو یہ ہے کہ طہر کی یعنی پاکیزگی کی حالت میں جماع کرنے سے پہلے طلاق دے دے یا حالت حمل میں طلاق دے دے اور بدعی طلاق یہ ہے کہ حالت حیض میں طلاق دے یا طہر میں دے لیکن مجامعت کر چکا ہو اور معلوم نہ ہو کہ حمل ہے یا نہیں؟ طلاق کی تیسری قسم بھی ہے جو نہ طلاق سنت ہے نہ طلاق بدعت اور وہ نابالغہ کی طلاق ہے اور اس عورت کی جسے حیض کے آنے سے ناامیدی ہو چکی ہو اور اس عورت کی جس سے دخول نہ ہوا۔ ان سب کے احکام اور تفصیلی بحث کی جگہ کتب فروع ہیں نہ کہ تفسیر۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم‘ پھر فرمان ہے عدت کی حفاظت کرو اس کی ابتداء انتہا دیکھ بھال رکھو ایسا نہ ہو کہ عدت کی لمبائی عورت کو دوسرا خاوند کرنے سے روک دے‘ اور اس بارے میں اپنے معبود حقیقی پروردگار عالم سے ڈرتے رہو‘ عدت کے زمانہ میں مطلقہ عورت کی رہائش کا مکان خاوند کے ذمہ ہے وہ اسے نکال نہ دے اور نہ خود اسے نکلنا جائز ہے کیونکہ وہ اپنے خاوند کے حق میں رکی ہوئی ہے‘ ﴿فَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ﴾ زنا کو بھی شامل ہے اور اسے بھی کہ عورت اپنے خاوند کو تنگ کرے اس کا خلاف کرے اور ایذا پہنچائے‘ یا بدزبانی و کج خلقی شروع کر دے اور اپنے کاموں سے اور اپنی زبان سے سسرال والوں کو تکلیف پہنچائے تو ان صورتوں میں بیشک

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب التفسیر: سورۃ الطلاق (٤٩٠٨) صحیح مسلم: کتاب الطلاق: باب تحریم طلاق الحائض بغیر رضاها (١٤٧١)]

[2] [صحیح: صحیح مسلم: کتاب الطلاق: باب تحریم الطلاق الحائض بغیر رضاها وانه لو خالف وقع الطلاق ویؤمر برجعتها (١٤٧١) ترمذی: کتاب الطلاق: باب ما جاء فی طلاق السنة (١١٧٥) ابوداؤد: کتاب الطلاق: باب فی طلاق السنة (٢١٨٥) مسند احمد (٨١/٢)]

خاوند کو جائز ہے کہ اسے اپنے گھر سے نکال باہر کرے' یہ اللہ کی مقرر کردہ حدیں ہیں اس کی شریعت اور اس کے بتائے ہوئے احکام ہیں۔ جو شخص ان پر عمل نہ کرے انہیں بے حرمتی کے ساتھ توڑ دے ان سے آگے بڑھ جائے وہ اپنا ہی برا کرنے والا اور اپنی جان پر ظلم ڈھانے والا ہے شاید کہ اللہ کوئی نئی بات پیدا کر دے اللہ کے ارادوں کو اور ہونے والی باتوں کو کوئی نہیں جان سکتا' عدت کا زمانہ مطلقہ عورت کو خاوند کے گھر گزارنے کا حکم دینا اس مصلحت سے ہے کہ ممکن ہے اس مدت میں اس کے خاوند کے خیالات بدل جائیں' طلاق دینے پر نادم ہو دل میں لوٹا لینے کا خیال پیدا ہو جائے اور پھر رجوع کر کے دونوں میاں بیوی امن وامان سے گزارا کرنے لگیں' نیا کام پیدا کرنے سے مراد بھی رجعت ہے' اسی بناء پر بعض سلف اور ان کے تابعین مثلاً حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ وغیرہ کا مذہب ہے کہ مبتوتہ یعنی وہ عورت جس کی طلاق کے بعد خاوند کو رجعت کا حق باقی نہ رہا ہو اس کیلئے عدت گذارنے کے زمانے تک مکان کا دینا خاوند کے ذمہ نہیں۔ اسی طرح جس عورت کا خاوند فوت ہو جائے اسے بھی رہائشی مکان عدت تک کیلئے دینا اس کے وارثوں پر نہیں ان کی اعتمادی دلیل حضرت فاطمہ بنت قیس فہریہ رضی اللہ عنہا والی حدیث ہے کہ جب ان کے خاوند حضرت ابوعمر بن حفص رضی اللہ عنہ نے ان کو تیسری آخری طلاق دی' اور وہ اس وقت یہاں موجود نہ تھے بلکہ یمن میں تھے اور وہیں سے طلاق دی تھی تو ان کے وکیل نے ان کے پاس تھوڑے سے جو بھیج دیئے تھے کہ یہ تمہاری خوراک ہے یہ بہت ناراض ہوئیں اس نے کہا بگڑتی کیوں ہو؟ تمہارا نفقہ کھانا پینا ہمارے ذمہ نہیں' یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں آپ نے فرمایا ٹھیک ہے تیرا نفقہ اس پر نہیں۔ مسلم میں ہے نہ تیرے رہنے سہنے کا گھر' اور ان سے فرمایا: تم ام شریک رضی اللہ عنہا کے گھر اپنی عدت گزارو' پھر فرمایا وہاں تو میرے اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم جایا آیا کرتے ہیں تم عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کے ہاں اپنی عدت کا زمانہ گزارو وہ ایک نابینا آدمی ہیں تم وہاں آرام سے اپنے کپڑے بھی رکھ سکتی ہو الخ [1] مسند احمد میں ہے کہ ان کے خاوند کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی جہاد میں بھیجا تھا انہوں نے وہیں سے انہیں طلاق بھیج دی ان کے بھائی نے ان سے کہا کہ ہمارے گھر سے چلی جاؤ انہوں نے کہا نہیں جب عدت پوری نہ ہو جائے میرا کھانا پینا اور رہنا سہنا میرے خاوند کے ذمہ ہے اس نے انکار کیا آخر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس یہ معاملہ پہنچا جب آپ کو معلوم ہوا کہ یہ آخری تیسری طلاق ہے تب آپ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: نان نفقہ گھر بار خاوند کے ذمہ اس صورت میں ہے کہ اسے حق رجعت حاصل ہو جب یہ نہیں تو وہ بھی نہیں تم یہاں سے چلی جاؤ اور فلاں عورت کے گھر اپنی عدت گزارو پھر فرمایا وہاں تو صحابہ رضی اللہ عنہم کی آمد ورفت ہے تم ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کے گھر میں عدت کا زمانہ گزارو وہ نابینا ہیں وہ تمہیں دیکھ نہیں سکتے۔ [2]

طبرانی میں ہے یہ حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا ضحاک بن قیس قرشی رضی اللہ عنہ کی بہن تھیں ان کے خاوند مخزومی

---

[1] [صحیح: صحیح مسلم: کتاب الطلاق: باب المطلقة البائن لا نفقة لها (۱۴۸۰) نسائی: کتاب الطلاق: باب الرخصة فی خروج المتوتة من بیتها فی عدتها لسکنا ها (۳۵۷۵)]

[2] [ضعیف: مسند احمد (۶/۳۷۳)] اس میں مجالد بن سعید راوی ضعیف ہے۔ حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

قبیلہ کے تھے' طلاق کی خبر کے بعد ان کا نفقہ طلب کرنے پر ان کے خاوند کے اولیاء نے کہا تھا نہ تو تمہارے میاں نے کچھ بھیجا ہے نہ ہمیں دینے کو کہا ہے اور حضور ﷺ کے فرمان میں یہ بھی مروی ہے کہ جب عورت کو وہ طلاق مل جائے جس کے بعد وہ اپنے اگلے خاوند پر حرام ہو جاتی ہے جب تک دوسرے سے نکاح اور پھر طلاق نہ ہو جائے تو اس صورت میں عدت کا نان نفقہ اور رہنے کا مکان اس کے خاوند کے ذمے نہیں۔ [1]

فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ فَارِقُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ وَّاَشْهِدُوْا ذَوَيْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ وَاَقِيْمُوا الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ ؕ ذٰلِكُمْ يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۙ۝ وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ؕ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ ؕ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا ۝

پس جب یہ عورتیں اپنی عدت پوری کرنے کے قریب پہنچ جائیں تو انہیں یا تو قاعدہ کے مطابق اپنے نکاح میں رہنے دو یا دستور کے مطابق انہیں الگ کر دو اور آپس میں سے دو عادل شخصوں کو گواہ کر لو اور اللہ کی رضا مندی کیلئے ٹھیک ٹھیک گواہی دو یہی ہے وہ جس کی نصیحت اسے کی جاتی ہے جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہو' اور جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کیلئے چھٹکارے کی شکل نکال دیتا ہے ○ اور اسے ایسی جگہ سے روزی دیتا ہے جس کا اسے گمان بھی نہ ہو اور جو شخص اللہ پر توکل کرے گا اللہ اسے کافی ہو گا' اللہ تعالیٰ اپنا کام پورا کر کے ہی رہے گا' اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کا ایک اندازہ مقرر کر رکھا ہے ○

مطلقہ کی عدت پوری ہونے والی ہو تو خاوند کیا کریں؟ ارشاد ہوتا ہے کہ عدت والی عورتوں کی عدت جب پوری ہونے کے قریب پہنچ جائے تو ان کے خاوندوں کو چاہئے کہ دو باتوں میں سے ایک کر لیں یا تو انہیں بھلائی اور سلوک کے ساتھ اپنے ہی نکاح میں روک رکھیں یعنی طلاق جو دی تھی اس سے رجوع کر کے باقاعدہ اس کے ساتھ بود و باش رکھیں یا انہیں اور طلاق دے دیں' لیکن برا بھلا کہے بغیر' گالی گلوچ دیئے بغیر' سرزنش اور ڈانٹ ڈپٹ بغیر بھلائی اچھائی اور خوبصورتی کے ساتھ۔ (یاد رہے کہ رجعت کا اختیار اس وقت ہے جب ایک طلاق ہوئی ہو یا دو ہوئی ہوں) پھر فرمایا اگر رجعت کا ارادہ ہو اور رجعت کر و یعنی لوٹا لو تو اس پر دو عادل مسلمان گواہ رکھ لو' ابوداؤد اور ابن ماجہ میں ہے کہ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص اپنی بیوی کو طلاق دیتا ہے پھر اس سے جماع کرتا ہے نہ طلاق پر گواہ رکھتا ہے نہ رجعت پر تو آپ نے فرمایا اس نے خلاف سنت طلاق دی اور خلاف سنت رجوع کیا طلاق پر بھی گواہ رکھنا چاہئے اور رجعت پر بھی' اب دوبارہ ایسا نہ کرنا۔ [2] حضرت عطا رحمہ اللہ فرماتے

---

[1] [صحیح : نسائی : کتاب الطلاق : باب الرخصة فی ذلك (۳۴۳۲) وفی السنن الكبرى (۵۵۹۶) طبرانی اوسط (۱۱۶۴)] حافظ زبیر علی زئی بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔]

[2] [صحیح : ابوداؤد : کتاب الطلاق : باب الرجل يراجع ولا يشهد (۲۱۸۶) ابن ماجه : کتاب الطلاق : باب الرجعة (۲۰۲۵)] شیخ البانی ؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ابوداود]

ہیں نکاح، طلاق، رجعت بغیر دو عادل گواہوں کے جائز نہیں جیسے فرمان اللہ ہے ہاں مجبوری ہو تو اور بات ہے، پھر فرماتا ہے گواہ مقرر کرنے کا، اور سچی شہادت دینے کا انہیں حکم ہو رہا ہے جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہوں اللہ کی شریعت کے پابند اور عذاب آخرت سے ڈرنے والے ہوں۔ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں رجعت پر گواہ رکھنا واجب ہے گو آپ سے ایک دوسرا قول بھی مروی ہے اسی طرح نکاح پر گواہ رکھنا بھی آپ واجب بتاتے ہیں ایک اور جماعت کا بھی یہی قول ہے، اس مسئلہ کو ماننے والی علماء کرام کی ایک جماعت یہ بھی کہتی ہے کہ رجعت زبانی کہے بغیر ثابت نہیں ہوتی کیونکہ گواہ رکھنا ضروری ہے اور جب تک زبان سے نہ کہے گواہ کیسے مقرر کئے جائیں گے؟ پھر فرماتا ہے کہ جو شخص احکام اللہ بجا لائے اس کی حرام کردہ چیزوں سے پرہیز کرے اللہ تعالیٰ اس کیلئے مخلصی پیدا کرتا ہے اور ایسی جگہ سے اس طرح رزق پہنچاتا ہے کہ اس کے خواب وخیال میں بھی نہ ہو۔

مسند احمد میں ہے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ میرے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تلاوت کی پھر فرمایا اے ابوذر رضی اللہ عنہ! اگر تمام لوگ صرف اسے ہی لے لیں تو کافی ہے، پھر آپ نے بار بار اس کی تلاوت شروع کی یہاں تک کہ مجھے اونگھ آنے لگی پھر فرمایا ابوذر! تم کیا کرو گے جب تمہیں مدینہ سے نکال دیا جائے گا؟ جواب ملا کہ میں کشادگی اور رحمت کی طرف چلا جاؤں گا یعنی مکہ شریف کو وہیں کا کبوتر بن کر رہ جاؤں گا، آپ نے فرمایا پھر کیا کرو گے جب تمہیں وہاں سے بھی نکال دیا جائے گا؟ میں نے کہا شام کی پاک زمین میں چلا جاؤں گا فرمایا جب شام سے نکالا جائے گا تو کیا کرے گا؟ میں نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ پیغمبر بنا کر بھیجا پھر تو اپنی تلوار اپنے کندھے پر رکھ کر مقابلے پر اتر آؤں گا، آپ نے فرمایا کیا میں تجھے اس سے بہتر ترکیب نہ بتاؤں؟ میں نے کہا ہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ضرور ارشاد ہو فرمایا سنتا رہ اور مانتا رہ اگرچہ حبشی غلام ہو [1] ابن ابی حاتم میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قرآن کریم میں بہت ہی جامع آیت ﴿اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ﴾ [2] ہے اور سب سے زیادہ کشادگی کا وعدہ اس آیت ﴿وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ﴾ الخ، میں ہے۔

مسند احمد میں فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ جو شخص بکثرت استغفار کرتا رہے اللہ تعالیٰ اسے ہر غم سے نجات اور ہر تنگی سے فراخی دے گا اور ایسی جگہ سے رزق پہنچائے گا جہاں کا اسے خیال وگمان تک نہ ہو [3] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اسے اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت کے ہر کرب و بے چینی سے نجات دے گا، ربیع رحمہ اللہ فرماتے ہیں لوگوں پر جو کام بھاری ہو اس پر آسان ہو جائے گا، حضرت عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں مطلب یہ ہے کہ جو شخص اپنی

---

[1] [ضعیف : مسند احمد (۱۷۸/۵) ابن ماجه : كتاب الزهد : باب الورع والتقوى (۴۲۲۰)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند انقطاع کی وجہ سے ضعیف ہے۔ [الموسوعة الحديثية (۲۱۵۵۱)]

[2] [سورة النحل : آیت ۹۰]

[3] [ضعیف : ابو داؤد : كتاب الوتر : باب في الاستغفار (۱۵۱۸) ابن ماجه : كتاب الادب : باب الاستغفار (۳۸۱۹) مسند احمد (۴۲۸/۱) مستدرك حاكم (۲۶۲/۴)] شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ابوداود] اس کی سند میں حکم بن مصعب مجہول ہے۔

بیوی کو اللہ کے حکم کے مطابق طلاق دے گا اللہ اسے نکاسی اور نجات دے گا‘ ابن مسعود رضی اللہ عنہ وغیرہ سے مروی ہے کہ وہ جانتا ہے کہ اللہ اگر چاہے دے اگر نہ چاہے نہ دے‘ حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں تمام امور کے شبہ سے اور موت کی تکلیف سے بچالے گا اور روزی ایسی جگہ سے دے گا جہاں کا گمان بھی نہ ہو‘ حضرت سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہاں اللہ سے ڈرنے کے یہ معنی ہیں کہ سنت کے مطابق طلاق دے اور سنت کے مطابق رجوع کرے‘ آپ فرماتے ہیں حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے کو کفار گرفتار کر کے لے گئے اور انہیں جیل خانہ میں ڈال دیا ان کے والد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اکثر آتے اور اپنے بیٹے کی حالت اور حاجت مصیبت اور تکلیف بیان کرتے رہتے آپ انہیں صبر کی تلقین کرتے اور فرماتے عنقریب اللہ تعالیٰ ان کے لیے چھٹکارے کی سبیل بنا دے گا‘ تھوڑے دن گذرے ہوں گے کہ ان کے بیٹے دشمنوں میں سے نکل بھاگے راستے میں دشمنوں کی بکریوں کا ریوڑ مل گیا جسے اپنے ساتھ ہنکالائے اور بکریاں لئے ہوئے اپنے والد کی خدمت میں جا پہنچے پس یہ آیت اتری کہ متقی لوگوں کو اللہ نجات دے دیتا ہے اور اس کا گمان بھی نہ ہو وہاں سے اسے روزی پہنچاتا ہے [1] مسند احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ گناہ کی وجہ سے انسان اپنی روزی سے محروم رہ جاتا ہے تقدیر کو لوٹانے والی چیز صرف دعا ہے عمر میں زیادتی کرنے والی چیز صرف نیکی اور خوش سلوکی ہے۔ [2] سیرت ابن اسحاق میں ہے کہ حضرت مالک بن اشجعی رضی اللہ عنہ کے لڑکے حضرت عوف رضی اللہ عنہ جب کافروں کی قید میں تھے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان سے کہلوادو کہ بکثرت ﴿لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ﴾ پڑھتا رہے‘ ایک دن اچانک بیٹھے بیٹھے ان کی قید کھل گئی اور یہ وہاں سے نکل بھاگے اور ان لوگوں کی ایک اونٹنی ہاتھ لگ گئی جس پر سوار ہو گئے راستے میں ان کے اونٹوں کے ریوڑ ملے انہیں بھی اپنے ساتھ ہنکالائے وہ لوگ پیچھے دوڑے لیکن یہ کسی کے ہاتھ نہ لگے سیدھے اپنے گھر آئے اور دروازے پر کھڑے ہو کر آواز دی باپ نے آواز سن کر فرمایا اللہ کی قسم یہ تو عوف رضی اللہ عنہ ہے ماں نے کہا وہ کہاں وہ تو قید و بند کی مصیبتیں جھیل رہا ہوگا؟ اب دونوں ماں باپ اور خادم دروازے کی طرف دوڑے دروازہ کھولا تو ان کے لڑکے حضرت عوف رضی اللہ عنہ ہیں اور تمام انگنائی اونٹوں سے بھری پڑی ہے پوچھا کہ یہ اونٹ کیسے ہیں؟ انہوں نے واقعہ بیان فرمایا کہا اچھا ٹھہرو میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی بابت مسئلہ دریافت کر آؤں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ سب تمہارا مال ہے جو چاہو کرو اور یہ آیت اتری کہ اللہ سے ڈرنے والوں کی مشکل اللہ آسان کرتا ہے اور بے گمان روزی پہنچاتا ہے [3] ابن ابی حاتم کی حدیث میں ہے جو شخص ہر طرف سے کھنچ کر اللہ کا ہو جائے اللہ اس کی ہر مشکل میں اسے کفایت کرتا ہے اور بے گمان روزیاں دیتا ہے اور جو اللہ سے ہٹ کر دنیا ہی کا ہو جائے اللہ بھی اسے اسی کے حوالے کر دیتا ہے [4] مسند

---

[1] [تفسیر ابن جریر الطبری (۳٤۲۸۷) الدرالمنثور للسیوطی (٦/٣٥٤)]

[2] [حسن دون الجملة : ابن ماجه : کتاب الفتن : باب العقوبات (٤٠٢٢) مسند احمد (٥/٢٨٢)] شیخ البانیؒ نے فرمایا ہے کہ یہ روایت ان الفاظ ﴿ وان الرجل ﴾ کے علاوہ حسن ہے۔[صحیح ابن ماجه]

[3] [مرسل : تفسیر ابن جریر الطبری (۳٤۲۸۸)]

[4] [ضعیف : طبرانی صغیر (۳۲۱) مجمع الزوائد (۱۸۱۸۹)] اس میں ابراہیم بن اشعث راوی ضعیف ہے۔]

احمد میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آپ کی سواری پر آپ کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے جو آپ نے فرمایا بچے! میں تمہیں چند باتیں سکھاتا ہوں سنو! تم اللہ کو یاد رکھو وہ تمہیں یاد رکھے گا اللہ کے احکام کی حفاظت کرو تو اللہ کو اپنے پاس بلکہ اپنے سامنے پاؤ گے جب کچھ مانگنا ہو اللہ ہی سے مانگو جب مدد طلب کرنی ہو اسی سے مدد چاہو کہ تمام امت مل کر تمہیں نفع پہنچانا چاہے اور اللہ کو منظور نہ ہو تو ذرا سا بھی نفع نہیں پہنچا سکتی اور اسی طرح سارے کے سارے جمع ہو کر تجھے کوئی نقصان پہنچانا چاہیں تو بھی نہیں پہنچا سکتے اگر تقدیر میں نہ لکھا ہو قلمیں اٹھ چکیں اور صحیفے خشک ہو گئے' ترمذی میں بھی یہ حدیث ہے' امام ترمذی رحمہ اللہ اسے حسن صحیح کہتے ہیں مسند احمد کی اور روایت میں ہے جسے کوئی حاجت ہو اور وہ لوگوں کی طرف لے جائے تو بہت ممکن ہے کہ وہ سختی میں پڑ جائے اور کام مشکل ہو جائے۔ اور جو اپنی حاجت اللہ کی طرف لے جائے اللہ تعالیٰ ضرور اس کی مراد پوری کرتا ہے یا تو جلدی اسی دنیا میں ہی یا دیر کے ساتھ موت کے بعد۔ [1] پھر ارشاد ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی قضا اور احکام جس طرح اور جیسے چاہے اپنی مخلوق میں پورا کرنے والا اور اچھی طرح جاری کرنے والا ہے۔ ہر چیز کا اس نے اندازہ مقرر کیا ہوا ہے جیسے اور جگہ ہے ﴿ وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهُ بِمِقْدَارٍ ﴾ [2] ہر چیز اس کے پاس ایک اندازے سے ہے۔

وَالّٰٓئِیْ یَئِسْنَ مِنَ الْمَحِیْضِ مِنْ نِّسَآئِكُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ وَّالّٰٓئِیْ لَمْ یَحِضْنَ ؕ وَ اُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ یَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ؕ وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰهَ یَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ اَمْرِهٖ یُسْرًا ۝۴ ذٰلِكَ اَمْرُ اللّٰهِ اَنْزَلَهٗۤ اِلَیْكُمْ ؕ وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰهَ یُكَفِّرْ عَنْهُ سَیِّاٰتِهٖ وَیُعْظِمْ لَهٗۤ اَجْرًا ۝۵

تمہاری عورتوں میں سے جو عورتیں حیض سے ناامید ہو گئی ہوں' اگر تمہیں شبہ ہو تو ان کی عدت تین مہینے ہے اور ان کی بھی جنہیں ابھی حیض آنا شروع ہی نہ ہوا ہو' اور حاملہ عورتوں کی مدت ان کے بچے کا پیدا ہو جانا ہے' اور جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرے گا اللہ اس کے ہر کام میں آسانی کر دے گا ○ یہ اللہ کا حکم ہے جو اس نے تمہارے پاس بھیجا ہے' اور جو اللہ سے ڈرے گا اللہ اس کے گناہ دور کر دے گا اور اسے بڑا بھاری اجر دے گا ○

عدت کے چند مسائل: جن بڑھیا عورتوں کے اپنی بڑی عمر کی وجہ سے ایام بند ہو گئے ہوں یہاں ان کی عدت بتائی جاتی ہے کہ تین مہینے عدت گزاریں' جیسے کہ ایام والی عورتوں کی عدت تین حیض ہے۔ ملاحظہ ہو سورۂ بقرہ کی آیت' اسی طرح وہ لڑکیاں جو اس عمر کو نہیں پہنچیں کہ انہیں حیض آئے ان کی عدت بھی یہی تین مہینے رکھی' اگر تمہیں شک ہو۔ اس کی تفسیر میں دو قول ہیں ایک تو یہ کہ خون دیکھ لیں اور تمہیں شبہ گزرے کہ حیض کا خون ہے کہ استحاضہ کی

---

[1] [صحیح: مسند احمد (۱/۲۴۴) ابوداؤد: کتاب الزکاۃ: باب فی الاستعفاف (۱۶۴۵) ترمذی: کتاب الزھد: باب ما جاء فی الھم فی الدنیا وحبھا (۲۳۲۶)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ابوداود]

[2] [سورۃ الرعد: آیت ۸]

بیماری کا‘ دوسرا قول یہ ہے کہ ان کی عدت کے حکم میں تمہیں شک باقی رہ جائے اور تم اسے نہ پہچان سکو تو تین مہینے یاد رکھلو یہ دوسرا قول ہی زیادہ ظاہر ہے‘ اس کی دلیل یہ روایت بھی ہے کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے کہا تھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہت سی عورتوں کی ابھی عدت بیان نہیں ہوئی کمسن لڑکیاں بوڑھی عورتیں اور حمل والی عورتیں اس کے جواب میں یہ آیت اتری [1] پھر حاملہ کی حدیث بیان فرمائی کہ وضع حمل اس کی عدت ہے گو طلاق یا خاوند کی موت کے ذرا سی دیر بعد ہو جائے‘ جیسے کہ اس آیہ کریمہ کے الفاظ ہیں اور احادیث نبویہ سے ثابت ہے اور جمہور علماء سلف وخلف کا قول ہے‘ ہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ سورۂ بقرہ کی آیت اور اس آیت کو ملا کر ان کا فتویٰ یہ ہے کہ ان دونوں میں سے جو زیادہ دیر میں ختم ہو وہ عدت یہ گزارے یعنی اگر بچہ تین مہینے سے پہلے پیدا ہو گیا تو تین مہینے کی عدت ہے اور تین مہینے گزر چکے اور بچہ نہیں ہوا تو بچے نہ ہونے تک عدت ہے‘ صحیح بخاری شریف میں حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس آیا اور اس وقت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بھی وہیں موجود تھے اس نے سوال کیا کہ اس عورت کے بارے میں آپ کا کیا فتویٰ ہے جسے اپنے خاوند کے انتقال کے بعد چالیسویں دن بچہ ہو جائے؟ آپ نے فرمایا دونوں عدتوں میں سے آخری عدت اسے گزارنی پڑے گی یعنی اس صورت میں تین مہینے کی عدت اس پر ہے‘ ابوسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا قرآن میں تو ہے حمل والیوں کی عدت بچہ کا ہو جانا ہے‘ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں بھی اپنے چچازاد بھائی ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوں یعنی میرا بھی یہ فتویٰ ہے‘ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اسی وقت اپنے غلام کریب کو ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجا کہ جاؤ ان سے یہ مسئلہ پوچھ آؤ انہوں نے فرمایا سبیعہ اسلمیہ رضی اللہ عنہا کے شوہر قتل کئے گئے اور یہ اس وقت امید سے تھیں چالیس راتوں کے بعد بچہ ہو گیا اسی وقت نکاح کا پیغام آیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کر دیا پیغام دینے والوں میں حضرت ابوالسنابل رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ [2] یہ حدیث قدرے طوالت کے ساتھ اور کتابوں میں بھی ہے‘ حضرت عبداللہ بن عتبہ رحمہ اللہ نے حضرت عمر بن عبداللہ بن ارقم زہری رحمہ اللہ کو لکھا کہ سبیعہ بنت حارث اسلمیہ رضی اللہ عنہا کے پاس جائیں اور ان سے ان کا واقعہ دریافت کر کے انہیں لکھ بھیجیں‘ یہ گئے اور دریافت کیا اور لکھا کہ ان کے خاوند حضرت سعد بن خولہ رضی اللہ عنہ تھے یہ بدری صحابی تھے حجۃ الوداع میں فوت ہو گئے اس وقت یہ حمل سے تھیں تھوڑے ہی دن کے بعد انہیں بچہ پیدا ہو گیا جب نفاس سے پاک ہوئیں تو اچھے کپڑے پہن کر بناؤ سنگھار کر کے بیٹھ گئیں حضرت ابوالسنابل بن بعلک رضی اللہ عنہ جب ان کے پاس آئے تو انہیں اس حالت میں دیکھ کر کہنے لگے تم جو اس طرح بیٹھی ہو تو کیا نکاح کرنا چاہتی ہو؟ واللہ! تم نکاح نہیں کر سکتیں جب تک چار مہینے دس دن نہ گزر جائیں۔ میں یہ سن کر چادر اوڑھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور آپ سے یہ مسئلہ پوچھا آپ نے فرمایا بچہ پیدا ہوتے

---

[1] [منقطع وضعیف: مستدرك حاکم (٤/ ٤٩٢) بیهقی (٧/ ٤١٤) تفسیر ابن جریر الطبری (٢٣/ ٤٥٢)]

[2] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب التفسیر: باب واولات الاحمال اجلهن (٤٩٠٩) صحیح مسلم: کتاب الطلاق: باب انقضاء عدة المتوفی عنها وغیرها بوضع الحمل، مسند احمد (٤/ ٣٢٧)]

ہی تم عدت سے نکل گئیں اب تمہیں اختیار ہے کہ اگر تم چاہو تو نکاح کر لو (مسلم)[1]

صحیح بخاری میں اس آیت کے تحت میں اس حدیث کے وارد کرنے کے بعد یہ بھی ہے کہ حضرت محمد بن سیرین رحمہ اللہ ایک مجلس میں تھے جہاں حضرت عبدالرحمٰن بن ابویعلی تھے جن کی تعظیم تکریم ان کے ساتھی بہت ہی کیا کرتے تھے انہوں نے حاملہ کی عدت آخری دو عدتوں کی میعاد بتائی اس پر میں نے حضرت سبیعہ رضی اللہ عنہا والی حدیث بیان کی۔ اس پر میرے بعض ساتھی مجھے ٹہو کے لگانے لگے میں نے کہا پھر تو میں نے بڑی جرأت کی اگر عبداللہ پر میں نے بہتان باندھا حالانکہ وہ کوفے کے کونے میں زندہ موجود ہیں پس وہ ذرا شرما گئے اور کہنے لگے لیکن ان کے چچا تو یہ نہیں کہتے میں حضرت ابوعطیہ مالک بن عامر سے ملا انہوں نے مجھے حضرت سبیعہ رضی اللہ عنہا والی حدیث پوری سنائی میں نے کہا تم نے اس بابت حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے بھی کچھ سنا ہے؟ فرمایا یہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے تھے آپ نے فرمایا کیا تم اس پر سختی کرتے ہو اور رخصت نہیں دیتے؟ سورہ نساء قصریٰ یعنی سورۃ طلاق سورۂ نساء طولیٰ کے بعد اتری ہے اور اس میں فرمان ہے کہ حاملہ عورت کی عدت وضع حمل ہے[2] ابن جریر میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جو ملاعنہ کرنا چاہے میں اس سے ملاعنہ کرنے کو تیار ہوں یعنی میرے فتوے کے خلاف جس کا فتویٰ ہو میں تیار ہوں کہ وہ میرے مقابلہ میں آئے اور جھوٹے پر اللہ کی لعنت کی دعا کرے' میرا فتویٰ یہ ہے کہ حمل والی کی عدت بچہ کا پیدا ہو جانا ہے پہلے عام حکم تھا کہ جن عورتوں کے خاوند مر جائیں وہ چار مہینے دس دن عدت گزاریں اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی کہ حمل والیوں کی عدت بچے کا پیدا ہو جانا ہے پس یہ عورتیں ان عورتوں میں سے مخصوص ہو گئیں اب مسئلہ یہی ہے کہ جس عورت کا خاوند مر جائے اور وہ حمل سے ہو تو جب حمل سے فارغ ہو جائے' عدت سے نکل گئی۔ ابن ابی حاتم کی روایت میں ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے یہ اس وقت فرمایا تھا جب انہیں معلوم ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فتویٰ یہ ہے کہ اس کی عدت ان دونوں عدتوں میں سے جو آخری ہو وہ ہے[3] مسند احمد میں ہے کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ حمل والیوں کی عدت جو وضع حمل ہے یہ تین طلاق والیوں کی عدت ہے یا فوت شدہ خاوند والیوں کی آپ نے فرمایا دونوں کی[4] یہ حدیث بہت غریب ہے بلکہ منکر ہے اس لیے کہ اس کی سند میں مثنیٰ بن صباح ہے اور وہ بالکل متروک

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب المغازی (۳۹۹۱)، (۵۳۱۹) صحیح مسلم : کتاب الطلاق : باب انقضاء عدۃ المتوفی عنها زوجها وغیرها بوضع الحمل (۱۴۸۴) نسائی : کتاب الطلاق : باب عدۃ الحامل المتوفی عنها زوجها (۳۵۵۲) ابو داؤد : کتاب الطلاق : باب عدۃ الحامل (۲۳۰۶) ابن ماجه : کتاب الطلاق : باب الحامل المتوفی عنها زوجها اذا وضعت حلت للازواج (۲۰۲۸)]

[2] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب التفسیر : سورۃ الطلاق (۴۹۱۰)]

[3] [صحیح : ابو داؤد : کتاب الطلاق : باب فی عدۃ الحامل (۲۳۰۷) ابن ماجه : کتاب الطلاق : باب الحامل المتوفی عنها زوجها اذا وضعت حلت للازواج (۲۰۳۰)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ابوداود ، صحیح ابن ماجه]

[4] [ضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (۳۴۳۱۷)] اس میں ابن لہیعہ راوی ضعیف ہے۔]

الحدیث ہے لیکن اس کی دوسری سندیں بھی ہیں۔ پھر فرماتا ہے اللہ تعالیٰ متقیوں کے لیے ہر مشکل سے آسانی اور ہر تکلیف سے راحت عنایت فرما دیتا ہے' یہ اللہ کے احکام اور اس کی پاک شریعت ہے جو اپنے رسول ﷺ کے ذریعے سے تمہاری طرف اتار رہا ہے اللہ سے ڈرنے والوں کو اللہ تعالیٰ اور چیزوں کے ڈر سے بچا لیتا ہے اور ان کے تھوڑے عمل پر بڑا اجر دیتا ہے۔

اَسۡكِنُوۡهُنَّ مِنۡ حَيۡثُ سَكَنۡتُمۡ مِّنۡ وُّجۡدِكُمۡ وَلَا تُضَآرُّوۡهُنَّ لِتُضَيِّقُوۡا
عَلَيۡهِنَّ ؕ وَاِنۡ كُنَّ اُولَاتِ حَمۡلٍ فَاَنۡفِقُوۡا عَلَيۡهِنَّ حَتّٰى يَضَعۡنَ حَمۡلَهُنَّ ۚ فَاِنۡ
اَرۡضَعۡنَ لَـكُمۡ فَاٰ تُوۡهُنَّ اُجُوۡرَهُنَّ ۚ وَاۡتَمِرُوۡا بَيۡنَكُمۡ بِمَعۡرُوۡفٍ ۚ وَاِنۡ تَعَاسَرۡتُمۡ
فَسَتُرۡضِعُ لَهٗۤ اُخۡرٰى ؕ‏ ﴿۶﴾ لِيُنۡفِقۡ ذُوۡ سَعَةٍ مِّنۡ سَعَتِهٖ ؕ وَمَنۡ قُدِرَ عَلَيۡهِ رِزۡقُهٗ
فَلۡيُنۡفِقۡ مِمَّاۤ اٰتٰٮهُ اللّٰهُ ؕ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفۡسًا اِلَّا مَاۤ اٰتٰٮهَا ؕ سَيَجۡعَلُ اللّٰهُ بَعۡدَ
عُسۡرٍ يُّسۡرًا ‏﴿۷﴾

ع۱

تم اپنی طاقت کے مطابق جہاں تم رہتے ہو وہاں ان طلاق والی عورتوں کو بھی بساؤ اور انہیں تنگ کرنے کے لیے تکلیف نہ پہنچاؤ' اور اگر یہ حمل سے ہوں تو جب تک بچہ پیدا ہو لے انہیں خرچ دیتے رہا کرو' پھر اگر تمہارے کہنے سے وہی دودھ پلائیں تو تم انہیں ان کی اجرت دے دو' اور باہم مناسب طور پر مشورہ کر لیا کرو' اور اگر تم آپس میں کشمکش کرو تو اس کے کہنے سے کوئی اور دودھ پلائے گی ○ کشادگی والے کو اپنی کشادگی سے خرچ کرنا چاہیے' اور جس پر اس کے رزق کی تنگی کی گئی ہو اسے چاہیے کہ جو کچھ اللہ نے اسے دے رکھا ہے اسی میں سے حسب حیثیت دے' کسی شخص کو اللہ تکلیف نہیں دیتا مگر اتنی ہی جتنی طاقت اسے دے رکھی ہے' اللہ تعالیٰ تنگی کے بعد آسانی فراغت بھی کر دے گا ○

عدت گزرنے تک بیویوں کو رہائش دینا: اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو حکم دیتا ہے کہ جب ان میں سے کوئی اپنی بیوی کو طلاق دے تو عدت کے گزر جانے تک اس کے رہنے سہنے کو اپنا مکان دے' یہ جگہ اپنی طاقت کے مطابق ہے یہاں تک کہ حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں اگر زیادہ وسعت نہ ہو تو اپنے ہی مکان کا ایک کونا اسے دے دے' اسے تکلیفیں پہنچا کر اس قدر تنگ نہ کرو کہ وہ مکان چھوڑ کر چلی جائے یا تم سے چھوٹنے کے لیے اپنا حق مہر چھوڑ دے یا اس طرح کہ طلاق دی دیکھا کہ دو ایک روز عدت کے رہ گئے ہیں رجوع کا اعلان کر دیا پھر طلاق دے دی اور عدت کے ختم ہونے کے قریب رجعت کر لی تاکہ نہ وہ بیچاری سہاگن رہے نہ رانڈ' پھر ارشاد ہوتا ہے کہ اگر طلاق والی عورت حمل سے ہو تو بچہ ہونے تک اس کا نان نفقہ اس کے خاوند کے ذمہ ہے' اکثر علماء کا فرمان ہے کہ یہ خاص ان عورتوں کے لیے بیان ہو رہا ہے جنہیں آخری طلاق دے دی گئی ہو جس سے رجوع کرنے کا حق ان کے خاوندوں کو نہ رہا ہو اس لیے کہ جن سے رجوع ہو سکتا ہے ان کی عدت تک کا خرچ تو خاوند کے ذمہ ہے ہی وہ حمل سے ہوں

تب اور بے حمل ہوں تو بھی ۔ اور حضرت علماء فرماتے ہیں یہ حکم بھی انہیں عورتوں کا بیان ہو رہا ہے جن سے رجعت کا حق حاصل ہے کیونکہ اوپر بھی انہی کا بیان تھا اسے الگ اس لیے بیان کر دیا کہ عموماً حمل کی مدت لمبی ہوتی ہے اس لیے کوئی یہ نہ سمجھ بیٹھے کہ عدت کے زمانے جتنا نفقہ تو ہمارے ذمہ ہے پھر نہیں اس لیے صاف طور پر فرما دیا کہ رجعت والی طلاق کے وقت اگر عورت حمل سے ہو تو جب تک بچہ نہ ہو اس کا کھلانا پلانا خاوند کے ذمہ ہے ۔ پھر اس میں بھی علماء کا اختلاف ہے کہ خرچ اس کے لیے حمل کے واسطے سے ہے یا حمل کے لیے ہے؟ امام شافعی رحمہ اللہ وغیرہ سے دونوں قول مروی ہیں اور اس بنا پر بہت سے فروعی مسائل میں بھی اختلاف رونما ہوا ہے ۔

پھر فرماتا ہے کہ جب یہ مطلقہ عورتیں حمل سے فارغ ہو جائیں تو اگر تمہاری اولاد کو وہ دودھ پلائیں تو تمہیں ان کی دودھ پلائی دینی چاہیے ۔ ہاں عورت کو اختیار ہے خواہ دودھ پلائے یا نہ پلائے لیکن اول دفعہ کا دودھ اسے ضرور پلانا چاہیے گو پھر دودھ نہ پلائے کیونکہ عموماً بچے کی زندگی اس دودھ کے ساتھ وابستہ ہے اگر وہ بعد میں بھی دودھ پلاتی رہے تو ماں باپ کے درمیان جو اجرت طے ہو جائے وہ ادا کرنی چاہیے، تم میں آپس میں جو کام ہوں وہ بھلائی کے ساتھ باقاعدہ دستور کے مطابق ہونے چاہئیں نہ اس کے نقصان کے درپے رہے نہ وہ اسے ایذاء پہنچانے کی کوشش کرے، جیسے سورۂ بقرہ میں فرمایا ﴿ لَا تُضَآرَّ وَالِدَةٌۢ بِوَلَدِهَا وَلَا مَوْلُودٌ لَّهٗ بِوَلَدِهٖ ﴾ [1] یعنی بچہ کے بارے میں نہ اس کی ماں کو ضرر پہنچایا جائے نہ اس کے باپ کو ۔ پھر فرماتا ہے اگر آپس میں اختلاف بڑھ جائے مثلاً لڑکے کا باپ کم دینا چاہتا ہے اور جو اس کی ماں کو منظور نہیں یا ماں زائد مانگتی ہے جو باپ پر گراں ہے اور موافقت نہیں ہو سکتی دونوں کسی بات پر رضامند نہیں ہوتے تو اختیار ہے کہ کسی اور دایہ کو دے دیں ۔ ہاں جو اور دایہ کو دیا جانا منظور کیا جاتا ہے اگر اسی پر اس بچہ کی ماں رضامند ہو جائے تو زیادہ مستحق یہی ہے، پھر فرماتا ہے کہ بچے کا باپ یا ولی جو ہو اسے چاہیے کہ بچے پر اپنی وسعت کے مطابق خرچ کرے، تنگی والا اپنی طاقت کے مطابق دے، طاقت سے بڑھ کر تکلیف کسی کو اللہ نہیں دیتا، تفسیر ابن جریر میں ہے کہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی بابت حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ وہ موٹا کپڑا پہنتے ہیں اور ہلکی غذا کھاتے ہیں آپ نے حکم دیا کہ انہیں ایک ہزار دینار بھجوا دو اور جس کے ہاتھ بھجوائے ان سے کہہ دیا کہ دیکھنا وہ ان دیناروں کو پا کر کیا کرتے ہیں؟ جب یہ اشرفیاں انہیں مل گئیں تو انہوں نے باریک کپڑے پہننے اور نہایت نفیس غذائیں کھانی شروع کر دیں، قاصد نے واپس آ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے واقعہ بیان کیا آپ نے فرمایا اللہ اس پر رحم کرے اس نے اس آیت پر عمل کیا کہ کشادگی والا اپنی کشادگی کے مطابق خرچ کرے اور تنگی و ترشی والا اپنی حالت کے موافق، طبرانی کی ایک غریب حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک شخص کے پاس دس دینار تھے اس نے ان میں سے ایک راہ للہ صدقہ کیا دوسرے کے پاس دس اوقیہ تھے اس نے اس میں سے ایک اوقیہ یعنی چالیس درہم خرچ کیے تیسرے کے پاس سو اوقیہ تھے جس میں سے اس نے اللہ کے نام پر دس اوقیہ خرچ کیے تو یہ سب اجر میں اللہ کے نزدیک برابر ہیں

---

[1] [سورۃ البقرہ: آیت ۲۳۳]

اس لیے کہ ہر ایک نے اپنے مال کا دسواں حصہ فی سبیل اللہ دیا ہے' پھر اللہ تعالیٰ سچا وعدہ دیتا ہے کہ وہ تنگی کے بعد آسانی کردے گا [1] جیسے اور جگہ فرمایا ﴿فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا﴾ [2] تحقیق سختی کے ساتھ آسانی ہے' مسند احمد کی حدیث اس جگہ وارد کرنے کے قابل ہے جس میں ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگلے زمانہ میں ایک میاں بیوی تھے جو فقر وفاقہ سے اپنی زندگی گزار رہے تھے پاس کچھ بھی نہ تھا ایک مرتبہ یہ شخص سفر سے آیا اور سخت بھوکا تھا بھوک کے مارے بیتاب تھا آتے ہی اپنی بیوی سے پوچھا کچھ کھانے کو ہے؟ اس نے کہا ہاں آپ خوش ہو جائیے اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی روزی ہمارے ہاں آ پہنچی ہے اس نے کہا پھر لاؤ جو کچھ ہو دے دو میں بہت بھوکا ہوں۔ بیوی نے کہا اور ذرا سی دیر صبر کرلو اللہ کی رحمت سے ہمیں بہت کچھ امیدیں ہیں پھر جب کچھ دیر اور ہوگئی اس نے بیتاب ہو کر کہا تمہارے پاس ہے دیتی کیوں نہیں؟ مجھے تو بھوک سے سخت تکلیف ہو رہی ہے بیوی نے کہا اتنی جلدی کیوں کرتے ہو؟ اب تنور کھولتی ہوں' تھوڑی دیر گزرنے کے بعد بیوی نے دیکھا کہ یہ اب پھر تقاضہ کرنا چاہتے ہیں تو خود بخود کہنے لگیں اب اٹھ کر تنور کو دیکھتی ہوں اٹھ کر جو دیکھتی ہیں تو قدرت اللہ سے ان کے توکل کے بدلے وہ بکری کے پہلو کے گوشت سے بھرا ہوا ہے اور دیکھتی ہیں کہ گھر کی دونوں چکیاں از خود چل رہی ہیں اور برابر آٹا نکل رہا ہے انہوں نے تنور میں سے گوشت نکال لیا' اور چکیوں میں سے سارا آٹا اٹھا لیا اور جھاڑ دیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ قسم اٹھا کر فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ اگر وہ صرف آٹا لے لیتیں اور چکی نہ جھاڑتیں تو وہ قیامت تک چلتی رہتیں۔ [3] اور روایت میں ہے کہ ایک شخص اپنے گھر پہنچا دیکھا کہ بھوک کے مارے گھر والوں کا برا حال ہے آپ جنگل کی طرف نکل کھڑے ہوئے یہاں تک کہ ان کی نیک بیوی صاحبہ نے جب دیکھا کہ میاں بھی پریشان حال ہیں اور یہ منظر دیکھ نہیں سکے اور چل دیئے تو چکی کو ٹھیک ٹھاک کیا تنور سلگایا اور اللہ سے دعا کرنے لگیں اے اللہ! ہمیں روزی دے دعا کر کے اٹھیں تو دیکھا ہنڈیا گوشت سے پر ہے تنور میں روٹیاں لگ رہی ہیں اور چکی سے برابر آٹا ابلا چلا آتا ہے اتنے میں میاں بھی تشریف لائے کہ میرے بعد تمہیں کچھ ملا؟ بیوی صاحبہ نے کہا ہاں ہمارے رب نے ہمیں بہت کچھ عطا فرما دیا اس نے جا کر چکی کے دوسرے پاٹ کو اٹھا لیا جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ واقعہ بیان ہوا تو آپ نے فرمایا اگر وہ اسے نہ اٹھاتا تو قیامت تک یہ چکی چلتی ہی رہتی۔ [4]

---

(1) [ضعیف : طبرانی (۳۴۳۹)] اس میں محمد بن اسماعیل بن عیاش راوی ضعیف ہے۔]

(2) [سورۃ الانشراح : آیت ۵۔۶]

(3) [ضعیف : مسند احمد (۴۲۱/۲)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند شہر بن حوشب کی وجہ سے ضعیف ہے۔[الموسوعة الحديثية (۹۴۶۴)]

(4) [ضعیف : مسند احمد (۵۱۳/۲) مجمع الزوائد (۲۶۰/۱۰)] اس کی سند میں ہشام بن حسان مدلس راوی کا عنعنہ ہے۔حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ عَتَتْ عَنْ اَمْرِ رَبِّهَا وَرُسُلِهٖ فَحَاسَبْنٰهَا حِسَابًا شَدِيْدًا
وَّعَذَّبْنٰهَا عَذَابًا نُّكْرًا ۝٨ فَذَاقَتْ وَبَالَ اَمْرِهَا وَكَانَ عَاقِبَةُ اَمْرِهَا
خُسْرًا ۝٩ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا ۙ فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ ۛ
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۛ قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ ذِكْرًا ۝١٠ رَّسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْكُمْ
اٰيٰتِ اللّٰهِ مُبَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ
اِلَى النُّوْرِ ۭ وَمَنْ يُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا يُّدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ
مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ قَدْ اَحْسَنَ اللّٰهُ لَهٗ رِزْقًا ۝١١

بہت سی بستی والوں نے اپنے رب کے حکم اور اس کے رسولوں سے سرتابی کی ہم نے بھی ان سے سخت حساب کیا اور ان دیکھی آفت ان پر ڈال دی ○ پس انہوں نے اپنے کرتوت کا وبال چکھ لیا اور انجام کار ان کا خسارہ ہی ہوا ○ ان کے لئے اللہ تعالیٰ نے سخت عذاب مہیا کر رکھا ہے پس اللہ سے ڈرو اے عقل والو یقیناً اللہ نے تمہارے لئے نصیحت بھیج دی ہے ○ یعنی رسول جو تمہیں اللہ کے صاف صاف احکام پڑھ سناتا ہے تاکہ ان لوگوں کو جو ایمان لائیں اور نیک اعمال کریں وہ تاریکیوں سے روشنی کی طرف لے آئے' اور جو شخص اللہ پر ایمان لائے اور نیک عمل کرے اسے ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جس کے نیچے نہریں جاری ہیں' جن میں یہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے' بیشک اللہ نے اسے بہترین روزی دے رکھی ہے ○

جنہوں نے شریعت سے روگردانی کی تباہ ہوئے: جو لوگ اللہ کے امر کے خلاف کریں اس کے رسول کو نہ مانیں اس کی شریعت پر نہ چلیں انہیں ڈانٹا جا رہا ہے کہ دیکھو کہ گزشتہ لوگوں میں سے بھی جو اس روش پر چلے وہ تباہ و برباد ہو گئے جنہوں نے سرتابی سرکشی اور تکبر کیا حکم اللہ اور اتباع رسول سے بے پرواہی برتی آخر انہیں سخت عذاب دینا پڑا اور اپنی بدکرداری کا مزہ چکھنا پڑا۔ انجام کار نقصان اٹھایا اس وقت نادم ہونے لگے لیکن اب ندامت کس کام کی؟ پھر دنیا کے اس عذاب سے ہی اگر پلا پاک ہو جاتا تو جب بھی ایک بات تھی' نہیں تو پھر ان کیلئے آخرت میں بھی سخت تر عذاب اور بے پناہ مار ہے' اب اے سوچ سمجھ والو چاہیے کہ ان جیسے نہ بنو اور ان کے انجام سے عبرت حاصل کرو' اے عقلمند ایماندارو! اللہ نے تمہاری طرف قرآن کریم نازل فرمادیا ہے' ذکر سے مراد قرآن ہے جیسے اور جگہ فرمایا ﴿اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ﴾ [1] الخ' ہم نے اس قرآن کو نازل فرمایا اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ اور بعض نے کہا ہے ذکر سے مراد یہاں رسول ہے چنانچہ ساتھ ہی فرمایا تو یہ بدل اشتمال ہے' چونکہ قرآن کے پہنچانے والے رسول اللہ ﷺ ہی ہیں تو اس مناسبت سے آپ کو لفظ ذکر سے یاد کیا گیا' حضرت امام ابن جریر رحمہ اللہ بھی اسی مطلب کو درست بتاتے ہیں' پھر رسول کی حالت بیان فرمائی کہ وہ اللہ کی واضح اور روشن آیتیں پڑھ سناتے ہیں تاکہ مسلمان اندھیروں سے نکل آئیں اور روشنیوں میں پہنچ جائیں' جیسے اور جگہ ہے

[1] [سورۃ الحجر: آیت ۹]

﴿كِتَابٌ اَنْزَلْنَاهُ اِلَيْكَ﴾ [1] الخ' اس کتاب کو ہم نے تجھے دیا ہے تا کہ لوگوں کو تاریکیوں سے روشنی میں لائے ایک اور جگہ ارشاد ہے ﴿اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ [2] الخ' اللہ ایمان والوں کا کارساز ہے وہ انہیں اندھیروں سے اجالے کی طرف لاتا ہے' یعنی کفر وجہالت سے ایمان وعلم کی طرف' چنانچہ اور آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی نازل کردہ وحی کو نور فرمایا ہے کیونکہ اس سے ہدایت اور راہ راست حاصل ہوتی ہے اور اسی کا نام روح بھی رکھا ہے کیونکہ اس سے دلوں کو زندگی ملتی ہے' چنانچہ ارشاد باری ہے ﴿وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحاً مِّنْ اَمْرِنَا مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتَابُ وَلَا الْاِيْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنَاهُ نُوْراً نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾ [3] یعنی ہم نے اسی طرح تیری طرف اپنے حکم سے روح کی وحی کی تو نہیں جانتا تھا کہ کتاب کیا ہے اور ایمان کیا ہے؟ لیکن ہم نے اسے نور کر دیا جس کے ساتھ ہم اپنے جس بندے کو چاہیں ہدایت کرتے رہیں یقیناً تو صحیح اور سچی راہ کی رہبری کرتا ہے' پھر ایمانداروں اور نیک اعمال والوں کا بدلہ بہتی نہروں والی ہمیشہ رہنے والی جنت بیان ہوا ہے' جس کی تفسیر بار بار گزر چکی ہے۔

اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ ؕ يَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَيْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا ﴿۱۲﴾ ع

اللہ وہ ہے جس نے سات آسمان بنائے' اور اسی کے مثل زمینیں بھی۔ اس کا حکم ان کے درمیان اترتا ہے تا کہ تم جان لو کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے اور اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو باعتبار علم گھیر رکھا ہے ○

سات آسمان اور سات زمینوں کا خالق: اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ اور اپنی عظیم الشان سلطنت کا ذکر فرماتا ہے تا کہ مخلوق اس کی عظمت وعزت کا خیال کر کے اس کے فرمان کو قدر کی نگاہ سے دیکھے اور اس پر عامل بن کر اسے خوش کرے' تو فرمایا کہ ساتوں آسمانوں کا خالق اللہ تعالیٰ ہے' جیسے حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا ﴿اَلَمْ تَرَ كَيْفَ خَلَقَ اللّٰهُ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقاً﴾ [4] کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ پاک نے ساتوں آسمانوں کو کس طرح اوپر تلے پیدا کیا ہے؟ اور جگہ ارشاد ہے ﴿تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ﴾ [5] یعنی ساتوں آسمانوں اور زمین اور ان میں جو کچھ ہے سب اس اللہ کی تسبیح پڑھتے رہتے ہیں' پھر فرماتا ہے اسی کے مثل زمینیں ہیں' جیسے کہ بخاری ومسلم کی صحیح حدیث میں ہے جو شخص ظلم کر کے کسی ایک کی بالشت بھر زمین

---

[1] [سورۃ ابراھیم: آیت ۱]

[2] [سورۃ البقرہ: آیت ۲۵۷]

[3] [سورۃ الشوری: آیت ۵۲]

[4] [سورۃ النوح: آیت ۱۵]

[5] [سورۃ بنی اسرائیل: آیت ٤٤]

لے لے اسے ساتوں زمینوں کا طوق پہنایا جائے گا [1] صحیح بخاری میں ہے اسے ساتوں زمین تک دھنسایا جائے گا [2] میں نے اس کی تمام سندیں اور کل الفاظ ابتداء اور انتہا میں زمین کی پیدائش کے ذکر میں بیان کر دیئے ہیں' فالحمدللہ' جن بعض لوگوں نے کہا ہے کہ اس سے مراد ہفت اقلیم ہے انہوں نے بے فائدہ دوڑ بھاگ کی ہے اور اختلاف بے جا میں پھنس گئے ہیں اور بلا دلیل قرآن حدیث کا صریح خلاف کیا ہے سورۂ حدید میں آیت ﴿هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ﴾ [3] الخ' کی تفسیر میں ساتوں زمینوں کا اور ان کے درمیان کی دوری کا اور ان کی موٹائی کا جو پانچ سو سال کی ہے پورا بیان ہو چکا ہے' حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ وغیرہ بھی یہی فرماتے ہیں' ایک اور حدیث میں بھی ہے ساتوں آسمانوں اور جو کچھ ان میں اور ان کے درمیان ہے اور ساتوں زمینیں اور جو کچھ ان میں اور ان کے درمیان ہے کرسی کے مقابلے میں ایسے ہیں جیسے کسی لمبے چوڑے بہت بڑے چٹیل میدان میں ایک چھلا پڑا ہو [4] ابن جریر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اگر میں اس کی تفسیر تمہارے سامنے بیان کروں تو اسے نہ مانو گے اور نہ ماننا جھوٹا جاننا ہے' اور روایت میں ہے کہ کسی شخص نے اس آیت کا مطلب پوچھا تھا اس پر آپ نے فرمایا تھا کہ میں کیسے باور کرلوں کہ جو میں تجھے بتاؤں گا تو اس کا انکار کرے گا؟ اور روایت میں مروی ہے کہ ہر زمین میں مثل حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اور اس زمین کی مخلوق کے ہے اور ابن مثنی والی اس روایت میں آیا ہے ہر آسمان میں مثل ابراہیم رحمہ اللہ کے ہے' بیہقی کی کتاب الْأَسْمَاءُ وَالصِّفَات میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ ساتوں زمینوں میں سے ہر ایک میں نبی ہے مثل تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اور آدم ہیں مثل آدم علیہ السلام کے اور نوح ہیں مثل نوح علیہ السلام کے اور ابراہیم ہیں مثل ابراہیم علیہ السلام کے اور عیسیٰ ہیں مثل عیسیٰ علیہ السلام کے [5] پھر امام بیہقی نے ایک اور روایت بھی ابن عباس رضی اللہ عنہما کی وارد کی ہے اور فرمایا ہے اس کی سند صحیح ہے لیکن یہ بالکل شاذ ہے ابو الضحیٰ جو اس کے ایک راوی ہیں میرے علم میں تو ان کی متابعت کوئی نہیں کرتا' واللہ اعلم' ایک مرسل اور بہت ہی منکر روایت ابن ابی الدنیا لائے ہیں' جس میں مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے مجمع میں تشریف لائے دیکھا کہ سب کسی غور و فکر میں چپ چاپ ہیں' پوچھا کیا بات ہے؟ جواب ملا اللہ کی مخلوق کے بارے میں سوچ رہے ہیں فرمایا ٹھیک ہے مخلوقات پر نظریں دوڑاؤ لیکن کہیں اللہ کی بابت غور و خوض میں نہ پڑ جانا' سنو! اس مغرب کی طرف ایک سفید زمین ہے اس کی سفیدی اس کا نور ہے یا فرمایا اس کا نور اس کی سفیدی ہے سورج کا راستہ چالیس دن کا ہے وہاں اللہ کی ایک مخلوق ہے جس نے ایک آنکھ جھپکنے کے برابر بھی کبھی اس کی نافرمانی نہیں کی' صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا پھر شیطان ان سے کہاں

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب بدء الخلق : باب ما جآء فی سبع ارضین (۳۱۹۶) صحیح مسلم : کتاب المساقاۃ : باب تحریم الظلم وغصب الارض (۱۶۱۲)]

[2] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب بدء الخلق : باب ما جاء فی سبع ارضین (۳۱۹۶)]

[3] [سورۃ الحدید : آیت ۳]

[4] [البدایۃ والنھایۃ (۱۴/۱) ابو الشیخ فی العظمۃ (۵۸۷/۲)]

[5] [تفسیر ابن جریر الطبری (۱۴۵/۱۲)]

ہیں؟ فرمایا نہیں یہ بھی نہیں معلوم کہ شیطان پیدا بھی کیا گیا ہے یا نہیں؟ پوچھا وہ بھی انسان ہیں؟ فرمایا نہیں حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کا بھی علم نہیں۔

الحمدللہ سورہ طلاق کی تفسیر بھی پوری ہوئی۔

تفسیر سورۃ التحریم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

یٰۤاَیُّہَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰہُ لَکَ ۚ تَبۡتَغِیۡ مَرۡضَاتَ اَزۡوَاجِکَ ؕ وَ اللّٰہُ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ﴿۱﴾ قَدۡ فَرَضَ اللّٰہُ لَکُمۡ تَحِلَّۃَ اَیۡمَانِکُمۡ ۚ وَ اللّٰہُ مَوۡلٰىکُمۡ ۚ وَ ہُوَ الۡعَلِیۡمُ الۡحَکِیۡمُ ﴿۲﴾ وَ اِذۡ اَسَرَّ النَّبِیُّ اِلٰی بَعۡضِ اَزۡوَاجِہٖ حَدِیۡثًا ۚ فَلَمَّا نَبَّاَتۡ بِہٖ وَ اَظۡہَرَہُ اللّٰہُ عَلَیۡہِ عَرَّفَ بَعۡضَہٗ وَ اَعۡرَضَ عَنۡۢ بَعۡضٍ ۚ فَلَمَّا نَبَّاَہَا بِہٖ قَالَتۡ مَنۡ اَنۡۢبَاَکَ ہٰذَا ؕ قَالَ نَبَّاَنِیَ الۡعَلِیۡمُ الۡخَبِیۡرُ ﴿۳﴾ اِنۡ تَتُوۡبَاۤ اِلَی اللّٰہِ فَقَدۡ صَغَتۡ قُلُوۡبُکُمَا ۚ وَ اِنۡ تَظٰہَرَا عَلَیۡہِ فَاِنَّ اللّٰہَ ہُوَ مَوۡلٰىہُ وَ جِبۡرِیۡلُ وَ صَالِحُ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ ۚ وَ الۡمَلٰٓئِکَۃُ بَعۡدَ ذٰلِکَ ظَہِیۡرٌ ﴿۴﴾ عَسٰی رَبُّہٗۤ اِنۡ طَلَّقَکُنَّ اَنۡ یُّبۡدِلَہٗۤ اَزۡوَاجًا خَیۡرًا مِّنۡکُنَّ مُسۡلِمٰتٍ مُّؤۡمِنٰتٍ قٰنِتٰتٍ تٰٓئِبٰتٍ عٰبِدٰتٍ سٰٓئِحٰتٍ ثَیِّبٰتٍ وَّ اَبۡکَارًا ﴿۵﴾

بنام اللہ رحمٰن ورحیم

اے نبی جس چیز کو اللہ نے تیرے لئے حلال کر دیا ہے اسے تو کیوں حرام کرتا ہے؟ کیا تو اپنی بیویوں کی رضامندی حاصل کرنا چاہتا ہے؟ اللہ تعالیٰ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے ○ تحقیق اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے قسموں کو کھول ڈالنا مقرر کر دیا ہے اور اللہ تمہارا کارساز ہے اور وہی پورے علم والا اور کامل حکمت والا ہے ○ اور یاد کر جب نبی نے اپنی بعض عورتوں سے ایک پوشیدہ بات کہی پس جب اس نے اس بات کی خبر کر دی اور اللہ نے اپنے نبی کو اس پر آگاہ کر دیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تھوڑی سی بات تو بتا دی اور تھوڑی سی ٹال گئے جب نبی نے اپنی بیوی کو یہ بات جتائی تو وہ کہنے لگی اس کی خبر آپ کو کس نے دی کہا سب کچھ جاننے والے پوری خبر رکھنے والے اللہ نے مجھے یہ بتلایا ہے ○ اے نبی کی دونوں بیویو! اگر تم اللہ کے سامنے توبہ کر لو تو بہت بہتر ہے یقیناً تمہارے دل کج ہو گئے ہیں اور اگر تم نبی کے خلاف ایک دوسرے کی مدد کرو گی پس یقیناً اس کا کارساز اللہ ہے اور جبرائیل ہیں اور نیک ایماندار اور ان کے علاوہ فرشتے بھی مدد کرنے والے ہیں ○ اگر پیغمبر تمہیں طلاق دے دیں تو بہت جلد انہیں ان کا رب تمہارے بدلے تم سے بہتر بیویاں عنایت فرمائے گا جو اسلام والیاں، ایمان والیاں، فرمانبرداری کرنے والیاں، توبہ کرنے والیاں، عبادت بجالانے والیاں، روزے رکھنے والیاں ہوں گی بیوہ اور کنواریاں ○

اس سورت کی ابتدائی آیتوں کے شان نزول میں مفسرین کے اقوال یہ ہیں کہ (۱) بعض تو کہتے ہیں یہ حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں نازل ہوئی ہے انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اوپر حرام کرلیا تھا جس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں' نسائی میں یہ روایت موجود ہے کہ حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما کے کہنے سننے سے ایسا ہوا تھا کہ ایک لونڈی کی نسبت آپ نے یہ فرمایا تھا اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں [1] ابن جریر میں ہے کہ ام ابراہیم رضی اللہ عنہا کے ساتھ آپ نے اپنی کسی بیوی کے گھر میں بات چیت کی جس پر انہوں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر میں اور میرے بستر پر؟ چنانچہ آپ نے اسے اپنے اوپر حرام کرلیا تو انہوں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حلال آپ پر حرام کیسے ہوجائے گا؟ تو آپ نے قسم کھائی کہ ان سے بات نہ کروں گا۔ اس پر یہ آیت اتری' حضرت زید فرماتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ کسی کا یہ کہہ دینا کہ تو مجھ پر حرام ہے لغو وفضول ہے [2] حضرت زید بن اسلم رحمہ اللہ فرماتے ہیں آپ نے یہ فرمایا تھا کہ تو مجھ پر حرام ہے اللہ کی قسم میں تجھ سے صحبت داری نہ کروں گا۔ [3] حضرت مسروق رحمہ اللہ فرماتے ہیں پس حرام کرنے کے باب میں تو آپ پر عتاب کیا گیا اور قسم کے کفارے کا حکم ہوا [4] ابن جریر میں ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ یہ دونوں عورتیں کون تھیں؟ فرمایا عائشہ اور حفصہ رضی اللہ عنہما اور ابتداء ام ابراہیم قبطیہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں ہوئی۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں ان کی باری والے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان سے ملے تھے۔ جس پر حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو رنج ہوا کہ میری باری کے دن اور میرے گھر اور میرے بستر پر؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں رضامند اور منانے کیلئے کہہ دیا کہ میں اسے اپنے اوپر حرام کرتا ہوں' اب تم اس واقعہ کا ذکر کسی سے نہ کرنا لیکن حضرت حفصہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ واقعہ کہہ دیا اللہ نے بھی اطلاع اپنے نبی کو دے دی اور یہ کل آیتیں نازل فرمائیں [5] آپ نے کفارہ دے کر اپنی قسم توڑ دی اور اس لونڈی سے ملے جلے' اس واقعہ کو دلیل بنا کر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا فتویٰ ہے کہ جو کہے فلاں چیز مجھ پر حرام ہے اسے قسم کا کفارہ دینا چاہئے' ایک شخص نے آپ سے یہی مسئلہ پوچھا کہ میں اپنی عورت کو اپنے اوپر حرام کر چکا ہوں تو آپ نے فرمایا وہ تجھ پر حرام نہیں' سب سے زیادہ سخت کفارہ اس کا تو راہ اللہ میں غلام آزاد کرنا ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ اور بہت سے فقہاء کا فتویٰ ہے کہ جو شخص اپنی بیوی' لونڈی یا کسی کھانے پینے' پہننے اوڑھنے کی چیز کو اپنے اوپر حرام کرلے تو اس پر کفارہ واجب ہوجاتا ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ وغیرہ فرماتے ہیں صرف بیوی اور لونڈی کے حرام کرنے پر کفارہ ہے کسی اور پر نہیں' اور

---

[1] [صحیح : نسائی : کتاب عشرة النساء : باب الغیرة (۳۴۱۱) مستدرك حاکم (۲/۴۹۳)] امام حاکمؒ، امام ذہبیؒ اور حافظ ابن حجرؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [فتح الباری (۹/۳۷۶)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔ حافظ زبیر علی زئی نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔]

[2] [مرسل : تفسیر ابن جریر الطبری (۳۴۳۸۲)]

[3] [مرسل : تفسیر ابن جریر الطبری (۳۴۳۸۵)]

[4] [مرسل : تفسیر ابن جریر الطبری (۳۴۳۸۳)]

[5] [صحیح بالشواهد : تفسیر ابن جریر الطبری (۳۴۳۹۷)]

اگر حرام کہنے سے نیت طلاق کی رکھی ہے تو بیشک طلاق ہو جائے گی' اسی طرح لونڈی کے بارے میں اگر آزادگی کی نیت حرام کا لفظ کہنے سے رکھی ہے تو وہ آزاد ہو جائے گی۔ (۲) ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ یہ آیت اس عورت کے بارے میں نازل ہوئی ہے جس نے اپنا نفس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہبہ کیا تھا' لیکن یہ غریب ہے [1] بالکل صحیح بات یہ ہے کہ آیتوں کا اترنا آپ کے شہد حرام کر لینے پر تھا۔ (۳) صحیح بخاری میں اس آیت کے موقعہ پر کہ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے گھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہد پیتے تھے اور اس کی خاطر ذرا سی دیر وہاں ٹھہرتے بھی تھے اس پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے آپس میں مشورہ کیا کہ ہم میں سے جس کے ہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم آئیں وہ کہے کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آج تو آپ کے منہ سے گوند کی سی بدبو آتی ہے شاید آپ نے مغافیر کھایا ہوگا چنانچہ ہم نے یہی کیا آپ نے فرمایا نہیں میں نے زینب رضی اللہ عنہا کے گھر شہد پیا ہے اب قسم کھاتا ہوں کہ نہ پیوں گا یہ کسی سے کہنا مت [2] امام بخاری رحمہ اللہ اس حدیث کو کتاب الایمان والنذور میں بھی کچھ زیادتی کے ساتھ لائے ہیں جس میں ہے کہ دونوں عورتوں سے یہاں مراد عائشہ اور حفصہ رضی اللہ عنہما ہیں اور چپکے سے بات کہنا یہی تھا کہ میں نے شہد پیا ہے' کتاب الطلاق میں امام صاحب رحمہ اللہ اس حدیث کو لائے ہیں۔ [3] پھر فرمایا ہے

مغافیر گوند کے مشابہ ایک چیز ہے جو شور گھاس میں پیدا ہوتی ہے اس میں قدرے مٹھاس ہوتی ہے۔ صحیح بخاری شریف کی کتاب الطلاق میں یہ حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ان الفاظ میں مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مٹھاس اور شہد بہت پسند تھا عصر کی نماز کے بعد اپنی بیویوں کے گھر آتے اور کسی سے نزدیکی کرتے ایک مرتبہ آپ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے ہاں گئے اور جتنا وہاں رکتے تھے اس سے زیادہ رکے مجھے غیرت سوار ہوئی تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ ان کی قوم کی ایک عورت نے ایک کپی شہد کی انہیں بطور ہدیہ کے بھیجی ہے' انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شہد کا شربت پلایا اور اتنی دیر روک رکھا میں نے کہا خیر اسے کسی حیلے سے ٹال دوں گی چنانچہ میں نے حضرت سودہ بن زمعہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے پاس آئیں اور قریب ہوں تو تم کہنا کہ آج کیا آپ نے مغافیر کھایا ہے آپ فرمادیں گے نہیں تم کہنا پھر یہ بدبو کیسی آتی ہے؟ آپ فرمائیں گے مجھے حفصہ رضی اللہ عنہا نے شہد پلایا تھا تو تم کہنا کہ شاید شہد کی مکھی نے عرفط نامی خاردار درخت چوسا ہوگا' میرے پاس آئیں گے میں بھی یہی کہوں گی' پھر اے صفیہ رضی اللہ عنہا !تمہارے پاس جب آئیں تم بھی یہی کہنا' حضرت سودہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر آئے ابھی تو دروازے پر ہی تھے جو میں نے ارادہ کیا کہ تم نے جو مجھ سے کہا ہے میں آپ سے کہہ دوں کیونکہ میں تم سے بہت ڈرتی تھی لیکن خیر اس وقت خاموش تو رہی جب آپ میرے پاس آئے میں نے تمہارا تمام کہنا پورا کر دیا' پھر حضرت میرے پاس آئے میں نے بھی یہی کہا پھر حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے انہوں نے بھی یہی کہا پھر جب

---

[1] [مسند بزار (۲۲۷٤) طبرانی کبیر (۱۱۱۳۰)] مجمع الزوائد (۱۲٦/۷)]

[2] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب التفسیر : باب یایها النبی لم تحرم ما احل لله لك (٤۹۱۲)]

[3] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الطلاق : باب لم تحرم ما احل الله لك (٥۲٦۷)]

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر گئے تو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے شہد کا شربت پلانا چاہا آپ نے فرمایا مجھے اس کی حاجت نہیں، حضرت سودہ رضی اللہ عنہا فرمانے لگیں افسوس! ہم نے اسے حرام کرا دیا میں نے کہا خاموش رہو۔ [1] صحیح مسلم کی اس حدیث میں اتنی زیادتی اور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بدبو سے سخت نفرت تھی [2] اسی لئے ان بیویوں نے کہا تھا کہ آپ نے مغافیر کھایا ہے اس میں بھی قدرے بدبو ہوتی ہے، جب آپ نے جواب دیا کہ میں نے شہد پیا ہے تو انہوں نے کہہ دیا کہ پھر اس شہد کی مکھی نے عرفط درخت کو چوسا ہوگا جس کے گوند کا نام مغافیر ہے اور اس کے اثر سے اس شہد میں بدبورہ گئی ہوگی، اس روایت میں لفظ جرست ہے، جس کے معنی جوہری نے کئے ہیں کھایا اور شہد کی مکھیوں کو بھی جوراس کہتے ہیں، اور جرس مدہم ہلکی ہلکی آواز کو کہتے ہیں، عرب کہتے ہیں ((سَمِعْتُ جَرَسَ الطَّيْرِ)) جبکہ پرندانہ چگ رہا ہو اور اس کی چونچ کی آواز سنائی دیتی ہو، ایک حدیث میں ہے پھر وہ جنتی پرندوں کی ہلکی اور میٹھی سہانی آوازیں سنیں گے، یہاں بھی عربی میں جرس ہے، اصمعی رحمہ اللہ کہتے ہیں میں حضرت شعبہ رحمہ اللہ کی مجلس میں تھا وہاں انہوں نے اس لفظ جرس کو جرش بڑی شین کے ساتھ پڑھا میں نے کہا چھوٹے سین سے ہے حضرت شعبہ رحمہ اللہ نے میری طرف دیکھا اور فرمایا یہ ہم سے زیادہ اسے جانتے ہیں یہی ٹھیک ہے تم اصلاح کر لو، الغرض شہد نوشی کے واقعہ میں دو شہد پلانے والیوں کے نام مروی ہیں ایک حضرت حفصہ کا دوسرا حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا، بلکہ اس امر پر اتفاق کرنے والیوں میں حضرت عائشہ کے ساتھ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا نام ہے پس ممکن ہے یہ دو واقعہ ہوں، یہاں تک تو ٹھیک ہے لیکن ان دونوں کے بارے میں اس آیت کا نازل ہونا ذرا غور طلب ہے۔ واللہ اعلم، آپس میں اس قسم کا مشورہ کرنے والی حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا تھیں یہ اس حدیث سے بھی معلوم ہوتا ہے جو مسند امام احمد میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے فرماتے ہیں مجھے مدتوں سے آرزو تھی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ان دونوں بیوی صاحبان کا نام معلوم کروں جن کا ذکر آیت ﴿إِن تَتُوبَا﴾ الخ میں ہے پس حج کے سفر میں خلیفۃ الرسول رضی اللہ عنہ چلے تو میں بھی ہم رکاب ہو لیا ایک راستے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ راستہ چھوڑ جنگل کی طرف چلے میں ڈولچی لئے ہوئے پیچھے پیچھے گیا آپ حاجت ضروری سے فارغ ہو کر آئے میں نے پانی ڈلوایا اور وضو کرایا، اب موقعہ پا کر سوال کیا کہ اے امیر المومنین رضی اللہ عنہ جن کے بارے میں یہ آیت ہے وہ دونوں کون ہیں؟ آپ نے فرمایا ابن عباس رضی اللہ عنہما افسوس، حضرت زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ان کا یہ دریافت کرنا برا معلوم ہوا لیکن چھپانا جائز نہ تھا اس لئے جواب دیا اس سے مراد حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے واقعہ بیان کرنا شروع کیا کہ ہم قریش تو اپنی عورتوں کو اپنے زیر فرمان رکھتے تھے لیکن مدینہ والوں پر عموماً ان کی عورتیں حاوی تھیں جب ہم ہجرت کر کے مدینہ آئے تو ہماری عورتوں نے بھی ان کی دیکھا دیکھی ہم پر غلبہ حاصل کرنا چاہا۔ میں مدینہ شریف کے بالائی حصہ میں حضرت امیہ بن زید رضی اللہ عنہ کے گھر میں ٹھہرا ہوا تھا ایک مرتبہ میں اپنی

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الطلاق: باب لم ترحم ما احل الله لك (٥٢٦٨)]

[2] [صحیح: صحیح مسلم: کتاب الطلاق: باب وجوب الکفارة علی من حرم امراته (١٤٧٤)]

بیوی پر کچھ ناراض ہوا اور کچھ کہنے سننے لگا تو پلٹ کر اس نے مجھے جواب دینے شروع کیئے مجھے نہایت برا معلوم ہوا کہ یہ کیا حرکت ہے؟ یہ نئی بات کیسی؟ اس نے میرا تعجب دیکھ کر کہا کہ آپ کس خیال میں ہیں؟ اللہ کی قسم آنحضرت ﷺ کی بیویاں بھی آپ کو جواب دیتی ہیں اور بعض مرتبہ دن دن بھر بول چال چھوڑ دیتی ہیں اب میں تو ایک دوسری الجھن میں پڑ گیا سیدھا اپنی بیٹی حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر گیا اور دریافت کیا کہ کیا یہ سچ ہے کہ تم حضور ﷺ کو جواب دیتی ہو اور کبھی کبھی سارا سارا دن روٹھ رہتی ہو؟ جواب ملا کہ سچ ہے۔ میں نے کہا برباد ہوئی اور نقصان میں پڑی جس نے ایسا کیا۔ کیا تم اس سے غافل ہو گئیں کہ رسول اللہ ﷺ کے غصہ کی وجہ سے ایسی عورت پر اللہ ناراض ہو جائے اور وہ کہیں کی نہ رہے؟ خبردار آئندہ سے حضور ﷺ کو کوئی جواب نہ دینا نہ آپ سے کچھ طلب کرنا جو مانگنا ہو مجھ سے مانگ لیا کرو' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دیکھ کر تم ان کی حرص نہ کرنا وہ تم سے اچھی اور تم سے بہت زیادہ رسول اللہ ﷺ کی منظور نظر ہیں۔ اب اور سنو میرا پڑوسی ایک انصاری تھا اس نے اور میں نے باریاں مقرر کر لی تھیں ایک دن میں حضور ﷺ کی خدمت میں گزارتا اور ایک دن وہ' میں اپنی باری والے دن کی تمام حدیثیں آیتیں وغیرہ انہیں آ کر سنا دیتا اور یہ بات ہم میں اس وقت مشہور ہو رہی تھی کہ غسانی بادشاہ اپنے فوجی گھوڑوں کے نعل لگوا رہا ہے اور اس کا ارادہ ہم پر چڑھائی کا ہے' ایک مرتبہ میرے ساتھی اپنی باری والے دن گئے ہوئے تھے عشاء کے وقت آ گئے اور میرا دروازہ کھٹکھٹا کر مجھے آواز دینے لگے میں گھبرا کر باہر نکلا دریافت کیا خیریت تو ہے؟ اس نے کہا آج تو بڑا بھاری کام ہو گیا میں نے کہا غسانی بادشاہ آ پہنچا؟ اس نے کہا اس سے بھی بڑھ کر میں نے پوچھا وہ کیا؟ کہا رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی میں نے کہا افسوس حفصہ رضی اللہ عنہا برباد ہو گئی اور اس نے نقصان اٹھایا مجھے پہلے ہی سے اس امر کا کھٹکا تھا صبح کی نماز پڑھتے ہی کپڑے پہن کر میں سیدھا حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا دیکھا کہ وہ رو رہی ہیں میں نے کہا رسول اللہ ﷺ نے تمہیں طلاق دے دی؟ جواب دیا یہ تو کچھ معلوم نہیں' آپ ہم سے الگ ہو کر اپنے اس بالا خانہ میں تشریف فرما ہیں میں وہاں گیا دیکھا کہ ایک حبشی غلام پہرے پر ہے میں نے کہا جاؤ میرے لئے اجازت طلب کرو وہ گیا پھر آ کر کہنے لگا حضور ﷺ نے کچھ جواب نہیں دیا میں وہاں سے چلا آیا مسجد میں گیا دیکھا کہ منبر کے پاس ایک گروہ صحابہ کا بیٹھا ہوا ہے اور بعض بعض کے تو آنسو نکل رہے ہیں' میں تھوڑی سی دیر بیٹھا لیکن چین کہاں؟ پھر اٹھ کھڑا ہوا اور وہاں جا کر غلام سے کہا میرے لئے اجازت طلب کرو اس نے پھر آ کر یہی کہا کہ کچھ جواب نہیں ملا' میں دوبارہ مسجد میں چلا گیا پھر وہاں سے گھبرا کر نکلا یہاں آیا پھر غلام سے کہا غلام گیا آیا اور وہی جواب دیا میں واپس مڑا ہی تھا کہ غلام نے مجھے آواز دی کہ آئیے آپ کو اجازت مل گئی میں گیا دیکھا کہ حضور ﷺ ایک بورے پر ٹیک لگائے بیٹھے ہوئے ہیں جس کے نشان آپ کے جسم مبارک پر ظاہر ہیں میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ کیا آپ نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی ہے؟ آپ نے سر اٹھا کر میری طرف دیکھا اور فرمایا نہیں' میں نے کہا اللہ اکبر! یا رسول اللہ ﷺ بات یہ ہے کہ ہم قوم قریش تو اپنی بیویوں کو اپنے دباؤ میں رکھا کرتے تھے لیکن مدینہ والوں پر ان کی بیویاں غالب ہیں یہاں آ کر ہماری عورتوں نے بھی ان کی دیکھا دیکھی

یہی حرکت شروع کر دی، پھر میں نے اپنی بیوی کا واقعہ اور میرا یہ خبر پا کر کہ حضور ﷺ کی بیویاں بھی ایسا کرتی ہیں یہ کہنا کہ انہیں ڈر تھا کہ اللہ کے رسول کے غصہ کی وجہ سے اللہ بھی ان سے ناراض ہو جائے اور وہ ہلاک ہو جائیں بیان کیا اس پر حضور ﷺ مسکرا دیئے۔ میں نے پھر اپنا حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس جانا اور انہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ریس سے روکنا بیان کیا اس پر دوبارہ مسکرائے میں نے کہا اگر اجازت ہو تو ذرا سی دیر اور رک جاؤں؟ آپ نے اجازت دی میں بیٹھ گیا اب جو سر اٹھا کر چاروں طرف نظریں دوڑائیں تو آپ کی بیٹھک (دربار خاص) تین خشک کھالوں کے اور کوئی چیز نہ دیکھی، آزردہ ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی امت پر کشادگی کرے دیکھیئے تو فارسی اور رومی جو اللہ کی عبادت نہیں کرتے انہیں کس قدر دنیا کی نعمتوں میں وسعت دی گئی ہے؟ یہ سنتے ہی آپ سنبھل بیٹھے اور فرمانے لگے اے ابن خطاب! کیا تو شک میں ہے؟ اس قوم کی اچھائیاں بہ عجلت دنیا میں ہی دے دی گئیں میں نے کہا حضور ﷺ میرے لئے اللہ سے طلب بخشش کیجئے، بات یہ تھی کہ آپ نے سخت ناراضگی کی وجہ سے قسم کھالی تھی کہ مہینے بھر تک اپنی بیویوں کے پاس نہ جاؤں گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تنبیہ کی، یہ حدیث بخاری، مسلم، ترمذی اور نسائی میں بھی ہے [1] بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں سال بھر اس امید میں گزر گیا کہ موقعہ ملے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ان کے نام دریافت کروں لیکن ہیبت فاروقی سے ہمت نہیں پڑتی تھی یہاں تک کہ حج کی واپسی میں پوچھا پھر پوری حدیث بیان کی جو اوپر گزر چکی صحیح مسلم میں ہے [2] کہ طلاق کی شہرت کا واقعہ پردہ کی آیتوں کے نازل ہونے سے پہلے کا ہے، اس میں یہ بھی ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ جس طرح حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس جا کر انہیں سمجھا آئے تھے اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھی ہو آئے تھے، اور یہ بھی ہے کہ اس غلام کا نام جو ڈیوڑھی پر پہرہ دے رہے تھے حضرت رباح رضی اللہ عنہ تھا، یہ بھی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے کہا آپ عورتوں کے بارے میں اس مشقت میں کیوں پڑتے ہیں؟ اگر آپ انہیں طلاق بھی دے دیں تو آپ کے ساتھ اللہ تعالیٰ اس کے فرشتے، جبرائیل، میکائیل اور میں اور ابوبکر رضی اللہ عنہ اور جملہ مومن ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں الحمد للہ! میں اس قسم کی جو بات کہتا مجھے امید لگی رہتی کہ اللہ تعالیٰ میری بات کی تصدیق نازل فرمائے گا، پس اس موقعہ پر بھی آیت ”تخییر“ یعنی ﴿عَسٰی رَبُّهٗٓ﴾ الخ اور ﴿وَاِنْ تَظٰهَرَا عَلَیْهِ﴾ الخ، آپ پر نازل ہوئیں، مجھے جب آپ سے معلوم ہوا کہ آپ نے اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو طلاق نہیں دی تو میں نے مسجد میں آ کر دروازے پر کھڑے ہو کر اونچی آواز سے سب کو اطلاع دے دی کہ حضور ﷺ نے ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو طلاق نہیں دی، اسی کے بارے میں آیت ﴿وَاِذَا جَآءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ﴾ [3] الخ، آخر تک اتری، یعنی جہاں انہیں کوئی امن یا خوف کی خبر

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب النکاح : باب موعظة الرجل ابنته لحال زوجها (۵۱۹۱) صحیح مسلم : کتاب الطلاق : باب فی ایلاء واعتزال النسآء (۱۴۷۹) ترمذی (۳۳۱۸) مسند احمد (۱/۳۳)]

[2] [صحیح : صحیح بخاری: کتاب التفسیر : باب تبتغی مرضات ازواجك (۴۹۳۱)]

[3] [سورۃ الاحزاب: آیت ۸۳]

پہنچی کہ یہ اسے شہرت دینے لگتے ہیں اگر یہ اس خبر کو رسول اللہ ﷺ یا ذی عقل وعلم مسلمانوں تک پہنچا دیتے تو بے شک ان میں سے جو لوگ محقق ہیں وہ اسے سمجھ لیتے ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہاں تک آیت کو پڑھ کر فرماتے پس اس امر کا استنباط کرنے والوں میں سے میں ہوں' اور بھی بہت سے بزرگ مفسرین سے مروی ہے کہ ﴿صَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ سے مراد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں' بعض نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا نام بھی لیا ہے بعض نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ۔ ایک ضعیف حدیث میں مرفوعاً صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نام ہے لیکن سند ضعیف ہے اور بالکل منکر ہے' صحیح بخاری شریف میں ہے کہ آپ کی بیویاں غیرت میں آ گئیں جس پر میں نے ان سے کہا کہ اگر حضور ﷺ تمہیں طلاق دے دیں گے تو اللہ تعالیٰ تم سے بہتر بیویاں آپ کو دے گا پس میرے لفظوں ہی میں قرآن کی یہ آیت اتری [1] پہلے یہ بیان ہو چکا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بہت سی آیتوں میں قرآن کی موافقت کی جیسے پردے کے بارے میں' بدری قیدیوں کے بارے میں' مقام ابراہیم کو مصلہ ٹھہرانے کے بارے میں' ابن ابی حاتم کی روایت میں ہے کہ مجھے جب امہات المومنین رضی اللہ عنہن کی اس رنجش کی خبر پہنچی تو ان کی خدمت میں میں گیا اور انہیں بھی کہنا شروع کیا یہاں تک کہ آخری ام المومنین کے پاس پہنچا تو مجھے جواب ملا کہ کیا ہمیں رسول اللہ ﷺ خود نصیحت کرنے کیلئے کم ہیں جو تم آ گئے ؟ اس پر میں خاموش ہو گیا لیکن قرآن میں آیت ﴿عَسٰى رَبُّهٗ﴾ الخ' نازل ہوئی' صحیح بخاری میں ہے کہ جواب دینے والی ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا تھیں ۔ [2] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جو بات حضور ﷺ نے چپکے سے اپنی بیوی صاحبہ کو کہی تھی اس کا واقعہ یہ ہے کہ آپ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں تھے وہ تشریف لائیں اور حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا سے آپ کو مشغول پایا تو آپ نے انہیں فرمایا تم (حضرت) عائشہ رضی اللہ عنہا کو خبر نہ کرنا میں تمہیں ایک بشارت سناتا ہوں میرے انتقال کے بعد میری خلافت میں (حضرت) ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد تمہارے باپ آئیں گے ۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو خبر کر دی پس حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے کہا اس کی خبر آپ کو کس نے پہنچا دی ؟ آپ نے فرمایا مجھے علیم وخبیر اللہ نے خبر پہنچائی صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا میں آپ کی طرف نہ دیکھوں گی جب تک آپ ماریہ رضی اللہ عنہا کو اپنے اوپر حرام نہ کر لیں آپ نے حرام کر لی اس پر آیت ﴿يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ﴾ الخ' نازل ہوئی (طبرانی) [3] لیکن اس کی سند مخدوش ہے' مقصد یہ ہے کہ ان تمام روایات سے ان پاک آیتوں کی تفسیر ظاہر ہو گئی ۔

﴿مُسْلِمٰتٍ مُّؤْمِنٰتٍ قٰنِتٰتٍ تٰٓئِبٰتٍ عٰبِدٰتٍ﴾ کی تفسیر تو ظاہر ہی ہے ﴿سٰٓئِحٰتٍ﴾ کی تفسیر ایک تو یہ ہے کہ روزے رکھنے والیاں ایک مرفوع حدیث میں بھی یہی تفسیر اس لفظ کی آئی ہے جو حدیث سورۂ برات کے اس لفظ کی تفسیر میں گزر چکی ہے کہ اس امت کی سیاحت روزے رکھنا ہے [4] دوسری تفسیر یہ ہے کہ مراد

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب التفسیر : باب عسی ربه ان طلقکن ان یبدله (٤٩١٦)]

[2] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب التفسیر : باب تبتغی مرضات ازواجك (٤٩١٣)]

[3] [ضعیف : طبرانی کبیر (١٢٦٤٠)] اس کی سند میں اسماعیل بن عمرو اور ابوسنان دو راوی ضعیف ہیں ۔]

[4] [تفسیر ابن جریر الطبری (٥٠٨/١٤)]

اس سے ہجرت کرنے والیاں‘ لیکن اول قول ہی اولیٰ ہے‘ واللہ اعلم‘ پھر فرمایا ان میں سے بعض بیوہ ہوں گی اور بعض کنواریاں اس لئے کہ جی خوش رہے‘ قسموں کی تبدیلی نفس کو بھلی معلوم ہوتی ہے‘ معجم طبرانی میں ابن یزید اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ سے اس آیت میں جو وعدہ فرمایا ہے اس سے مراد بیوہ سے تو حضرت آسیہ علیہا السلام ہیں جو فرعون کی بیوی تھیں اور کنواری سے مراد مریم علیہا السلام ہیں جو حضرت عمران کی بیٹی تھیں‘ ابن عساکر میں ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اس وقت حضرت خدیجہ آپ کے پاس آئیں تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ انہیں خوشی ہو جنت کے ایک چاندی کے گھر کی جہاں نہ گرمی ہے نہ تکلیف ہے نہ شور و غل جو چھیدے ہوئے موتی کا بنا ہوا ہے جس کے دائیں بائیں مریم بنت عمران علیہا السلام اور آسیہ بنت مزاحم علیہا السلام کے مکانات ہیں [1] اور روایت میں ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے انتقال کے وقت آنحضرت ﷺ نے فرمایا اے خدیجہ رضی اللہ عنہا! اپنی سوکنوں سے میرا اسلام کہنا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا یا رسول اللہ ﷺ کیا مجھ سے پہلے بھی کسی سے نکاح کیا تھا؟ آپ نے فرمایا نہیں مگر اللہ تعالیٰ نے مریم بنت عمران‘ اور آسیہ زوجہ فرعون اور کلثوم بہن موسیٰ ان تینوں کو میرے نکاح میں دے رکھا ہے [2] یہ حدیث بھی ضعیف ہے‘ حضرت ابوامامہ سے ابویعلی میں مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کیا جانتے ہو اللہ تعالیٰ نے جنت میں میرا نکاح مریم بنت عمران‘ کلثوم اخت موسیٰ اور آسیہ زوجہ فرعون سے کر دیا ہے‘ میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ آپ کو مبارک ہو [3] یہ حدیث بھی ضعیف ہے اور ساتھ ہی مرسل بھی ہے۔

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلَائِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَا يَعْصُونَ اللَّهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ ﴿٦﴾ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَعْتَذِرُوا الْيَوْمَ إِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٧﴾ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا تُوبُوا إِلَى اللَّهِ تَوْبَةً نَصُوحًا عَسَى رَبُّكُمْ أَنْ يُكَفِّرَ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَيُدْخِلَكُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ يَوْمَ لَا يُخْزِي اللَّهُ النَّبِيَّ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ نُورُهُمْ يَسْعَى بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَبِأَيْمَانِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَتْمِمْ لَنَا نُورَنَا وَاغْفِرْ لَنَا إِنَّكَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿٨﴾

ع ۱۹

---

[1] [ضعیف: ابن عساکر فی تاریخ دمشق (۵۴۳/۱۹)] اس کی سند میں سوید بن سعید راوی کو اہل علم نے ضعیف کہا ہے۔]

[2] [ضعیف جدا: ابن عساکر فی تاریخ دمشق (۵۴۳/۱۹)]

[3] [ضعیف: ابن عدی فی الکامل (۱۸۰/۷)] حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو سخت ضعیف کہتے ہیں۔ اس میں یونس بن شعیب راوی ضعیف ہے۔]

اے ایمان والو! تم اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان ہیں اور پتھر جس پر سخت دل مضبوط فرشتے مقرر ہیں جنہیں جو حکم اللہ تعالیٰ دیتا ہے اس کی نافرمانی نہیں کرتے بلکہ جو حکم کیا جائے بجا لاتے ہیں ○ اے کافرو! تم آج معذرت مت کرو' تمہیں صرف تمہارے کرتوت کا بدلہ دیا جا رہا ہے ○ اے ایمان والو! تم اللہ کے سامنے سچی خالص توبہ کرو' ممکن ہے کہ تمہارا رب تمہارے گناہ دور کر دے اور تمہیں ایسی جنتوں میں پہنچا دے جن کے نیچے نہریں جاری ہیں جس دن اللہ تعالیٰ نبی کو اور ان ایمانداروں کو جو ان کے ساتھ ہیں رسوانہ کرے گا' اور ان کا نور ان کے سامنے اور دائیں دوڑ رہا ہوگا یہ دعائیں کرتے ہوں گے اے ہمارے رب! ہمیں ہمارا نور عطا فرما اور ہمیں بخش دے' یقیناً تو ہر چیز پر قادر ہے ○

جہنم سے خود بچو اور گھر والوں کو بچاؤ: حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ارشاد ربانی ہے کہ اپنے گھرانے کے لوگوں کو علم و ادب سکھاؤ' [1] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اللہ کے فرمان بجا لاؤ اس کی نافرمانیاں مت کرو اپنے گھرانے کے لوگوں کو ذکر اللہ کی تاکید کرو تاکہ تمہیں جہنم سے بچا لے' مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں اللہ سے ڈرو اور اپنے گھر والوں کو بھی یہی تلقین کرو' قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں اللہ کی اطاعت کا انہیں حکم دو اور نافرمانیوں سے روکتے رہو ان پر اللہ کا حکم قائم رکھو اور انہیں احکام اللہ بجا لانے کی تاکید کرتے رہو نیک کاموں میں ان کی مدد کرو اور برے کاموں میں انہیں ڈانٹو ڈپٹو۔ ضحاک رحمہ اللہ و مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہر مسلمان پر فرض ہے کہ اپنے رشتے کنبے کے لوگوں کو اور اپنے لونڈی غلام کو اللہ کے فرمان بجا لانے کی اور اس کی نافرمانیوں سے رکنے کی تعلیم دیتا رہے' مسند احمد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب بچے سات سال کے ہو جائیں انہیں نماز پڑھنے کو کہتے سنتے رہا کرو جب دس سال کے ہو جائیں اور نماز میں سستی کریں انہیں مار دھمکا کر پڑھاؤ' یہ حدیث ابوداؤد اور ترمذی میں بھی ہے' [2] فقہاء کا فرمان ہے کہ اسی طرح روزے کی بھی تاکید اور تنبیہ اس عمر سے شروع کر دینی چاہئے تاکہ بالغ ہونے تک پوری طرح نماز روزے کی عادت ہو جائے اطاعت کے بجا لانے اور معصیت سے بچے رہنے اور برائی سے دور رہنے کا سلیقہ پیدا ہو جائے۔ ان کاموں سے تم اور وہ جہنم کی آگ سے بچ جاؤ گے جس آگ کا ایندھن انسانوں کے جسم اور پتھر ہیں ان چیزوں سے یہ آگ سلگائی گئی ہے پھر خیال کر لو کہ کس قدر تیز ہوگی؟ پتھر سے مراد یا تو وہ پتھر ہے جن کی دنیا میں پرستش ہوتی رہی جیسے اور جگہ ہے ﴿إِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ﴾ [3] تم اور تمہارے معبود جہنم کی لکڑیاں ہو' یا گندھک کے نہایت ہی بدبودار پتھر ہیں' ایک اور روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تلاوت کی اس وقت آپ کی خدمت میں بعض صحابہ تھے جن میں سے ایک شخص نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا جہنم کے پتھر دنیا کے پتھروں جیسے ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے

---

[1] [ضعیف : مستدرك حاكم (۲/۴۹۴)] حافظ زبیر علی زئی فرماتے ہیں کہ اس کی سند سخت ضعیف ہے۔]

[2] [حسن صحیح : مسند احمد (۳/۴۰۴) ابو داؤد : كتاب الصلوة : باب متى يومر الغلام بالصلوة (۴۹۴) ترمذی : كتاب الصلوة : باب ما جاء متى يؤمر الصبى بصلوة (۴۰۷)] امام ترمذیؒ اور شیخ البانیؒ نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔ [صحیح ابوداود]

[3] [سورۃ الانبیاء: آیت ۹۸]

فرمایا ہاں اللہ کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ جہنم کا ایک پتھر ساری دنیا کے تمام پتھروں سے بڑا ہے انہیں یہ سن کر غشی آ گئی حضور ﷺ نے ان کے دل پر ہاتھ رکھا تو وہ دل دھڑک رہا تھا آپ نے انہیں آواز دی کہ اے شیخ کہو لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللہ اُس نے اسے پڑھا پھر آپ نے اسے جنت کی خوشخبری دی تو آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم نے کہا کیا ہم سب کے درمیان صرف اسی کو یہ خوشخبری دی جا رہی ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں دیکھو قرآن میں ہے ﴿ذٰلِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِيْ وَخَافَ وَعِيْدِ﴾ [1] یہ اس کیلئے ہے جو میرے سامنے کھڑا ہونے اور میری دھمکیوں کا ڈر رکھتا ہو' یہ حدیث غریب ہے اور مرسل ہے۔ پھر ارشاد ہوتا ہے اس آگ سے عذاب کرنے والے فرشتے سخت طبیعت والے ہیں جن کے دلوں میں کافروں کیلئے اللہ نے رحم رکھا ہی نہیں اور جو بدترین ترکیبوں میں بڑی بھاری سزائیں کرتے ہیں جن کے دیکھنے سے بھی پتہ پانی اور کلیجہ چھلنی ہو جائے' حضرت عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں جب دوزخیوں کا پہلا جتھا جہنم کو چلا جائے گا تو دیکھ لے گا کہ پہلے دروازے پر چار لاکھ فرشتے عذاب کرنے والے تیار ہیں جن کے چہرے بڑے ہیبت ناک اور نہایت سیاہ ہیں کچلیاں باہر کو نکلی ہوئی ہیں سخت بے رحم ہیں ایک ذرے کے برابر اللہ نے ان کے دلوں میں رحم نہیں رکھا اس قدر جسیم ہیں کہ اگر کوئی پرند ان کے ایک کھوے سے اڑ کر دوسرے کھوے تک پہنچنا چاہے تو کئی مہینے گزر جائیں' پھر دروازہ پر انیس فرشتے پائیں گے جن کے سینوں کی چوڑائی ستر سال کی راہ ہے پھر ایک دروازے سے دوسرے دروازے کی طرف دھکیل دیئے جائیں گے پانچ سو سال تک گرتے رہنے کے بعد دوسرا دروازہ آئے گا وہاں اسی طرح ایسے ہی اور اتنے ہی فرشتوں کو موجود پائیں گے اسی طرح ہر ایک دروازے پر یہ فرشتے اللہ کے فرمان کے تابع ہیں ادھر فرمایا گیا ادھر انہوں نے عمل شروع کر دیا ان کا نام زبانیہ ہے اللہ ہمیں اپنے عذاب سے پناہ دے۔ آمین۔ قیامت کے دن کفار سے فرمایا جائے گا کہ آج تم بیکار عذر پیش نہ کرو کوئی معذرت ہمارے سامنے نہ چل سکے گی' تمہارے کرتوت کا مزہ تمہیں چکھنا ہی پڑے گا۔ پھر ارشاد ہے کہ اے ایمان والو! تم سچی اور خالص توبہ کرو جس سے تمہارے اگلے گناہ معاف کئے جائیں میل کچیل دھل جائے' برائیوں کی عادت ختم ہو جائے' حضرت نعمان بن بشیر رحمہ اللہ نے اپنے ایک خطبہ میں بیان فرمایا کہ لوگو! میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے سنا ہے کہ خالص توبہ یہ ہے کہ انسان گناہ کی معافی چاہے اور پھر اس گناہ کو نہ کرے [2] اور روایت میں ہے پھر اس کے کرنے کا ارادہ بھی نہ کرے' حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے بھی اسی کے قریب مروی ہے ایک مرفوع حدیث میں بھی یہی آیا ہے جو ضعیف ہے اور ٹھیک یہی ہے کہ وہ بھی موقوف ہی ہے۔ [3] واللہ اعلم' علماء سلف فرماتے ہیں توبہ خالص یہ ہے کہ گناہ کو اس وقت چھوڑ دے جو ہو چکا ہے اس پر نادم ہو

---

[1] [سورۃ ابراھیم: آیت ١٤]

[2] [اسنادہ ضعیف: مستدرك حاكم (٤٩٠/٢) تفسير ابن جرير الطبرى (١٦٧/٢٨)] اس کی سند میں سفیان ثوری مدلس راوی کا عنعنہ ہے۔ حافظ زبیر علی زئی بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔]

[3] [ضعیف مرفوعا: مسند احمد (٤٤٦/١) مجمع الزوائد (٢٠٣/١٠)] امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ اس کی سند ضعیف ہے۔ شیخ شعیب ارناؤوط اسے مرفوعا ضعیف جبکہ موقوفا صحیح کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحديثية (٤٢٦٤)]

اور آئندہ کیلئے نہ کرنے کا پختہ عزم ہو اور اگر گناہ میں کسی انسان کا حق ہے تو چوتھی شرط یہ ہے کہ وہ حق باقاعدہ ادا کردے، حضور ﷺ فرماتے ہیں نادم ہونا بھی توبہ کرنا ہے۔ ① حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہمیں کہا گیا تھا کہ اس امت کے آخری لوگ قیامت کے قریب کیا کیا کام کریں گے؟ ان میں ایک یہ ہے کہ انسان اپنی بیوی یا لونڈی سے اس کے پاخانہ کی جگہ میں وطی کرے گا اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے مطلق حرام کر دیا ہے اور جس فعل پر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی ناراضگی ہوتی ہے، اسی طرح مرد مرد سے بدفعلی کریں گے جو حرام اور اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی ناراضگی کا باعث ہے، ان لوگوں کی نماز بھی اللہ کے ہاں مقبول نہیں جب تک کہ یہ توبہ نصوح نہ کریں، حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابی رضی اللہ عنہ سے پوچھا توبۃ النصوح کیا ہے؟ فرمایا: میں نے حضور ﷺ سے یہی سوال کیا تھا تو آپ نے فرمایا: قصور سے گناہ ہو گیا پھر اس پر نادم ہونا اللہ تعالیٰ سے معافی چاہنا اور پھر اس گناہ کی طرف مائل نہ ہونا، حضرت حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں توبہ نصوح یہ ہے کہ جیسے گناہ کی محبت تھی ویسا ہی بغض دل میں بیٹھ جائے اور جب وہ گناہ یاد آئے اس سے استغفار ہو، جب کوئی شخص توبہ کرنے پر پختگی کر لیتا ہے اور اپنی توبہ پر جما رہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی تمام اگلی خطائیں مٹا دیتا ہے جیسے کہ صحیح حدیث میں ہے کہ اسلام لانے سے پہلے کی تمام برائیاں اسلام فنا کر دیتا ہے اور توبہ سے پہلے کی تمام خطائیں توبہ سوخت کر دیتی ہے ② اب رہی یہ بات کہ توبہ نصوح میں یہ شرط بھی ہے کہ توبہ کرنے والا پھر مرتے دم تک یہ گناہ نہ کرے۔ جیسے کہ احادیث و آثار ابھی بیان ہوئے جن میں ہے کہ پھر کبھی نہ کرے، یا صرف اس کا عزم راسخ کافی ہے کہ اسے اب کبھی نہ کروں گا گو پھر بہ مقتضائے بشریت بھولے چوکے ہو جائے، جیسے کہ ابھی حدیث گزری کہ توبہ اپنے سے پہلے گناہوں کو بالکل مٹا دیتی ہے، تو تنہا توبہ کے ساتھ ہی گناہ معاف ہو جاتے ہیں پھر مرتے دم تک اس کام کا نہ ہونا گناہ کی معافی کی شرط کے طور پر ہے؟ پس پہلی بات کی دلیل تو یہ صحیح حدیث ہے کہ جو شخص اسلام میں نیکیاں کرے وہ اپنی جاہلیت کی برائیوں پر پکڑا نہ جائے گا اور جو اسلام لا کر برائیوں میں مبتلا رہے وہ اسلام اور جاہلیت کی دونوں برائیوں میں پکڑا جائے گا ③ پس اسلام جو کہ گناہوں کو دور کرنے میں توبہ سے بڑھ کر ہے جب اس کے بعد بھی اپنی بدکرداریوں کی وجہ سے پہلی برائیوں میں بھی پکڑ ہوئی تو توبہ کے بعد تو بطور اولیٰ ہونی چاہئے۔ واللہ اعلم۔ لفظ عَسٰی گو تمنا امید اور امکان کے معنی دیتا ہے لیکن کلام اللہ میں اس کے معنی تحقیق کے ہوتے ہیں پس فرمان ہے کہ خالص توبہ کرنے والے قطعاً اپنے گناہوں کو معاف کروا لیں گے اور سرسبز و شاداب جنتوں میں جائیں گے۔ پھر ارشاد ہے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اپنے نبی

---

① [صحیح: مسند احمد (۱/۳۳) ابن ماجه: كتاب الزهد: باب ذكر التوبة (۴۲۵۲)] حافظ بوصیریؒ فرماتے ہیں کہ یہ سند صحیح ہے۔ [الزوائد (۳/۳۰۸)] شیخ البانیؒ نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ابن ماجه]

② [صحیح: صحيح مسلم: كتاب الايمان: باب كون الاسلام يهدم ما قبله (۱۲۱) مسند احمد (۴/۲۰۴)]

③ [صحیح: صحيح بخارى: كتاب استتابة المرتدين: باب اثم من اشرك بالله وعقوبة فى الدنيا والآخرة (۶۹۲۱) صحيح مسلم: كتاب الايمان: باب هل يواخذ بأعمال الجاهلية (۱۲۰)]

اور ان کے ایماندار ساتھیوں کو ہرگز شرمندہ نہ کرے گا‘ انہیں اللہ کی طرف سے نور عطا ہوگا جو ان کے آگے آگے اور دائیں طرف ہوگا اور سب اندھیروں میں ہوں گے اور یہ روشنی میں ہوں گے‘ جیسے کہ پہلے سورۂ حدید کی تفسیر میں گزر چکا ہے‘ جب یہ دیکھیں گے کہ منافقوں کو جو روشنی ملی تھی عین ضرورت کے وقت وہ ان سے چھین لی گئی اور وہ اندھیروں میں بھٹکتے رہ گئے تو دعا کریں گے کہ اے اللہ! ہمارے ساتھ ایسا نہ ہو ہماری روشنی آخر وقت تک ہمارے ساتھ ہی رہے ہمارا نور ایمان بجھنے نہ پائے۔ بنو کنانہ کے ایک صحابی فرماتے ہیں فتح مکہ والے دن رسول اللہ ﷺ کے پیچھے میں نے نماز پڑھی تو میں نے آپ کی اس دعا کو سنا ﴿اَللّٰهُمَّ لَا تُخْزِنِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ﴾ [1] میرے اللہ مجھے قیامت کے دن رسوا نہ کرنا‘ ایک اور روایت میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں قیامت کے دن سب سے پہلے سجدے کی اجازت مجھے دی جائے گی اور اسی طرح سب سے پہلے سجدے سے سر اٹھانے کی اجازت بھی مجھی کو مرحمت ہوگی میں اپنے سامنے اور دائیں بائیں نظریں ڈال کر اپنی امت کو پہچان لوں گا ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے کہا حضور ﷺ! آپ انہیں کیسے پہچانیں گے؟ وہاں تو بہت سی امتیں مخلوط ہوں گی آپ نے فرمایا میری امت کے لوگوں کی ایک نشانی تو یہ ہے کہ ان کے اعضاءِ وضو منور ہوں گے چمک رہے ہوں گے کسی اور امت میں یہ بات نہ ہوگی دوسری پہچان یہ ہے کہ ان کے نامہ اعمال ان کے دائیں ہاتھ میں ہوں گے‘ تیسری نشانی یہ ہوگی کہ سجدے کے نشان ان کی پیشانیوں پر ہوں گے جن سے میں پہچان لوں گا چوتھی علامت یہ ہے کہ ان کا نور ان کے آگے آگے ہوگا۔ [2]

يَاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ۭ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ⑨ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوا امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّ امْرَاَتَ لُوْطٍ ۭ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ فَخَانَتٰهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا وَّقِيْلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدّٰخِلِيْنَ ⑩

وقف لازم

اے نبی (ﷺ) کافروں اور منافقوں سے جہاد کر اور ان پر سختی کر ان کا ٹھکانہ جہنم ہے○ اللہ تعالیٰ نے کافروں کیلئے نوح کی اور لوط کی بیوی کی کہاوت بیان فرمائی‘ یہ دونوں ہمارے بندوں میں سے شائستہ اور نیک بندوں کے گھر میں تھیں پھر ان دونوں کی انہوں نے خیانت کی پس وہ دونوں نیک بندے ان سے اللہ کے کسی عذاب کو نہ روک سکے اور حکم دے دیا گیا کہ اے عورتو! دوزخ میں جانے والوں کے ساتھ تم دونوں بھی چلی جاؤ○

کفار و منافقین کے خلاف جہاد: اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کو حکم دیتا ہے کہ کافروں سے جہاد کر ہتھیاروں کے

---

[1] [صحیح: مسند احمد (٤/٢٣٤)] امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ اس کے راوی ثقہ ہیں۔ [مجمع الزوائد (١١٢/١٠)] شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو صحیح کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحديثية (١٨٠٥٦)]

[2] [ضعیف: مسند احمد (١٩٩/٥) الترغيب والترهيب (٢٩٠)] شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحديثية (٢١٧٤٠)] حافظ زبیر علی زئی نے بھی اسے ضعیف کہا ہے۔]

ساتھ اور منافقوں سے جہاد کر حدود اللہ جاری کرنے کے ساتھ' ان پر دنیا میں سختی کرو' آخرت میں بھی ان کا ٹھکانہ جہنم ہے جو بدترین بازگشت ہے' پھر مثال دے کر سمجھایا کہ کافروں کا مسلمانوں سے ملنا جلنا خلط ملط رہنا انہیں ان کے کفر کے باوجود اللہ کے ہاں کچھ نفع نہیں دے سکتا' دیکھو دو پیغمبروں کی عورتیں حضرت نوح اور حضرت لوط علیہ السلام کی جو ہر وقت ان دونوں کی صحبت میں رہنے والی اور دن رات ساتھ اٹھنے والی اور ساتھ کھانے پینے بلکہ سونے جاگنے والی تھیں' لیکن چونکہ ایمان میں ان کی ساتھی نہ تھیں' پس پیغمبروں کی آٹھ پہر کی صحبت انہیں کچھ کام نہ آئی انبیاء اللہ علیہم السلام انہیں اخروی نفع نہ پہنچا سکے اور نہ اخروی نقصان سے بچا سکے' بلکہ ان عورتوں کو بھی دوزخیوں کے ساتھ جہنم میں جانے کو کہہ دیا گیا۔ یہ یاد رہے کہ خیانت کرنے سے مراد بدکاری نہیں' انبیاء علیہم السلام کی حرمت و عصمت اس سے بہت اعلیٰ اور بالا ہے کہ ان کی گھر والیاں فاحشہ ہوں' ہم اس کا پورا بیان سورۂ نور میں بیان کر چکے ہیں' بلکہ یہاں مراد خیانت فی الدین یعنی دین میں اپنے خاوندوں کی خیانت کی' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ان کی خیانت زناکاری نہ تھی بلکہ یہ تھی کہ حضرت نوح علیہ السلام کی بیوی تو لوگوں سے کہا کرتی تھی کہ یہ مجنون ہیں اور لوط علیہ السلام کی بیوی جو مہمان حضرت لوط علیہ السلام کے ہاں آتے تو کافروں کو خبر کر دیتی تھیں (1) یہ دونوں بدترین تھیں نوح علیہ السلام کی رازداری اور پوشیدہ طور پر ایمان لانے والوں کے نام کافروں پر ظاہر کر دیا کرتی تھی' اسی طرح حضرت لوط کی علیہ السلام بیوی بھی اپنے خاوند اللہ کے رسول علیہ السلام کی مخالف تھیں اور جو لوگ آپ کے ہاں مہمان بن کر ٹھہرتے یہ جا کر اپنی کافر قوم کو خبر کر دیتی جنہیں بدعمل کی عادت تھی' بلکہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ کسی پیغمبر کی کسی عورت نے کبھی بدکاری نہیں کی' اسی طرح حضرت عکرمہ' حضرت سعید بن جبیر' حضرت ضحاک رحمہم اللہ وغیرہ سے بھی مروی ہے' اس سے استدلال کر کے بعض نے کہا ہے وہ جو عام لوگوں میں مشہور ہے کہ حدیث میں ہے جو شخص کسی ایسے کے ساتھ کھائے جو بخشا ہوا ہو اسے بھی بخش دیا جاتا ہے یہ حدیث بالکل ضعیف ہے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ یہ حدیث محض بے اصل ہے' ہاں ایک بزرگ سے مروی ہے کہ انہوں نے خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی اور پوچھا کہ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حدیث ارشاد فرمائی ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں لیکن اب میں کہتا ہوں۔ (2)

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ ۘ اِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَنَجِّنِيْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهٖ وَنَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿11﴾ وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا وَصَدَّقَتْ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا وَكُتُبِهٖ وَكَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِيْنَ ﴿12﴾ ع

---

(1) [ضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (۲۸/۱۶۹) مستدرك حاكم (۲/۴۹۶)] اس کی سند میں سفیان ثوری مدلس راوی کا عنعنہ ہے۔]

(2) [موضوع : الاسرار المرفوعة للملا على قارى (۳۳۱، ۴۹۶) المقاصد الحسنة للسخاوى] شیخ البانی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ یہ جھوٹ اور بے اصل روایت ہے۔ [السلسلة الضعيفة (۳۱۵)]

اور اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کیلئے فرعون کی بیوی کی کہاوت بیان فرمائی' جبکہ اس نے دعا کی کہ اے میرے رب میرے لئے اپنے پاس جنت میں مکان بنا اور مجھے فرعون سے اور اس کے عمل سے بچا نکال اور مجھے ظالم لوگوں سے خلاصی دے ○ اور مثال بیان فرمائی مریم بنت عمران کی جس نے اپنی ناموس کی حفاظت کی پھر ہم نے اپنی طرف سے اس میں جان پھونک دی مریم اپنے رب کی باتیں اور اس کی کتابوں کو مانتی تھی اور عبادت گزاروں میں سے تھی ○

فرعون کی بیوی آسیہ اور مریم علیہما السلام: یہاں اللہ تعالیٰ مسلمانوں کیلئے مثال بیان فرما کر ارشاد فرماتا ہے کہ اگر یہ اپنی ضرورت پر کافروں سے خلط ملط ہوں تو انہیں کچھ نقصان نہ ہوگا جیسے اور جگہ ہے ﴿لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكَافِرِيْنَ أَوْلِيَاءَ﴾ [1] الخ' ایمانداروں کو چاہئے کہ مسلمانوں کے سوا اوروں سے دوستیاں نہ کریں جو ایسا کرے گا وہ اللہ کی طرف سے بھلائی میں نہیں ہاں اگر بطور بچاؤ اور دفع الوقتی کے ہو تو اور بات ہے' حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں روئے زمین کے تمام تر لوگوں میں سب سے زیادہ سرکش فرعون تھا لیکن اس کے کفر نے بھی اس کی بیوی کو کچھ نقصان نہ پہنچایا اس لئے کہ وہ اپنے زبردست ایمان پر پوری طرح قائم تھیں اور رہیں۔ جان لو کہ اللہ تعالیٰ عادل حاکم ہے وہ ایک کے گناہ پر دوسرے کو نہیں پکڑتا۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں فرعون اس نیک بخت بیوی کو طرح طرح سے ستاتا تھا سخت گرمیوں میں انہیں دھوپ میں کھڑا کر دیتا لیکن پروردگار اپنے فرشتوں کے پروں کا سایہ ان پر کر دیتا اور انہیں گرمی کی تکلیف سے بچا لیتا بلکہ ان کے جنتی مکان کو دکھا دیتا جس سے ان کی روح کی تازگی اور ایمان کی زیادتی ہو جاتی' فرعون اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بابت یہ دریافت کرتی رہتی تھیں کہ کون غالب رہا تو ہر وقت یہی سنتیں کہ موسیٰ علیہ السلام غالب رہے پس یہی ان کے ایمان کا باعث بنا اور یہ پکار اٹھیں کہ میں موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کے رب پر ایمان لائی۔ فرعون کو جب یہ معلوم ہوا تو اس نے کہا کہ جو بڑی سے بڑی پتھر کی چٹان ملے اسے اٹھا لاؤ اسے چت لٹاؤ اور اسے کہو کہ اپنے اس عقیدے سے باز آئے اگر باز آ جائے تو میری بیوی ہے عزت وحرمت کے ساتھ واپس لاؤ اور اگر نہ مانے تو وہ چٹان اس پر گرا دو اس کا قیمہ قیمہ کر ڈالو جب یہ لوگ پتھر لائے انہیں لٹایا اور پتھر ان پر گرانے کیلئے اٹھایا تو انہوں نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی پروردگار نے حجاب ہٹا دیا اور جنت کو جو مکان ان کیلئے بنایا گیا تھا اسے انہوں نے اپنی آنکھوں دیکھ لیا تھا اور اسی میں ان کی روح پرواز کر گئی جس وقت پتھر پھینکا گیا اس وقت ان میں روح تھی ہی نہیں' اپنی شہادت کے وقت دعا مانگتی ہیں کہ اللہ! جنت میں اپنے قریب کی جگہ عنایت فرما' اس دعا کی اس باریکی پر بھی نگاہ ڈالئے' کہ پہلے اللہ کا پڑوس مانگا جا رہا ہے پھر گھر کی درخواست کی جا رہی ہے۔ اس واقعہ کے بیان میں مرفوع حدیث بھی وارد ہوئی ہے' [2] پھر دعا کرتی ہیں کہ مجھے فرعون اور اس کے عمل سے نجات دے میں اس کی کفریہ حرکت سے بیزار ہوں' مجھے اس ظالم قوم سے عافیت میں رکھ' ان بیوی صاحبہ کا نام آسیہ بنت مزاحم رضی اللہ عنہا تھا۔ ان کے ایمان لانے کا واقعہ حضرت ابو العالیہ رحمہ اللہ اس طرح بیان

---

[1] [سورۃ آل عمران: آیت ۲۸]

[2] [**ضعیف**: طبرانی (۴۳۷۹)] اس میں ابان بن محبر راوی ضعیف ومتروک ہے۔]

کرتے ہیں کہ فرعون کے داروغہ کی عورت کا ایمان ان کے ایمان کا باعث بنا' وہ ایک روز فرعون کی لڑکی کا سر گوندھ رہی تھی اچانک کنگھی ہاتھ سے گر گئی اور ان کے منہ سے نکل گیا کہ کفار برباد ہوں اس پر فرعون کی لڑکی نے پوچھا کہ کیا میرے باپ کے سوا تو کسی اور کو اپنا رب مانتی ہے؟ اس نے کہا میرا اور تیرے باپ کا اور ہر چیز کا رب اللہ تعالیٰ ہے' اس نے غصہ میں آ کر انہیں خوب مارا اور اپنے باپ کو اس کی خبر دی' فرعون نے انہیں بلا کر خود پوچھا کہ کیا تم میرے سوا کسی اور کی عبادت کرتی ہو؟ جواب دیا کہ ہاں میرا اور تیرا تمام مخلوق کا رب اللہ ہے میں اسی کی عبادت کرتی ہوں' فرعون نے حکم دیا اور انہیں چت لٹا کر ان کے ہاتھ پیروں پر میخیں گڑوا دیں اور سانپ چھوڑ دیئے جو انہیں کاٹتے رہیں' پھر ایک دن آیا اور کہا اب تیرے خیالات درست ہوئے؟ وہاں سے جواب ملا کہ میرا اور تیرا اور مخلوق کا رب اللہ ہی ہے' فرعون نے کہا اب تیرے سامنے میں تیرے لڑکے کے دو ٹکڑے کر دوں گا ورنہ اب بھی میرا کہا مان اور اس دین سے باز آ جا' انہوں نے جواب دیا کہ جو کچھ تو کر سکتا ہے کر ڈال' اس ظالم نے ان کے لڑکے کو منگوایا اور ان کے سامنے اسے مار ڈالا جب اس بچے کی روح نکلی تو اس نے کہا اے ماں! خوش ہو جا تیرے لئے اللہ نے بڑے ثواب تیار کر رکھے ہیں اور فلاں فلاں نعمتیں تجھے ملیں گی' انہوں نے اس روح فرسا سانحہ کو بچشم خود دیکھا لیکن صبر کیا اور راضی بہ قضا ہو کر بیٹھی رہیں فرعون نے انہیں پھر اسی طرح باندھ کر ڈلوا دیا اور سانپ چھوڑ دیئے پھر ایک دن آیا اور اپنی بات دہرائی بیوی صاحبہ نے نہایت صبر واستقامت سے وہی جواب دیا اس نے پھر دھمکی دی اور ان کے دوسرے بچے کو بھی ان کے سامنے ہی قتل کرا دیا۔ اس کی روح نے بھی اسی طرح اپنی والدہ کو خوشخبری دی اور صبر کی تلقین کی' فرعون کی بیوی صاحبہ نے بڑے بچہ کی روح کی خوش خبری سنی تھی اب اس چھوٹے بچے کی روح کی بھی خوش خبری سنی اور ایمان لے آئیں' ادھر ان کی بیوی صاحبہ کی روح اللہ تعالیٰ نے قبض کر لی اور ان کی منزل و مرتبہ جو اللہ تعالیٰ کے ہاں تھا وہ حجاب ہٹا کر فرعون کی بیوی کو دکھا دیا گیا۔ یہ اپنے ایمان ویقین میں بہت بڑھ گئیں یہاں تک کہ فرعون کو بھی ان کے ایمان کی خبر ہو گئی' اس نے ایک روز اپنے درباریوں سے کہا تمہیں کچھ میری بیوی کی خبر ہے؟ تم اسے کیا جانتے ہو؟ سب نے بڑی تعریف کی اور ان کی بھلائیاں بیان کیں فرعون نے کہا تمہیں نہیں معلوم وہ بھی میرے سوا دوسرے کو اللہ مانتی ہے پھر مشورہ ہوا کہ انہیں قتل کر دیا جائے' چنانچہ میخیں گاڑی گئیں ان کے ہاتھ پاؤں باندھ کر ڈال دیا گیا اس وقت حضرت آسیہ علیہا السلام نے اپنے رب سے دعا کی کہ پروردگار میرے لئے اپنے پاس جنت میں مکان بنا' اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور حجاب ہٹا کر انہیں ان کا جنتی درجہ دکھا دیا جس پر یہ ہنسنے لگیں' ٹھیک اسی وقت فرعون آ گیا اور انہیں ہنستا ہوا دیکھ کر کہنے لگا لوگو! تمہیں تعجب نہیں ہوتا کہ اتنی سخت سزا میں یہ مبتلا ہے اور پھر ہنس رہی ہے یقیناً اس کا دماغ ٹھکانے نہیں' الغرض انہی عذابوں میں یہ شہید ہوئیں۔ پھر دوسری مثال حضرت مریم بنت عمران رضی اللہ عنہا کی بیان کی جاتی ہے کہ وہ نہایت پاک دامن تھیں' ہم نے اپنے فرشتے جبرائیل علیہ السلام کی معرفت ان میں روح پھونکی' حضرت جبرائیل کو انسانی صورت میں اللہ تعالیٰ نے بھیجا تھا اور حکم دیا تھا کہ وہ اپنے منہ سے ان کے کرتے کے گریبان میں پھونک مار دیں' اسی سے حمل رہ گیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا

ہوئے پس فرمان ہے کہ ہم نے اس میں اپنی روح پھونکی پھر حضرت مریم علیہا السلام کی اور تعریف ہو رہی ہے کہ وہ اپنے رب کی تقدیر اور شریعت کو سچ ماننے والی تھیں اور پوری فرمانبردار تھیں مسند احمد میں ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین پر چار لکیریں کھینچیں اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے دریافت کیا کہ جانتے ہو کہ یہ کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی پورا علم ہے آپ نے فرمایا سنو! تمام جنتی عورتوں میں سے افضل خدیجہ بنت خویلد اور فاطمہ بنت محمد اور مریم بنت عمران اور آسیہ بنت مزاحم رضی اللہ عنہم ہیں جو فرعون کی بیوی تھیں [1] صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مردوں میں تو صاحب کمال بہت سارے ہوئے ہیں لیکن عورتوں میں سے کامل عورتیں صرف آسیہ علیہا السلام ہیں جو فرعون کی بیوی تھیں اور حضرت مریم بنت عمران علیہا السلام ہیں اور حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا ہیں اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت عورتوں پر ایسی ہی ہے جیسے سالن میں چوری ہوئی روٹی کی فضیلت باقی کھانوں پر۔ [2] ہم نے اپنی کتاب البدایہ والنہایہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قصے کے بیان کے موقعہ پر اس حدیث کی سندیں اور الفاظ بیان کر دیئے ہیں۔ فالحمدللہ۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اسی سورت کی آیت کے الفاظ ﴿ثَيِّبَاتٍ وَّأَبْكَارًا﴾ کی تفسیر کے موقعہ پر حدیث بھی ہم بیان کر چکے ہیں جس میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جنتی بیویوں میں ایک حضرت آسیہ بنت مزاحم علیہا السلام بھی ہیں۔

الحمدللہ سورۂ تحریم کی تفسیر ختم ہوئی۔

اللہ کے فضل و کرم سے اور لطف و رحم سے اٹھائیسویں پارے "قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ" کی تفسیر ختم ہوئی پروردگار عالم ہمیں اپنے کلام کی سچی سمجھ عطا فرمائے اور عمل کی توفیق دے۔ باری تعالیٰ تو اسے قبول فرما اور میرے لئے باقیات صالحات میں کر آمین۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ وَاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ۔



[1] [صحیح : مسند احمد (۱/۲۹۳)] امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔ [مجمع الزوائد (۹/۲۲۶)] شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو صحیح کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحديثية (۲۹۰۱)] حسین سلیم اسد بھی اس کی سند کو صحیح کہتے ہیں۔ [التعليق على مسند ابى يعلى (۲۷۲۲)] حافظ زبیر علی زئی نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔]

[2] [صحیح : صحيح بخاری : كتاب فضائل اصحاب النبی : باب فضل عائشه (۳۷۶۹)، (۳۴۱۱) صحيح مسلم : كتاب فضائل الصحابه : باب من فضائل خديجه (۲۴۳۱)]